روداد مجلس شوریٰ

جماعت اسلامی ہند

جلد اول

شعبہ تنظیم

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت اسلامی ہند کی تشکیل جدید کے بعد سے مجلس شوریٰ کی شائع شدہ رودادوں، فیصلوں اور قرار دادوں کو یک جا شائع کرنے کی ضرورت بہت عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی تاکہ یہ تمام چیزیں جو اخبارات و رسائل میں منتشر ہیں، رفقاء کو یکجا دستیاب ہوسکیں اور حالات و ضروریات کے لحاظ سے جماعت کی پالیسی، پروگرام میں وقتاً فوقتاً ہونے والی تبدیلیاں اور ارتقاء ان کے سامنے رہے۔

مجلس شوریٰ منعقدہ جون ۶۵ء میں اس کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا گیا اور طے کیا گیا کہ تقسیم ہند کے بعد سے آج تک کی شائع شدہ رودادوں کو یکجا شائع کر دیا جائے۔

یہ کتابچہ جو ہدیۂ ناظرین کیا جارہا ہے، اگست ۴۸ء سے جولائی ۶۶ء کے دوران منعقدہ مجالس شوریٰ کی شائع شدہ رودادوں پر مشتمل ہے۔

خدا کرے کہ یہ کتابچہ تحریک و جماعت اسلامی کی رفتار کار اور ارتقاء کے سمجھنے میں ممد و معاون ثابت ہو۔ آمین!

شعبۂ تنظیم

بسمہٖ

مجلس شوریٰ

منعقدہ اگست سنہ ۱۹۴۸ء

حسب اعلان ارکان شوریٰ کا اجتماع ۲۷؍ اگست سنہ ۱۹۴۸ء کی صبح کو شروع ہوا۔ اور تین روز تک مسلسل جاری رہ کر ۲۹؍ اگست کی شب میں تقریباً بارہ بجے ختم ہوا۔ اس دوران میں بہت سے مسائل زیر بحث آئے اور ان پر ارکان نے پوری سنجیدگی اور احساس ذمہ داری کے ساتھ غور وفکر کیا اور ان کے بارے میں فیصلے کئے گئے۔

چونکہ ہمارا یہ دستور نہیں ہے کہ بے ضرورت کسی چیز کا اعلان واشتہار ہو، اس لیے ہم اس اجتماع کی کارروائی بھی کسی اخبار میں بہ شکل کارروائی شائع نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن جو خطوط مرکز میں آرہے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے ارکان اور ہمدردانِ جماعت اس کی کارروائی معلوم کرنے کے لیے بڑے بے تاب ہیں اور ان کو بڑی مایوسی ہوگی اگر اس سے بالکلیہ ان کو محروم رکھا گیا اس لئے اس ضمن کی کچھ معلومات ذیل میں درج کی جارہی ہیں۔ پوری کارروائی کو شائع کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ تین دن تک یہ اجتماع جاری رہا اور بعض بعض دن صبح آٹھ بجے سے لے کر گیارہ بجے رات تک تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا۔ درمیان

میں صرف نمازوں اور ناگزیر ضروریات کھانے وغیرہ ہی کے لیے ملتوی کیا گیا۔ ظاہر ہے اتنے طویل اجتماعات کی کل کارروائی اخبار میں شائع نہیں کی جاسکتی، اور یہ کچھ غیر ضروری بھی ہے۔ کیوں کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو عام دلچسپی اور ضروریات کی نہیں اس لیے ذیل میں کارروائی کا صرف وہ حصّہ درج کیا جارہا ہے جو عام دلچسپی اور واقفیت کی ہیں۔ یا جن کا تعلق ارکان جماعت اور حضرات قیّمین سے ہے اور یہ اس لئے شائع کی جارہی ہے کہ یہ باتیں ہمیں بہر حال کسی وقت کسی نہ کسی ذریعہ سے ان کے علم میں لانی تھیں اس لیے جماعت سے متعلق حضرات اس کارروائی کا مطالعہ اس نظر سے نہ کریں کہ یہ محض کسی اجتماع کی کارروائی ہے بلکہ اس کو اس حیثیت سے پڑھیں کہ اس کارروائی میں ان کے لیے ہدایات اور مشورے درج ہیں اور جو بات جس سے متعلق ہے وہ اس کے لیے ہماری طرف سے براہ راست مخاطب کیا جارہا ہے۔

(دستخط) ابو اللیث

۲ ذی قعدہ ۶۷ھ ملیح آباد، لکھنؤ

اس اجتماع میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مدراسی اور چودھری شفیع احمد صاحب بارہ بنکی کے علاوہ تمام ارکانِ شوریٰ یعنی مولانا اختر احسن صاحب اصلاحی مولانا صدر الدین صاحب اصلاحی، مولانا حافظ عبد التّواب صاحب کلکتہ، جناب حسنین سید صاحب بہار، جناب یوسف صدیقی صاحب ٹونک، جناب حکیم محمد خالد صاحب الہ آباد، جناب اسماعیل اخلاص صاحب بمبئی، اور جناب محمد یوسف صاحب الہ آبادی، قیم جماعت شریک ہوئے۔ مولانا اسماعیل صاحب اس سال حج کے لیے تشریف لے جارہے ہیں اور اُن کی روانگی کی تاریخیں پہلے سے مقرر ہو چکی تھیں اس لیے وہ شرکت سے معذور رہے اور چودھری

شفیع احمد صاحب اپنی صاحبزادی کی شدید علالت کی بنا پر تشریف نہیں لا سکے ہر دو حضرات نے خطوط کے ذریعہ افسوس کے ساتھ اپنی غیر حاضری کی معذرت پیش فرمائی۔

ارکان کے علاوہ جناب محمد عبدالحی صاحب مدیر الحسنات، محمد شفیع صاحب مونس اور منشی ہدایت علی صاحب کو بھی تعلیم اور انتظام کے خصوصی معاملات میں مشوروں کے لیے بلایا گیا تھا۔ یہ حضرات بھی تمام اجتماعات میں شریک کیے گئے۔

اجتماع کے لیے ایجنڈا حسب ذیل تھا:

(۱) متعلقات مرکز (۲) درس گاہ (۳) تنظیم جماعت و بیت المال (۴) تجاویز متعلق ترقی جماعت (۵) دیگر مسائل۔

پہلا اجتماع ایجنڈے کی رو سے جمعہ کو آٹھ بجے صبح شروع ہونا چاہیے تھا لیکن امیر جماعت نے تجویز پیش کی کہ سب سے پہلے ارکان شوریٰ محمود نگر چل کر موقوفہ زمین اور وہاں کی زیر تعمیر عمارت وغیرہ کو دیکھ لیں تاکہ متعلقات مرکز وغیرہ کے بارے میں فیصلے کرتے وقت تمام حالات اور ضروریات سامنے ہوں، اور ٹھیک طور سے رائیں قائم کی جاسکیں۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق تمام ارکان اور حضرات مدعوئین منشی ہدایت علی صاحب کے مکان واقع ملیح آباد سے، جو ہمارا عارضی مستقر ہے اور جو اجتماع کے لیے منتخب کیا گیا تھا، محمود نگر کے لیے روانہ ہوئے اور باغ عمارت اور زمین وغیرہ دیکھنے کے بعد تقریباً ۱۱½ بجے واپس آئے۔ چونکہ جمعہ کا دن تھا اور کام کا وقت ختم ہو چکا تھا اس لیے طے کیا گیا کہ اجتماع کی باقاعدہ کارروائی بعد نماز جمعہ شروع کی جائے۔

جمعہ بعد اجتماع کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی۔ امیر جماعت نے افتتاحی تقریر کے بعد تجویز پیش کی کہ جس طرح ٹھیک فیصلوں تک پہنچنے کے لیے مرکز کے

موجودہ حالات اور اس کی ضروریات سے واقف ہونا ضروری تھا ایسے ہی یہ بھی ضروری ہے کہ ہم کچھ کرنے سے پہلے جماعت کی موجودہ مالی حالت کا بھی ٹھیک اندازہ کرلیں اس لیے آپ حضرات سب سے پہلے آمد وخرچ کا حساب ملاحظہ فرمالیں۔ اس میں ایک ضمنی غرض یہ بھی ہے کہ اگر ہم نے اس سلسلہ میں کوئی غلطی کی ہوگی تو آپ اس پر ہمیں مطلع فرماسکیں گے اور میرے نزدیک مجھ پر اور جماعت پر آپ کا سب سے بڑا احسان ہوگا کہ اگر کہیں آپ کو کوئی غلطی نظر آئے تو صفائی کے ساتھ ہمیں اس پر متنبہ فرما دیں۔ میں اس کے لیے آپ حضرات کا شکر گزار ہوں گا۔

چنانچہ اس تجویز کے مطابق تقسیم کے بعد کے آمد وخرچ کا حساب اور مرکزی تقسیم املاک کے کاغذات پیش کیے گئے، جن سے ارکان شوریٰ کو جماعت کی موجودہ مالی حالت کا بخوبی اندازہ ہوگیا۔ حسابات میں کسی غلطی کی طرف رہنمائی نہیں کی گئی۔ البتہ جناب یوسف صاحب صدیقی نے روانگی سے پہلے اس کو دوبارہ دیکھ کر اس میں باقاعدگی پیدا کرنے کے سلسلہ میں کچھ مشورے دیئے جو نوٹ کر لیے گئے۔

اس کام سے فارغ ہوکر متعلقات مرکز پر گفتگو شروع ہوئی اور اس ضمن میں درس گاہ، مکتبہ، کتب خانہ اور ملازمین مرکز اور ان کے کفاف وغیرہ کے مسائل زیر بحث آئے۔

مکتبہ کے سلسلہ میں امیر جماعت نے کہا کہ اگرچہ تحقیقاتی کمیٹی کی یہ تجویز ارکانِ شوریٰ بذریعہ خطوط بہت پہلے منظور کر چکے ہیں کہ مکتبہ کی عمارت پانچ ہزار کی رقم سے تیار کر لی جائے، لیکن جماعت کی موجودہ مالی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے ابھی اس تجویز پر عمل درآمد شروع نہیں کیا گیا ہے اور نہ فی الحال شروع کرنے کا ارادہ ہے۔ اس وقت رہائشی مکان ہی کے ایک حصہ سے مکتبہ کا کام لیا جائے گا۔ پھر جب حالات سازگار ہوں گے تو اس تجویز پر عمل درآمد شروع کیا جائے گا۔

اس خیال سے ارکان نے بھی اتفاق ظاہر کیا۔ البتہ مکتبہ کے کاموں کے سلسلے میں ایک آدمی کی ضرورت محسوس کی گئی اور اس کے لیے جناب نصیر الحق صاحب ملیح آبادی کا نام تجویز کیا گیا اور ان کے مشاہرہ وغیرہ کا تصفیہ امیر جماعت پر چھوڑ دیا گیا۔

کتب خانے کے بارے میں طے ہوا کہ اس کے لیے عام ارکان اور ہمدردوں کو توجہ دلائی جائے اور بعض ارکان شوریٰ نے اس ضمن میں بعض کتب خانوں کے منتقل ہونے کی امید بھی دلائی تاہم فوری طور پر ضروری کتابوں کے لیے فی الحال پانچ سو روپے طے کیے۔

مرکز کے دیگر جزئی معاملات خود امیر جماعت کے فیصلے کے لیے چھوڑ دیے گئے۔

بعد مغرب کے اجتماع میں درس گاہ وغیرہ کے مسئلہ پر غور کیا گیا اور اس سلسلے میں طے کیا گیا کہ تعلیمی نظام کا ابتدائی جزو فوراً بروئے کار لایا جائے اور عارضی طور سے باغ کی موجودہ عمارت کو ضروری اور مناسب تبدیلیوں کے بعد طلباء کی درسگاہ اور اقامت گاہ کے طور پر استعمال کیا جائے۔ یہ تبدیلیاں عمارت دیکھنے کے بعد تجویز کر دی گئیں جن کے مطابق کام کی داغ بیل ڈال دی گئی ہے۔ لیکن ملیح آباد میں مزدوروں کی جو قلت ہے اور عمارتی سامان کے حصول میں جو دشواریاں پیش آ رہی ہیں ان کو دیکھتے ہوئے ہم کوئی صحیح اندازہ نہیں کر سکتے کہ کب تک یہ تبدیلیاں مکمل ہو سکیں گی۔ بہر حال مہینہ دو مہینہ سے پہلے اس کی تکمیل شاید مشکل ہی سے ہو سکے۔ اس لیے جو لوگ اپنے بچوں کو درس گاہ میں داخل کرنا چاہتے ہیں ان سے درخواست ہے کہ وہ اس وقت تک صبر سے کام لیں، ان کی پریشانی اور بیتابی بالکل قدرتی ہے جس کا ہمیں بخوبی احساس ہے لیکن کیا کیا جائے، حالات پر اختیار نہیں۔ ہم تو اس کے لیے بھی تیار تھے کہ اگر اور کوئی صورت فی الحال ممکن نہ ہو تو رہائشی مکان کے ایک حصہ ہی سے اقامت گاہ کا کام لیا جائے لیکن ابھی یہ مکان

بھی تیار نہیں ہو سکا اور اس میں خاصی دیر ہے۔

درس گاہ میں تعلیم و تربیت کے سلسلے میں فی الحال دو آدمیوں کی ابھی ضرورت محسوس کی گئی جن میں سے ایک جناب محمد شفیع صاحب مونس پہلے ہی منتخب کئے جا چکے تھے۔ جن کے انتخاب کو ارکان نے بھی پسند کیا اور دوسرے صاحب کے بارے میں طے ہوا کہ وہ ایسے رکنِ جماعت ہونے چاہییں جو تعلیم کا عملی تجربہ رکھنے کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت کے متعلق جدید نظریات سے بھی واقف ہوں، اور جدید علوم کی باقاعدہ تعلیم بھی حاصل کی ہو۔ اس ضمن میں ایک رکن جماعت کا نام لیا گیا جو فی الحال ایک تعلیمی ادارے میں کام کر رہے ہیں اور طے کیا گیا کہ اگر وہ آ سکیں تو خیر ورنہ ایسی ہی صلاحیت کے کسی اور رکن جماعت کی خدمات حاصل کر لی جائیں اور ضرورت سمجھی جائے تو اس کے لیے باقاعدہ اشتہار بھی دے دیا جائے۔

درس گاہ کی ضروریات کے سلسلے میں فی الحال چار ہزار روپے سالانہ کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ جس میں سے دو ہزار کی رقم باغ کی آمدنی سے ہمارے پاس پہلے ہی سے موجود ہے اور بقیہ دو ہزار کے لیے طے کیا گیا کہ اس کی فراہمی کے لیے وسائل و تدابیر اختیار کی جائیں جن میں مقامی جماعتوں اور عام ارکان اور ہمدردوں سے اپیل کرنا بھی شامل ہے، جو لوگ جماعت سے تعلق نہیں رکھتے وہ بھی اگر چاہیں تو اس کام میں حصہ لے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ جو کچھ بھی دیں بلا قید و شرط دیں ورنہ ان کی پیش کش شکریہ کے ساتھ واپس کر دی جائے۔

تیسرے روز کے اجلاس میں درس گاہ کے دستور اور نصاب کے لیے کمیٹیاں بنا دی گئیں۔ دستور کمیٹی جو مولانا صدر الدین صاحب اصلاحی، جناب عبد الحی صاحب اور محمد شفیع صاحب مونس پر مشتمل تھی، اس کو ہدایت کی گئی کہ وہ

اجتماع شوریٰ کے ختم ہوتے ہی اس کام کو مکمل کر کے امیر جماعت کے حوالے کر دیں تاکہ اس کے مطابق درس گاہ میں داخلہ وغیرہ کا کام فوراً شروع کر دیا جائے۔ چنانچہ روانگی سے پہلے ان حضرات نے دستور درس گاہ کا مسودہ مرتب کر کے امیر جماعت کے حوالے کر دیا جو عنقریب الانصاف میں شائع کر دیا جائے گا۔

دوسری کمیٹی جو نصاب کے لیے تجویز ہوئی تھی اس میں مذکورہ بالا تین اصحاب کے علاوہ ماسٹر افضل حسین صاحب نارمل اسکول بستی اور جناب یوسف صاحب الہ آبادی کا نام بھی تجویز ہوا اور جناب عبدالحی صاحب کی دعوت پر طے کیا گیا کہ اس کمیٹی کا اجتماع رام پور میں ۸ ار ستمبر ۴۸ء کو ہو اور اختتام ماہ سے پہلے وہ کمیٹی اپنی رپورٹ مرتب کر کے مرکز میں ارسال کر دے۔ اس کمیٹی کے ذمہ یہ کام بھی کیا گیا کہ درسی کتابوں کی تیاری کے سلسلے میں بھی تجاویز اور مشورے پیش کرے۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ جو ارکانِ جماعت تعلیمی معاملات سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے مشورے بھی اس ضمن میں حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور اس کے لیے ان کو دعوت دی جائے۔

ایجنڈے کی تیسری دفعہ کے ضمن کی خاص خاص طے شدہ باتیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ حلقہ جات کے قیّمین کے تعین پر نظر ثانی کی جائے اور حضرات قیمین کے مشوروں سے اس کا مناسب فیصلہ کر دیا جائے۔

۲۔ جناب اسماعیل اخلاص صاحب قیم حلقہ بمبئی چونکہ گجراتی شعبہ کے بھی ذمہ دار ہیں اس لیے ان کی خواہش کے مطابق طے کیا گیا کہ بمبئی کے ارکان جماعت کی رائیں معلوم کر لینے کے بعد ان کو قیمی کے فرائض سے سبکدوش کیا جائے اور ان کی جگہ جناب محی الدین صاحب ایوبی کو حلقہ بمبئی کا قیم مقرر کیا جائے۔

۳۔ حضرات قیمین کو اپنے حلقوں میں بار بار دورے کرنے اور ارکان و

ہمدردان حلقہ سے شخصی ارتباط اور تعلق قائم کرنے کی شدید ضرورت ہے اور اب ارکان اور ہمدردان کی تربیت کا اہتمام بھی خصوصی طور سے ان کے فرائض میں داخل کیا گیا ہے۔ اس لیے طے کیا گیا کہ جو قیمین اپنے مصارفِ سفر وغیرہ خود برداشت کرنے کے ناقابل ہیں وہ اس طرح کے مصارف جماعت سے وصول کرسکتے ہیں۔ اس کے لیے یہ شکل تجویز کی گئی کہ ہر مقامی جماعت اپنی کل آمدنی کا پچیس فی صدی حصہ بجز زکوٰۃ کی رقم کے ہر سہ ماہی پر پابندی کے ساتھ مرکز بھیجتی رہے اور قیمین حلقہ بحالت ضرورت اپنے ضروری مصارف سفر وغیرہ بذریعہ بل مرکز سے وصول کرلیں۔ یہ تناسب عمومی حالات کا لحاظ کرتے ہوئے طے کیا گیا ہے لیکن ہر مقامی جماعت کی مالی حالت اور اس کی مقامی ضروریات کے لحاظ سے امیر جماعت کو اس تناسب میں کمی بیشی کرنے کا بھی اختیار ہے (اس سے پہلے الانصاف مورخہ ۲۲ اگست میں اس بارے میں جو اطلاع شائع ہوئی تھی اس کی حیثیت محض حلقہ بنارس کے ارکان کے مشورے کی تھی، وہ کوئی فیصلہ نہیں تھا، غلطی سے وہ اس شکل میں شائع ہوگیا تھا) انتظام کی یہ شکل کہ مقامی جماعتیں اپنی آمدنی کا مذکورہ حصہ مرکز بھیجیں اور قیمین حضرات اپنے مصارف براہ راست مقامی جماعتوں کی بجائے مرکز سے وصول کریں۔ وقتی طور سے بعض مصالح کی بنا پر اختیار کی گئی ہے یہ کوئی مستقل شکل نہیں ہے۔ بعد کو جب مناسب معلوم ہوگا تو مقامی جماعتیں اس بندش سے آزاد کردی جائیں گی اور حضرات قیمین کے مصارف کے لیے کوئی اور مناسب اور آسان شکل اختیار کی جائے گی۔

زکوٰۃ کی رقموں کے صرف میں مقامی فقراء و مساکین کی امداد مقدم ہے اس سلسلے میں جماعت کی طرف سے واضح ہدایات پہلے دی جاچکی ہیں جن کا کچھ حصہ ابھی قیم جماعت کی رپورٹ میں شائع ہوچکا ہے۔ ان ہی ہدایات کے بموجب

زکوٰۃ کی رقوم صرف ہونی چاہییں۔

۴۔ بالاتفاق طے پایا کہ قیمین حلقہ کو ہدایت کی جائے کہ وہ اپنے حلقوں کا دورہ کر کے حلقہ کے بیت المالوں کی آمد و خرچ کی باقاعدہ جانچ کر کے اس کی رپورٹ مرکز کو بھیجیں اور آئندہ ہر ششماہی پر اس قسم کی جانچ برابر کرتے رہیں اور اس کی رپورٹ مرکز روانہ کریں۔

بحمداللہ بیت المالوں کے حسابات میں کسی بدعنوانی کا اب تک ہمیں کوئی تجربہ نہیں ہوا ہے لیکن حسابات میں باقاعدگی اور یکسانی پیدا کرنے اور اندراجات اور صرف وغیرہ میں غلطیوں کے جو امکانات ہیں ان کے سدباب کے لیے یہ انتظام ضروری سمجھا گیا۔

۵۔ مرکزی بیت المال کے سالانہ آڈٹ کے لیے جناب منشی عبدالرؤف صاحب بارہ بنکی کا نام تجویز کیا گیا اور جناب منشی ہدایت علی صاحب جماعت کے خازن مقرر کیے گئے۔

۶۔ طے کیا گیا کہ جماعت کے حسابات اور دیگر امور میں قمری ماہ وسن کی پابندی کی جائے، البتہ ضمنی طور پر شمسی ماہ وتاریخ کا حوالہ دینا مناسب ہوگا۔

★ چوتھے اجلاس میں ارکان و ہمدردان کی ارسال کردہ تجویزوں پر غور کیا گیا جو ان کے خطوط اور پُر کردہ فارموں سے الگ کر کے پہلے سے مرتب کر لی گئی تھیں ان پر غور کرتے ہوئے حسب ذیل فیصلے کیے گئے:

۱۔ سالانہ اجتماع فی الحال نہ کیا جائے، البتہ حلقہ واری اجتماعات جہاں ہو سکتے ہوں ضرور کیے جائیں۔

۲۔ ہر حلقہ میں تربیت گاہ کا باقاعدہ انتظام بحالات موجودہ ممکن نہیں ہے۔ البتہ حلقوں کے قیمین کو ارکان اور ہمدردان کی تربیت پر خاص توجہ صرف کرنی چاہیے۔

اور اس کے لیے مناسب صورتیں اختیار کرنی چاہیئیں۔ خود مرکز میں تربیت گاہ قائم کرنے کے سلسلے میں بھی یہی خیال قائم کیا گیا کہ فی الحال ہم شاید عمارات وغیرہ کی دشواریوں کی وجہ سے اس کا کوئی باقاعدہ اور وسیع انتظام نہیں کر سکیں گے البتہ جس حد تک ممکن ہو گا ارکان کو ایک ایک دو دو کر کے وقتاً فوقتاً مرکز میں بلایا جائے گا اور ان کو تربیت کا موقع دیا جائے گا۔

۳۔ مقامی امراء جماعت اپنے حالات کے لحاظ سے مقامی عمومی اجتماعات جس پیمانے پر چاہیں کریں اور ضرور کریں۔

۴۔ جماعت کی طرف سے ہندی رسالہ کا اجراء فی الحال ممکن نہیں ہے۔ اس لیے جناب عبد الحی صاحب رام پور سے درخواست کی جائے کہ وہ غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کی اہمیت کے پیش نظر اپنا سہ ماہی ہندی رسالہ اجالا بند نہ کریں بلکہ اس کو جاری رکھیں اور سہ ماہی کے بجائے اس کو ماہوار شائع کریں اور اس کو حتی الوسع مفید اور دل چسپ بنانے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں ارکان اور مقامی جماعتوں کو خصوصی توجہ دلائی جائے کہ وہ اس رسالے کی توسیع اشاعت میں خاص طور سے کوشش کریں اور کسی طرح اس رسالہ کو بند نہ ہونے دیں۔

اس ضمن کی اور تجویزیں بھی شوریٰ میں پیش ہوئیں لیکن وہ یا تو رد کر دی گئیں یا آئندہ غور کے لیے ملتوی کر دی گئیں۔ بعد نماز مغرب جناب محمد علی صاحب مالابار کی تجویز متعلق امداد دار الاشاعت ملیالم پیش ہوئی۔ ارکان کی خواہش پر دار الاشاعت کی موجودہ حالت اور مالابار کی عام جماعتی سرگرمیوں کا حال بالعموم اختصار کے ساتھ بتایا گیا جس کو معلوم کرنے کے بعد بالاتفاق فیصلہ کیا گیا کہ فی الحال محمد علی صاحب کو ایک ہزار روپیہ ملیالم لٹریچر کے لیے دے دیا جائے۔ اس کے بعد جیسی ضرورت پیش آئے گی اپنی گنجائش کو دیکھتے ہوئے مزید ایک ہزار روپیہ دیا۔

جا سکے گا۔

اس نشست کے بعد چار اور نشستیں ہوئیں جو اپنی نوعیت اور اہمیت کے اعتبار سے پچھلی نشستوں سے بالکل مختلف تھیں۔ ان میں جزئی اور معمولی مسائل سے فارغ اور یکسو ہو کر جماعت کے دستور، پالیسی، طریق کار اور اس طرح کے دوسرے اہم مسائل پر گفتگو اور بحثیں ہوئیں اور کچھ فیصلے کیے گئے جو انشاءاللہ بعد کو مناسب وقت پر پیش کیے جائیں گے۔

الانصاف ۲۰ ستمبر ۴۸ء

رُودادِ اجتماع مجلس شوریٰ

منعقدہ ۱۷ر تا ۱۹ر جولائی ۱۹۴۹ء

جماعت اسلامی ہند کی مجلس شوریٰ کا دوسرا اجلاس ۱۷ر جولائی ۱۹۴۹ء مطابق ۲۰ر رمضان ۶۸ھ کو بمقام ملیح آباد منعقد ہوا۔ امیر جماعت اور قیم جماعت کے علاوہ حسب ذیل ارکانِ شوریٰ نے شرکت کی:

(۱) جناب حسنین سید صاحب بہار (۲) مولانا صبغۃ اللہ صاحب بختیاری، جنوبی ہند (۳) مولانا محمد اسماعیل صاحب مدراس (۴) مولوی محمد یونس صاحب، حیدرآباد (۵) مولانا اختر احسن صاحب مدرسۃ الاصلاح سرائے میر (۶) مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی مدرسۃ الاصلاح سرائے میر (۷) چودھری شفیع احمد صاحب، تہلواڑہ، بارہ بنکی۔ (۸) جناب محمد یوسف صاحب صدیقی، ٹونک راج (۹) جناب محمد عبدالحی صاحب۔ رام پور۔ (۱۰) مولوی حامد علی صاحب۔ رام پور (۱۱) حکیم محمد خالد صاحب، الہ آباد۔

ان کے علاوہ خاص امور میں مشورے کی خاطر شاہ ضیاء الحق صاحب (گنگوہ ضلع سہارن پور) اور سید ظہیر الحسن صاحب (بھوپال) کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔

اراکین شوریٰ میں سے صرف حافظ عبدالتواب صاحب (کلکتہ) معذوری کی بنا پر شریک نہ ہو سکے۔ شوریٰ کا پہلا اجلاس ۸½ بجے صبح شروع ہوا۔ اس وقت تک حکیم محمد خالد صاحب اور ظہیر الحسن صاحب نہ آسکے تھے۔ ہر دو صاحبان دوپہر تک آگئے اور پھر سہ پہر کے اجلاس میں شریک ہو گئے۔

سب سے پہلے امیر جماعت نے افتتاحی تقریر کی جس میں اپنی وقتی علالت کی معذوری کا ذکر کرتے ہوئے مسائل پیش نظر کی اہمیت کا احساس دلایا اور مجبوراً رمضان المبارک میں مجلس شوریٰ کے انعقاد کی ضرورت کو بیان فرمایا۔

۱۔ سب سے پہلے محمد یونس صاحب (حیدرآباد) کی تجویز پیش ہوئی جس میں وہاں کے تباہ حال مظلومین کے لیے امداد کی اپیل کرتے ہوئے ریلیف کے کام کا ایک نقشہ پیش کیا گیا۔ تجویز کی تفصیلات پر غور کرنے کے بعد طے پایا کہ تجویز کے مسودے کو شائع کر دیا جائے اور رفقائے جماعت اور عام پبلک سے اپیل کی جائے کہ وہ زکوٰۃ کی مد یا دوسری رقوم سے اعانت کریں۔ تجویز اور اپیل جداگانہ شائع کی جارہی ہے۔

۲۔ زکوٰۃ کے مصارف کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ طے پایا کہ ان مدات کی فقہی تشریح کے لیے علمائے مجلس شوریٰ ـــ مولانا صبغۃ اللہ صاحب، مولانا حامد علی صاحب، مولانا اسمٰعیل صاحب، مولانا اختر احسن صاحب، مولانا صدرالدین صاحب ـــ اپنی اپنی تحقیقات سے مجلس شوریٰ کے اختتام سے ایک ماہ کے اندر اندر امیر جماعت کو مطلع کر دیں تاکہ اس بارے میں آخری فیصلہ کر کے ہدایات جاری کر دی جائیں۔

۳۔ قیمین کے دورے کے سلسلے میں مصارف کی فراہمی کا سوال پیش ہوا اور طے پایا کہ قیم حلقہ کا فنڈ قائم کیا جائے اور اس کے لیے تمام بیت المالوں کی کل

آمدنی بشمول زکوٰۃ کا ۲۵ فی صدی قیم حلقہ کے فنڈ میں ہر سہ ماہی میں داخل کیا جائے۔ مصارفِ سفر کے بعد جو رقم باقی بچے وہ مرکزی بیت المال کو منتقل کر دی جائے البتہ اگر کسی خاص بیت المال کو اپنے خصوصی حالات کے تحت اس پابندی سے مستثنیٰ قرار دینا ضروری ہو تو اس معاملہ کو مرکز کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ قیم حلقہ کے اس فنڈ سے صرف مصارفِ سفر ہی ادا کیے جائیں، دوسرے مصارف نہ کیے جائیں۔

۴۔ سالانہ کل ہند اجتماع کی ضرورت پر بحث ہوئی اور یہ طے کیا گیا کہ کل ہند اجتماع بہت ضروری ہے۔ مقام کی تعین کے سلسلے میں بھوپال کا نام تجویز ہوا اور قیام انتظام کی سہولت کے پیشِ نظر طے کیا گیا کہ ظہیر الحسن صاحب تفصیلات پر غور کر کے آخری طور پر مرکز کو جلد از جلد مطلع کر دیں۔ اس کے بعد تاریخ کا اعلان کیا جائے۔ آئندہ فروری یا مارچ میں اجتماع ہونا مناسب ہوگا۔

۵۔ دوسرے دن (۱۸ جولائی) سب سے پہلے حالاتِ حاضرہ کے پیشِ نظر کام کو آگے بڑھانے اور منظم کرنے کے بارے میں غور کیا گیا اور مختلف مقامات کے حالات کام کی رفتار، رفقائے جماعت کی حالت کا جائزہ لیا گیا اور متفقہ طور پر حسب ذیل امور طے کئے گئے۔

(۱) ارکین جماعت کی تربیت کا انتظام بہت جلد کیا جائے۔

(۲) ہندی زبان میں قرآن پاک کے ترجمے اور لٹریچر کی تیاری کا کام منظم طریقہ پر جلد شروع کیا جائے۔

(۳) موجودہ حالات کے تحت جدید لٹریچر کی تیاری کی جائے جو اس وقت کے تقاضوں کو زائد سے زائد پورا کر سکے۔

(۴) غیر مسلموں میں دعوت کا تعارف زائد سے زائد کیا جائے اور اپنے لٹریچر

اور شخصی ملاقاتوں سے انھیں یہ سمجھنے کا موقع دیا جائے کہ ہم کیا چاہتے ہیں اور کس کام کے لیے اٹھے ہیں۔

(۶) تیسرے دن (۱۹ر جولائی) ہندی دارالترجمہ کے سلسلے میں جناب عبدالحی صاحب نے ایک اسکیم پیش کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کام کے لیے دو کارکنوں کا انتخاب کیا جائے۔ ایک شخص ہندی زبان کا ماہر ہو اور با محاورہ زبان میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، دوسرا شخص عربی زبان کا ماہر ہو اور قرآن پاک کے بارے میں اتنی نظر رکھتا ہو کہ وہ موجودہ تقاضوں کے ماتحت قرآن کی دعوت کو عام فہم کر کے پیش کر سکے اور اتنی ہندی جانتا ہو کہ ترجمہ کو سن کر یہ اندازہ کر سکے کہ آیا مطلوبہ مفہوم ٹھیک ٹھیک ادا ہوا ہے یا نہیں۔ اول الذکر مقصد کے لیے کسی موزوں شخص کی خدمات حاصل کرنے کے لیے اشتہار دیا جانا طے پایا اور دوسرے کام کے لیے مولوی صدرالدین صاحب اصلاحی کا انتخاب کیا گیا۔ دارالترجمہ کے کام کو دو سال تک چلانے کے لیے ۶ ہزار روپیہ کی ضرورت کا اندازہ کیا گیا ہے (علاوہ مصارف طباعت وغیرہ) جس میں دو ہزار روپے رام پور سے اور دو ہزار روپے ٹونک سے دیئے جانے کا وعدہ ہوا اور بقیہ دو ہزار کے لیے عام اپیل کرنا طے پایا۔ تیار شدہ لٹریچر کی اشاعت جماعتی مکتبہ سے ہونا طے پایا۔

(۷) جدید لٹریچر کی تیاری کے لیے کسی موزوں شخص کی عدم موجودگی کے باعث مجبوراً یہ طے کیا گیا کہ سر دست مولانا صدرالدین صاحب کی نگرانی میں ابتدائی کام کی داغ بیل ڈال دی جائے اور جماعت میں جو حضرات اس کام کے لیے موزوں ہو سکتے ہیں ان کا انتخاب کر کے مولوی صدرالدین صاحب کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے تاکہ وہ ان سے کام لے سکیں یا آئندہ کام کے لیے ان کو تیار کر سکیں۔

(۸) تربیت گاہ کے قیام کے سلسلے میں مولوی حامد علی صاحب نے ایک تفصیلی

اسکیم پیش کی جس میں تربیت کی خاطر، طریقہ کار اور نوعیت پر بحث کی گئی تھی، اس بارے میں طے پایا کہ :

۱۔ مولوی حامد علی صاحب ایک ہفتہ کے لیے مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں قیام کر کے تربیت کے طریقۂ کار وغیرہ کے متعلق ایک مفصل اور جامع نقشہ تیار کریں اور وہاں مولانا اختر احسن صاحب، مولانا جلیل احسن صاحب اور دوسرے اصحاب علم کے مشوروں سے استفادہ کریں۔ یہ تفصیلات آخر شوال تک مرکز میں آجائیں ساتھ ہی ساتھ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب بھی اس بارے میں اپنے مشورے برائے استفادہ جلد از جلد بھیج دیں۔

۲۔ تربیت کے کام کو آئندہ ہاتھ میں لینے کے لیے کم از کم دو اصحاب کا انتخاب کیا جائے جو ہمہ وقت اس کام کے ذمہ دار بنا دیئے جائیں۔ اس بارے میں حسب ذیل اصحاب کے نام پیش ہوئے۔

مولانا اختر احسن صاحب۔ مولانا صبغۃ اللہ صاحب بختیاری۔ مولانا حامد علی صاحب۔ شاہ ضیاء الحق صاحب۔ عبدالحی صاحب۔

ان ناموں میں سے امیر جماعت دو ناموں کا انتخاب کریں گے اور سب سے پہلے ان صاحبان کو مجوزہ نقشۂ تربیت کے ماتحت کام کرنے اور تربیت دینے کے لیے خود اپنی تیاری کرنی ہوگی۔

اس ابتدائی کام کے بعد تربیت ارکان کا کام شروع کیا جائے گا۔

(۹) طے پایا کہ "تحریک اسلامی کے آئندہ لائحہ عمل" کو بروئے کار لانے کے لیے مقامی جماعتوں کو خصوصی توجہ دلائی جائے اور ان کو ہدایت کی جائے کہ وہ اپنی رپورٹوں میں ان کاموں کا خاص طور پر ذکر کریں جو اس ذیل میں وہ کر رہے ہیں۔

(۱۰) انتظامی سہولتوں کے پیش نظر حلقہ جات قیمین کی جدید تشکیل پر غور ہوا، اور حسب ذیل تغیرات کئے گئے:

۱۔ حلقۂ اودھ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصہ کے انچارج شفیع احمد صاحب ہوں گے جس میں اضلاع لکھنؤ، بارہ بنکی، فیض آباد، ہردوئی، سیتا پور اور کھیم پور شامل ہیں اور دوسرے حلقہ کا انچارج منشی عبدالرؤف صاحب کو بنایا گیا۔ جس میں اضلاع پرتاب گڈھ، سلطان پور، رائے بریلی، اناؤ، گونڈہ اور بہرائچ شامل کئے گئے۔

۲۔ حلقۂ روہیل کھنڈ کو بھی دو حلقوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حلقہ میں شاہجہان پور بدایوں، بریلی اور پیلی بھیت کو شامل کیا گیا جس کے انچارج مولوی حامد علی صاحب رہیں گے۔ دوسرا حلقہ مرادآباد، رانی کھیت، نینی تال، بجنور، رام پور اور گڑھوال کے اضلاع کو ملاکر بنایا گیا اور عبدالحی صاحب (رام پور) کو اس کا قیم مقرر کیا گیا۔

۳۔ بنارس کے حلقہ کا قیم مولانا جلیل احسن صاحب کو مقرر کیا گیا اور مولانا ابوبکر صاحب کو ان کا معاون بنایا گیا۔

۴۔ الہ آباد کے حلقہ کا قیم اسحاق صاحب کو مقرر کیا گیا۔

(۱۱) عبدالحی صاحب نے اجالا کا حساب پیش کیا۔ اس کی تعداد اشاعت اس وقت اتنی نہیں ہے کہ اسے بطریق احسن چلایا جائے، چنانچہ کم از کم ۲۰۰ کی تعداد اشاعت کے اضافہ کی اپیل کی گئی۔ اس لیے طے پایا کہ مختلف جماعتوں کو از سر نو متوجہ کیا جائے۔

(شائع شدہ الانصاف ۵ راگست ۴۹ء)

مجلس شوریٰ

منعقدہ ۵ اپریل تا ۷ اپریل ۱۹۵۵ء

۵ اپریل سے ۷ اپریل تک مرکز میں ایک غیر رسمی مجلس مشاورت منعقد ہوئی تھی جس میں ارکانِ شوریٰ (۱) مولانا اختر احسن صاحب اصلاحی (۲) مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی (۳) مولانا حامد علی صاحب (۴) ابوسلیم عبدالحی صاحب (۵) چودھری شفیع احمد صاحب بارہ بنکی (۶) محمد یونس صاحب حیدرآباد اور (۷) حسنین سید صاحب بہار کے علاوہ حسب ذیل رفقاء بھی شریک ہوئے:

(۱) مولانا جلیل احسن صاحب ندوی (۲) شاہ ضیاء الحق صاحب (۳) سید عبدالقادر صاحب حیدرآباد (۴) انور علی خاں صاحب سوز (۵) افضل حسین صاحب (۶) مونس صاحب (۷) سید حسین صاحب الہ آباد (۸) منشی ہدایت علی صاحب ملیح آباد (۹) منظور احسن صاحب جامعی۔

سب سے پہلے امیر جماعت نے حمد وثنا کے بعد ایک مختصر تقریر کی جس میں اجتماع کی ضرورت واضح کرتے ہوئے افسوس ظاہر کیا کہ وقت کی قلت اور سفر وغیرہ کی دشواریوں کے پیش نظر اس اجتماع میں شرکت کے لیے تمام ارکانِ شوریٰ کو

دعوت نامہ نہیں بھیجا جا سکا۔ اور اس کے بعد رفقاء کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

ویسے تو جماعت کے متعدد ایسے مسائل ہیں جن پر مجھے اپنے صائب الرائے رفقاء کار سے مشوروں کی ضرورت ہے لیکن اس وقت میں نے آپ کو عام حالات کے مسائل پر غور و فکر یا مشورہ کرنے کے لیے نہیں بلایا ہے۔ اس کے لیے کوئی اور ہی موقع مناسب ہو سکتا تھا بلکہ میرے نزدیک اس وقت جو مسائل زیادہ اہمیت کے طالب ہیں جو اس وقت ملک کی موجودہ صورت حال کی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں ہمیں سب سے پہلے ان پر غور کرنا ہے باقی ان سے فارغ ہو جانے کے بعد اگر فرصت میسر آ سکی تو دیگر عام مسائل پر بھی میں آپ کے مشوروں سے مستفید ہونے کی کوشش کروں گا۔

مجھے یقین ہے کہ آپ میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو موجودہ حالات اور ان سے پیدا شدہ مسائل سے واقف نہ ہو یا اس نے ان حالات و مسائل پر جماعتی نقطہ نظر سے غور و فکر نہ کیا ہو، لیکن اس وقت ان حالات و مسائل کی طرف آپ کی توجہ کو مائل و مرتکز کرنے کے لیے میں مختصراً ان کا ایک سرسری خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

فرقہ وارانہ فسادات ہندوستان و پاکستان کے لیے کوئی نئی چیز نہیں ہیں۔ انگریزی دور حکومت میں بدقسمت اہل ملک کو آئے دن فرقہ وارانہ فسادات کا تلخ مزا چکھنا پڑتا رہا ہے۔ خود تقسیم ہند کے وقت جو فتنہ و فساد اٹھ کھڑا ہوا تھا وہ اتنا شدید تھا کہ اس کے تصور سے اب تک ہماری گردنیں شرم سے جھک جاتی ہیں اور افسوس ہے کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد بھی ان فسادات کا سلسلہ ختم نہیں ہوا ہے۔ ان دونوں ملکوں کے مختلف حصوں میں یہ برابر رونما ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ آج بھی ان کا سلسلہ جاری ہے۔ اس پہلو سے اگر دیکھا

جائے تو پچھلے دنوں دونوں بنگالوں میں اور ان کے بعد ملک کے دوسرے حصوں میں جو کچھ ہوا ہے، وہ ہمارے لیے کچھ زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے اور نہ وہ ہمارے لیے بہت زیادہ فکر و تشویش کا موجب بن سکتا ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ واقعہ ہے کہ یہ واقعات کچھ اس انداز سے واقع ہوتے ہیں اور ہو رہے ہیں اور جماعت پر، عام مسلمانوں پر اور ملک پر ان کے کچھ ایسے اثرات مرتب ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں کہ اس وقت اس پوری صورت حال پر نہایت سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا ہمارے لیے ضروری ہو گیا ہے۔

سب سے پہلے میں اختصار کے ساتھ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان واقعات کا ہماری جماعت اور افراد جماعت پر کیا اثر پڑا ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت تک فساد زدہ علاقوں سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ عام طور سے ہمارے رفقاء ان کے مضر اثرات سے محفوظ رہے ہیں۔ بریلی اور شاہجہان پور میں ہمارے بعض ہمدردانِ جماعت کو کچھ معمولی طریقہ سے چوٹیں تو ضرور لگی ہیں اور کہیں کہیں بعض رفقاء کی دکان یا سامان کا نقصان بھی ہوا لیکن بحمداللہ کسی جانی نقصان یا کسی بڑے مالی نقصان کی اب تک کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی ہے اور اس سے بھی زیادہ قابل شکر بات یہ ہے کہ اس فساد کے دوران میں ہمارے رفقاء کی عام اخلاقی حالت نسبتاً بہت اچھی رہی۔ جن مقامات سے مسلمانوں نے عام طور سے بھاگنا شروع کر دیا ہے۔ ہمارے رفقاء وہاں بھی اپنی جگہ عزم وہمت کے ساتھ جمے ہوئے ہیں اور ان میں جو زیادہ صاحب ہمت ہیں وہ اپنے گھروں سے نکل کر فسادات کی روک تھام اور امدادی کاموں میں بھی حصّہ لے رہے ہیں۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ واقعہ ہے کہ ان فسادات کی وجہ سے ہمارے بہت

سے رفقاء کچھ ذہنی الجھنوں میں ضرور مبتلا ہو گئے ہیں۔ رفقاء کی مالی حالت بالعموم پہلے ہی سے خراب ہے اور موجودہ حالات نے تو اس کو اور زیادہ خراب کر دیا ہے جس کا مقابلہ کرتے میں ہمارے رفقاء کو خاصی دشواریاں پیش آرہی ہیں اور اس معاشی پریشانی سے بھی بڑھ کر ایک اور پریشانی بھی بہت سے حلقوں میں درپیش ہے بعض رفقاء کے تمام اعزا و اقربا تو پاکستان جا چکے ہیں یا جانے کی تیاریوں میں مشغول ہیں اور ان کا یہ شدید اصرار ہے کہ ہمارے یہ رفقاء بھی ہماری رفاقت چھوڑ کر ان کا ساتھ دیں۔ چنانچہ اس طرح کے متعدد واقعات میرے سامنے آئے ہیں اور مجھ سے دریافت کیا گیا ہے کہ اس صورت میں ان کا رویہ کیا ہونا چاہیئے۔ یہ سوال ہمارے لیے ایک خاص غور طلب مسئلہ بن گیا ہے۔ اس مسئلہ کی جو مذہبی حیثیت ہے وہ تو اپنی جگہ پر ہے اور اس میں کچھ زیادہ اشکال نہیں ہے، لیکن اس پہلو کے علاوہ اس ضمن میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس طرح کے لوگوں کو جو معاشی اور معاشرتی مشکلات سے دوچار ہوں، ترک وطن کرنے کی اجازت دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اوّل تو دعوت حق کا کام کرنے والوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی رہے گی اور دوسرے اس کا ایک نہایت خراب نفسیاتی اثر عام مسلمانوں پر پڑ سکتا ہے۔ جو موجودہ حالات سے متاثر ہو کر ترک وطن کرنا چاہتے ہیں اور جن کے سامنے صبر و استقامت کے اعلیٰ نمونے پیش کرنے کی از حد ضرورت ہے۔ اور اگر ان رفقاء کو ان کے قیام کے ان ضروری فائدوں کا واسطہ دلا کر روکا جاتا ہے تو اس صورت میں ہماری اس بڑی اخلاقی ذمہ داری کا سوال پیدا ہو جاتا ہے جس سے عہدہ برآ ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یعنی یہ کہ ہم ان کی معاشی اور معاشرتی پریشانیوں کو دور کرنے میں ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔

یہ تو ہوا حالات کا ایک رُخ جو خالص جماعت سے متعلق ہے۔ اب عام مسلمانوں کو سامنے رکھ کر غور کیجیے۔ یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح ہے کہ ہم ایک ایسی دعوت حق لے کر اٹھے ہیں جس کا کوئی خصوصی تعلق کسی قوم یا ملک سے نہیں ہے بلکہ درحقیقت وہ ایک ایسا نظام زندگی ہے جس کے اصول تمام بنی نوع انسان کا مشترک ورثہ ہیں اور جن کے ساتھ تمام عالم انسانیت کا مفاد وابستہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم جس قوم میں پیدا ہوئے ہیں یا جس وطن سے تعلق رکھتے ہیں، اس سے اپنے کو بے تعلق نہیں کر سکتے۔ ہمارے فطری روابط فطری حد کے اندر ان دونوں کے ساتھ ہیں اور رہیں گے۔ نہ وہ مٹائے جا سکتے ہیں اور نہ انھیں مٹانا چاہیے۔ پھر مسلم قوم کے ساتھ تو ہمیں ایک اور حیثیت سے بھی لگاؤ ہے اور یہ ہماری دعوت کا پہلو ہے۔ اس وقت دنیا میں مسلمان ہی وہ قوم ہیں جو ہماری دعوت کے براہ راست مخاطب بن سکتے ہیں۔ کیوں کہ وہ اصولاً اور عقیدتاً ہماری دعوت کے اصولوں کو تسلیم کرنے کے مدعی ہیں۔ پس ان کو اور ان کی حالت کو ہم کسی حال میں نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اب دیکھیے اس وقت اس قوم کا کیا حال ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس کی تفصیل بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ان کا حال جیسا کچھ ہے آپ پر روشن ہی ہے۔ عام مسلمان مدتوں سے جو زندگی گزار رہے ہیں اس میں تعلق باللہ اور اعتماد علی اللہ کی کیفیت کا افسوس ناک حد تک فقدان رہا ہے۔ ان کی زندگی عام طور سے دنیاوی ظاہری سہاروں پر بسر ہوتی ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لیے نہ ایسے سہارے میسر آ سکتے ہیں اور نہ وہ ان کے لیے کچھ کار آمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنی پچھلی تاریخ میں جبکہ ان کے اندر خدا شناسی کی روح کارفرما تھی، اس سے زیادہ کڑے مصائب ادوار کا مقابلہ ہمت و

استقلال کے ساتھ کرتے رہے ہیں، آج وہ اس وقت کے مصائب کے مقابلے میں اس درجہ عاجز اور درماندہ ثابت ہو رہے ہیں کہ وہ صبر و استقامت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنے کی بجائے اپنا امن دوسرے ملکوں میں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ عام مسلمانوں میں ایک بھگدڑ سی مچی ہوئی ہے۔ جن مقامات پر فسادات ہوئے بھی نہیں ہیں وہاں سے بھی ان کے قدم محض اندیشوں کی بنا پر اکھڑ گئے ہیں۔ موجودہ حالات میں وہ کچھ اتنے پریشان ہیں کہ وہ یہ سوچنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے کہ کہاں جا رہے ہیں اور کس حال میں جا رہے ہیں۔ بس ہر شخص یا تو بھاگ رہا ہے یا اپنی جگہ دم بخود کھڑا ہے۔ گویا موت کا منتظر ہے۔ یہ ہے حالت اس قوم کی جس کی تعداد ہندوستان میں اب بھی چار کروڑ کے لگ بھگ ہے اور جو اپنے پیچھے ہمت و جرأت اور استقلال و استقامت کی ایک بہت بڑی اور شاندار تاریخ رکھتی ہے، کیا اس قوم کی یہ پریشان حالی ہمارے لیے لائق اعتنا نہیں ہو سکتی؟

اب آئیے موجودہ حالات کا ملک پر جو اثر پڑ رہا ہے اس کا بھی مختصر جائزہ لیا جائے۔ یوں تو فرقہ پرستی اس ملک کی ایک عام وبا تھی جو اپنا ظہور مختلف شکلوں میں ہمیشہ دکھلاتی رہی ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مختلف اسباب کے تحت اس نے اب اور زیادہ شدت اختیار کر لی ہے۔ اول تو عوام میں جو مذہبیت پائی جاتی ہے وہ بجائے خود ایک دوسرے سے نفرت و کراہت پیدا کرنے کا محرک ہے۔ کیوں کہ مذہب کی اصل صورت عرصہ ہوا رخصت ہو گئی ہے اور اس کی جگہ ان تصورات نے لے لی ہے جن کو نام تو مذہب کا دیا گیا ہے لیکن وہ ایک مخصوص مذہبی طبقہ کی مزعومات و خواہشات کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ پھر اس پر طرفہ تماشا یورپ سے آئی ہوئی وہ قوم پرستی ہے جو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سکھاتی کہ اپنوں کے ماسوا ہر ایک کو غیر سمجھا جائے اور ضرورت پڑے تو

اس کے مفاد پر ہر اصولِ عدل و انصاف کو قربان کر دیا جائے اور بدقسمتی یہ ہے کہ ...
ہندوستان میں مسلمانوں کا طرزِ عمل بھی ایک عرصہ سے کچھ ایسا ہی رہا ہے کہ وہ اس
قوم پرستی کا مداوا ثابت ہونے کی بجائے اس کو اور زیادہ ہوا دینے والا ثابت ہوا
ہے۔ مسلمان یہاں پیغامِ حق کے داعی و مبلغ کی حیثیت سے نہیں بلکہ محض فاتح کی
حیثیت سے آئے تھے اور اپنے طویل زمانہ، حکومت میں انھوں نے حکمرانی کے سوا
اور کچھ نہیں کیا۔ اِلّا ماشاءاللہ۔ اس لیے وہ یہاں کی قوموں کا دل موہ نہیں سکے
بلکہ اس کے برعکس ان کو اپنے سے متنفر کر کے انھیں قوم پرستی کے دامن میں پناہ
لینے پر مجبور کر دیا۔ اور جب وہ قانونِ الٰہی کے تحت محکوم بن گئے تو اس وقت
بھی ان کا رویہ نہیں سنبھلا۔ اسلام کا دامن پکڑنے کی بجائے جو ان کو محکومی
سے نجات دلا سکتا تھا۔ انھوں نے خود اسی قومیت کو اپنا مداوا سمجھا جس میں
ان کے حریف مبتلا رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی قوم پرستی روز بروز شدید
سے شدید تر ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہندوستان
کو دو حصوں میں بانٹ دینا ناگزیر ہو گیا تاکہ یہ دونوں قومیں اگر ایک ساتھ بھلے
مانسوں کی طرح نہیں رہ سکتی ہیں تو اپنا گھر الگ الگ بنا کر زندگی بسر کریں۔
لیکن جیسا کہ یقین تھا یہ توقع خوش گمانی کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکی بلکہ واقعہ
یہ ہے کہ اس تقسیم نے دونوں قوموں کو ایک دوسرے سے کہیں زیادہ دور کر
دیا ہے۔ یہ تقسیم الفاظ و بیان کی حد تک تو جغرافیائی کہی جا سکتی ہے لیکن درحقیقت
یہ دو قومی نظریہ کی بنیاد پر عمل میں آئی ہے اور شدید ترین قومی کش مکش کے ساتھ
چلتی رہی ہے۔ اس لیے یہ ایک دوسرے سے قریب ہونے کی بجائے اور دور
ہوتے ہی گئے اور ہوتے جا رہے ہیں اور اس میں قصور صرف ایک کا نہیں ہے
بلکہ دونوں ہی کا ہے اور سچ پوچھو تو اس صورتِ حال کی اصل ذمہ داری پاکستان پر

ہے کیوں کہ وہ ان اصولوں کا نام لیوا ہے جن میں قوم پرستی اور فرقہ پرستی وغیرہ پرستاریوں کی مطلق گنجائش نہیں ہے اور اگر پاکستان اب بھی ان اصولوں کی کچھ لاج رکھ لے تو اب بھی اس کش مکش کا خاتمہ ممکن ہے اور اس سے حالات میں بہت کچھ تبدیلی ممکن ہے لیکن اس کا کیا علاج کہ آج پاکستان میں بھی اقلیتوں کے ساتھ کم وبیش وہی سب کچھ ہو رہا ہے جو قوم پرستی میں مبتلا لوگ اپنی اقلیتوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں. جس کا جواب قدرتی طور پر ہندوستان میں بھی کچھ اس سے بڑھ چڑھ کر دیا جاتا ہے اور اس طرح انتقام اور انتقام کا ایک چکر سا پیدا ہو گیا ہے، جو نہیں معلوم کب تک جاری رہے گا۔ فسادات کا عارضی طور سے بند ہو جانا یہ کوئی بہت امید افزا بات نہیں ہے۔ فسادات خواہ کتنے ہی بڑے پیمانے پر کیوں نہ ہوں وہ بہر حال ایک ہنگامی چیز ہیں اس لیے وہ دو چار دن یا دو چار ہفتوں کی اپنی عمر طبعی پوری کر کے ایک دن ختم ہی ہو جانے والے ہیں لیکن ان کا یہ ختم ہونا کچھ اس بات کی ضمانت نہیں کہ وہ دوبارہ پھر اسی طرح یا کچھ اس سے بھی بڑے پیمانے پر پیش نہیں آئیں گے اور یقیناً یہ چکر اس وقت تک جاری رہے گا جب تک یہ دونوں ملک یا کم از کم ان میں ایک قوم پرستانہ نقطہ نظر کو چھوڑ کر خالص عدل پرورانہ اور انصاف پسندانہ رویہ اختیار نہ کرے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ظلم و زیادتی کے شدید ترین واقعات پیش آجانے پر دونوں ملکوں کے لیڈر صورت حال پر غور کرنے کے لیے اکٹھے ہو جایا کریں اور یقیناً یہ سب باتیں اس لحاظ سے قابل قدر ہیں کہ ان سے حقیقی علاج کا راستہ کچھ ہموار ہوتا ہے اور کم از کم بڑھتی ہوئی خرابیوں میں عارضی طور سے کچھ رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے لیکن ان باتوں کا کوئی خاص نتیجہ اس وقت تک برآمد نہیں ہو سکتا جب تک کہ حقیقی امراض کی ٹھیک ٹھیک تشخیص کر کے ان کا باقاعدہ علاج نہ کیا جائے۔

بہرحال یہ دونوں باتیں جو میں نے بیان کیں یعنی غلط مذہبیت اور مذہب قوم پرستی۔ یہ اس وقت کے دو نہایت اہم فتنے ہیں جن پر ہمیں صرف اس حیثیت سے غور کرنا نہیں ہے کہ ان کا اثر مسلمانوں پر پڑ سکتا ہے اور ان کا دور کرنا ہمارے عقیدہ وتصور کی رو سے بھی ضروری ہے بلکہ یہ اس پہلو سے بھی قابل غور ہیں کہ ان کا باقی رہنا اس ملک کے صحیح مفاد اور عالم گیر امن وانسانیت کے لیے بھی سخت مضرت رساں ہے۔

ان دونوں باتوں کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے جو ان سے بھی زیادہ قابل توجہ ہے۔ کیونکہ درحقیقت ان دونوں خرابیوں کا ظہور واستقرار زیادہ تر اسی تیسری چیز کا رہینِ منت ہے اور وہ ہے ملک کی مختلف سیاسی پارٹیوں کی ہوس اقتدار۔ ملک کی یہ زبردست بدقسمتی ہے کہ یہاں متعدد ایسی پارٹیاں وجود میں آگئی ہیں جن کے سامنے قوم وملک کا صحیح مفاد ہے اور نہ عام عالم انسانیت کا۔ بس وہ اپنی پارٹی کے محدود مفاد کی فکر میں مبتلا ہیں اور اس کو حاصل کرنے کے لیے ان کو ان اصولوں کا بھی کوئی پاس ولحاظ نہیں ہے جو ہمیشہ سے ہر ملک وملت کے نزدیک مقدس ومحترم سمجھے جاتے رہے ہیں اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اس وقت ملک صحیح راستہ سے ہٹ کر مختلف ایسی تخریبی سرگرمیوں میں مبتلا ہو گیا ہے جو خود اس کے فلاح وبہبود کے پہلو سے بھی مضر ہے۔

یہ ہے حالات کا وہ سرسری جائزہ جن کو سامنے رکھ کر آپ کو اپنے آئندہ طریقِ کار کے بارے میں فیصلہ کرنا ہے۔ مجھے اپنی جگہ پر یہ یقین ہے کہ آپ میں سے ہر شخص کا فیصلہ یہی ہوگا کہ ہمیں ان مشکلات میں بھی تاحد استطاعت اپنا فریضہ انجام دینا ہے۔ اس لیے اس وقت ہمارے سوچنے کا مسئلہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی دعوت کو کس طرح زیادہ سے زیادہ تیز اور وسیع کر سکتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا

کرتا ہوں اور آپ لوگ بھی دعا کریں کہ وہ ان مشکل حالات و معاملات میں ہماری رہنمائی فرمائے اور راہ حق پر ہمیں ثابت قدم رہنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے ۔

اس افتتاحی تقریر کے بعد رفقاء نے اپنے مقام، حلقہ اور عام ملکی حالات کے متعلق اپنے تاثرات بیان کیے اور اس پر پہلی نشست ختم کر دی گئی ۔ بعد کی نشستوں میں مختلف مسائل پر جن کی طرف امیر جماعت نے اپنی گفتگو میں اشارہ کیا تھا تبادلۂ خیال ہوا اور حسب ذیل تجاویز بالاتفاق منظور کی گئیں :

۱۔ ملک میں اس وقت جو حالات درپیش ہیں وہ اگرچہ ہمارے کام کے سلسلے میں بہت حد تک رکاوٹ ثابت ہو سکتے ہیں لیکن چونکہ ہمارے کرنے کا کام یہی ہے اور ملک کا امن و امان اور اس کا حقیقی مفاد اسی پیغام حق میں مضمر ہے جو جماعت اسلامی ہند پیش کرنا چاہتی ہے اس لیے اس موقع پر ہمارے رفقاء کا فرض اولین ہے کہ وہ اپنی دعوتی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیں اور بغیر کسی تفریق و امتیاز کے ہر مسلم و غیر مسلم تک اس کو پہنچانے کی کوشش کریں ۔

۲۔ اس کام کے لیے ظاہر ہے ہمیں رفقاء کی زیادہ سے زیادہ قوت اور مدد درکار ہے ۔ اس لیے ان کو ہر صورت میں یہاں رہ کر یہ خدمت بجالانی چاہیئے ۔ اور اگر خدانخواستہ کوئی شخص کسی خاص مجبوری کی بنا پر ترک وطن کے سوا کوئی چارۂ کار ہی نہ پا رہا ہو تو پھر اس صورت میں اس کو اپنے مقامی امیر اور قیم حلقہ کی وساطت سے باقاعدہ امیر جماعت سے اجازت حاصل کرنی چاہیئے ۔

۳۔ مسلمانوں میں اس وقت جو خوف و ہراس پیدا ہو گیا ہے اس کے ازالہ کی کوئی تدبیر اس کے سوا نہیں ہو سکتی کہ ان کے تعلق باللہ اور اعتماد علی اللہ کی صحیح کیفیت زیادہ سے زیادہ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور اس غرض کے لیے اپنے معروف و معلوم طریقوں کے تحت ان سے زیادہ سے زیادہ ارتباط

پیدا کیا جائے۔

۴۔ موجودہ حالات میں ہمارے رفقاء کی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ حتی الوسع ہر دو فریق سے ارتباط پیدا کر کے ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ فتنہ و فساد رونما نہ ہو سکے اور اگر بدقسمتی سے ان کی کوششوں کے باوجود کہیں فساد برپا ہی ہو جائے تو ان کو اپنی مقدور بھر بلا تفریق مذہب و ملت مظلومین کی حمایت و امداد کرنی چاہیئے۔

۵۔ اگر کسی مقام پر ریلیف کا کام شروع کرنے کی ضرورت پیش آئے تو مرکز کو حالات سے مطلع کر کے اس کے مشورے کے مطابق امدادی کام بلا لحاظ مذہب و ملت شروع کر دیا جائے یا اگر کسی دوسری جماعت کی طرف سے اس طرح کا کام شروع ہو چکا ہو یا ہو رہا ہو تو اس میں اپنے اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے مرکز کو مطلع کر کے شرکت کی جا سکتی ہے۔

۶۔ جماعت اسلامی کو جو کام انجام دینا ہے اس میں غیر مسلموں کی شرکت اور ان کا تعاون بھی ضروری ہے اس لئے جس حد تک بھی ان کو دعوت سے روشناس کرنے کے مواقع میسر آسکیں۔ ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اس سلسلہ میں ان سے زیادہ سے زیادہ میل جول پیدا کرنا چاہیئے تاکہ وہ ہمیں اور ہماری وساطت سے ہماری دعوت کو سمجھ سکیں یا کم از کم ان غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے جو آپس کی دوری سے خواہ مخواہ پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔

۷۔ دعوت کے کام کے سلسلہ میں اگر یہ محسوس ہو کہ کسی مقام پر مقامی ذمہ داران حکومت کو ہماری دعوتی سرگرمیوں کے سلسلے میں کسی طرح کی غلط فہمی پیدا ہو رہی ہے تو جو لوگ مقامی طور سے کام کے ذمہ دار ہیں وہ اس سے قیم حلقہ کو فوراً مطلع کریں، اور اس کی ہدایت کے مطابق غلط فہمیوں کے ازالہ کی تدابیر اختیار کریں اور قیمین

حلقہ اپنے طور سے صوبہ کے اعلیٰ ذمہ دار حکام کو اپنے دعوتی کام اور طریق کار وغیرہ سے واقف کرنے کے لیے اور اگر کسی طرح کی کوئی غلط فہمی پیدا ہوگئی ہو تو اس کے ازالہ کے لیے بروقت تدابیر اختیار کریں اور اگر ان سے ملاقات کی ضرورت محسوس ہو تو بشرط امکان مرکز کو مطلع کر کے حسب مشورہ مرکز ان سے ملاقات کریں۔

۸۔ اجتماع میں شریک ہونے والے رفقاء نے کارکنانِ جماعت کے متعلق اپنے جو تاثرات بیان کیے ان کے پیشِ نظر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ رفقاء کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ مبذول ہونی چاہیے تاکہ وہ موجودہ مشکل حالات میں اپنے دعوت و تبلیغ کے کام کو کماحقہ انجام دے سکیں۔ اس سلسلہ میں بلاتاخیر کارروائی کی ضرورت کو محسوس کیا گیا۔ چنانچہ طے کیا گیا کہ مرکز کی زیرِ نگرانی بہت جلد تربیت کے پروگرام پر عمل درآمد شروع کر دیا جائے جس کی تفصیلات الگ سے مرتب کر لی گئی ہیں۔

۹۔ سالانہ اجتماع کے بارے میں غور و فکر کے بعد یہ طے کیا گیا کہ ملکی حالات اور بعض موانع کی وجہ سے سالانہ اجتماع کچھ عرصہ کے لیے ملتوی کیا جائے اور سالانہ اجتماع کے کچھ فوائد مقامی اور حلقہ وار اجتماعات کے ذریعہ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ان اجتماعات کا مقصدِ خصوصی صرف ارکان اور ہمدردان سے ارتباط پیدا کرنا اور موجودہ پیش آمدہ حالات و مسائل سے آگاہ کرنا اور ان کو ان حالات میں صحیح طور سے کام کرنے کے لیے تیار کرنا ہوگا لیکن اگر کسی مقام پر اجتماعِ عام کرنا مناسب سمجھا جائے تو وہاں اجتماع بھی کیا جا سکتا ہے جس میں حسب دستور مسلم و غیر مسلم سب کو شرکت کی دعوت دی جائے۔

۱۰۔ جماعت کا موجودہ لٹریچر عوامی ضروریات کے لیے ناکافی ہے اس لیے ایک ایسی جامع اور آسان کتاب تیار کی جائے جس میں دعوت کے تمام ضروری پہلوؤں کا لحاظ رکھا گیا ہو۔

۱۱۔ ہندی رسالہ اجالا کے متعلق تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ سر دست اس کی اشاعت زیادہ مفید نہیں ہے اس لئے فی الحال اس کی اشاعت روک دی جائے اور اس کے بجائے ہندی کتابوں کی تیاری اور اشاعت کی طرف زیادہ توجہ دی جائے۔

۱۲۔ تعلیم بالغان کا کام جس درجہ ضروری ہے ظاہر ہے اس وقت عام طور سے اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی جارہی ہے۔ چنانچہ اس کو موثر اور کامیاب طریقے سے چلانے کا مشورہ دینے کے لیے ایک کمیٹی بنادی گئی جو اپنی تجاویز جلد سے جلد مرکز کو پیش کرے گی۔

۱۳۔ مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کا پروگرام بنانے کے لیے بھی ایک کمیٹی بنادی گئی ہے جو اپنے مشورے جلد مرکز کے سامنے پیش کرے گی۔

۱۴۔ انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان طلبار کے لیے جو عربی اور دینی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہوں، یہ طے پایا کہ ان کی اس طرح کی تعلیم کا حسب امکان وذرائع انتظام کیا جائے۔

۱۵۔ جماعتوں کو ہدایت کی جائے کہ ان کے پاس جو رقوم ان کی فوری ضرورت سے زائد ہوں ان کو محض متوقع ضروریات کے خیال سے اپنے پاس نہ روکیں بلکہ ایسی تمام رقوم کو مرکزی بیت المال کی طرف منتقل کردیں۔

(شائع شدہ الانصاف ۲۸ اپریل و یکم مئی ۵۰ء)

مجلس شوریٰ

منعقدہ جنوری ۱۹۵۱ء

نئی مجلسِ شوریٰ کا پہلا اجتماع حسب اعلان ۱۰ ر جنوری ۱۹۵۱ء کی صبح سے شروع ہوا۔ حسب ذیل ارکان شوریٰ شریک اجتماع ہوئے:

۱۔ یوسف صاحب صدیقی (ٹونک)
۲۔ مولانا صبغۃ اللہ صاحب بختیاری (مدراس)
۳۔ وی، پی محمد علی صاحب (مالابار)
۴۔ مولانا صدر الدین صاحب
۵۔ مولانا حامد علی صاحب
۶۔ مولانا حبیب اللہ صاحب (ہزاری باغ)
۷۔ عبد الحی صاحب
۸۔ حسنین سید صاحب (دربھنگہ)
۹۔ شاہ ضیاء الحق صاحب
۱۰۔ محمد یونس صاحب (حیدر آباد)
۱۱۔ سید عبد القادر صاحب (حیدر آباد)
۱۲۔ محمد یوسف، قیم جماعت
۱۳۔ چودھری شفیع احمد صاحب

مولانا اختر احسن صاحب اصلاحی اپنی شدید علالت کی بنا پر شریک اجتماع نہیں ہو سکے۔ شاہ ضیاء الحق صاحب بھی اگرچہ اس دوران میں بہت علیل رہے لیکن اس کے باوجود انھوں نے اکثر اجتماعات میں شرکت کی۔

اجتماع کی کارروائی چار روز مسلسل جاری رہی۔ صبح و شام کے علاوہ شب میں بھی ایک نشست منعقد ہوئی تھی اور چوتھے دن تو نماز اور کھانے کے اوقات کے سوا تقریباً پورا دن اور رات کا تقریباً ۱۰½ بجے تک کا وقت گفتگو اور مشوروں ہی میں گزرا۔

پہلے دن کی کارروائی امیر جماعت مولانا ابو اللیث صاحب اصلاحی ندوی کی افتتاحی تقریر سے شروع ہوئی۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حمد و ثنا کے بعد، محترم رفقا، مجلس شوریٰ کی باقاعدہ کارروائی اب شروع ہو رہی ہے۔ قبل اس کے کہ غور طلب مسائل پر غور و فکر شروع ہو، میں چند ضروری باتوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

جماعت اسلامی اس مقصد کے لیے قائم ہوئی ہے جس سے بڑا کوئی اور مقصد ہو نہیں سکتا۔ یہ عہد نبوت ختم ہونے کے بعد اسی کام کو انجام دینے کے لیے قائم ہوئی ہے جس کو انبیاء علیہم السلام نے اپنی زندگی میں اپنا سب سے بڑا مقصدِ زندگی قرار دیا تھا اور جس کو قائم رکھنے کی اپنے پیروؤں کو خاص طور سے ہدایت کی تھی یعنی خود اللہ کی بتائی ہوئی ہدایت پر چلنے کی کوشش کرنا اور تمام خلقِ خدا کو اس کی طرف دعوت دینا۔ اس لحاظ سے آپ دیکھیں تو اس جماعت کے رکن بننے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کے سب سے زیادہ دشوار اور ساتھ ہی سب سے زیادہ مقدس کام کے لیے ہم نے اپنی آمادگی کا اظہار کیا ہے۔ جس سے خود بخود ہمارے اوپر بہت بڑی ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔ جن کو ادا کرنا صرف اس لیے ضروری نہیں ہے کہ اس کے بغیر یہ آمادگی بالکل بے معنی سی بات ہے بلکہ ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کی فکر اس لیے ضروری ہے کہ اگر ہم نام تو اس مقدس کام کا لیتے رہیں لیکن اس کے تقاضوں کو پورا نہ کریں تو درحقیقت ہم اس مقدس

کام اور اس کے حقیقی علم برداروں کی توہین و تحقیر کے بھی مرتکب ہوں گے جو یقیناً بہت بُری بات ہے۔

لیکن محترم رفقاء! آپ کی ذمہ داریاں تو عام ارکان سے بھی بڑھی ہوئی ہیں کیونکہ آپ جماعت کی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں۔ جو جماعت کے ارکان کے لیے سب سے بڑی ذمہ داری کا منصب ہے۔ جماعت کے اہم معاملات میں میں آپ سے مشورہ کروں گا اور یقیناً عام حالات میں اہم ترین فیصلے میں آپ ہی لوگوں کی رایوں اور مشوروں سے کروں گا۔ اس لیے خصوصیت کے ساتھ آپ کی ذمہ داریاں بہت شدید ہیں۔ میں نے حتی الوسع یہ سمجھ کر آپ کو مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لیے منتخب کیا ہے کہ آپ مشورہ کی ذمہ داریوں کے لیے بہت زیادہ اہل ہیں۔ اس لیے اس سلسلے میں مجھے خصوصیت کے ساتھ کوئی خاص بات عرض کرنی نہیں ہے۔ البتہ تذکیر اور یاددہانی کے طور پر چند باتوں کی طرف میں آپ کی توجہ کو مائل کر دینا چاہتا ہوں۔

۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ آپ جماعت کی رکنیت اور اس کے بعد مجلس شوریٰ کی رکنیت کی اہمیت اور اس کی ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس کرتے ہوئے خود اس بات کا احساس کریں کہ آپ کی ذمہ داریوں کا تقاضا یہ ہے کہ جو معاملہ مجلس شوریٰ میں پیش ہو اس پر نہایت سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کریں۔

۲۔ رائے پوری دیانت اور خلوص کے ساتھ دینے کی کوشش کریں کسی معاملے میں خدانخواستہ کسی خواہشِ نفس، طرف داری، بے جا عصبیت اور اشتعال وغیرہ کو دخل انداز ہونے کا موقع نہ دیں۔

۳۔ جس معاملہ میں آپ رائے کو دیانت داری کے ساتھ جماعت کے حق میں مفید سمجھتے ہوں۔ اس میں تو بخل سے کام نہ لیں، لیکن ہر معاملہ میں، ہر حال میں

اظہار خیال کرنا کچھ ضروری نہیں ہے۔

۴۔ بات اختصار کے ساتھ پیش کریں۔ معاملات بہت ہیں اور اس کے مقابلہ میں وقت تھوڑا ہے۔ اس لیے اختصار کے بغیر چارہ نہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ اپنا مدعا واضح نہ کریں۔ مطلب محض یہ ہے کہ غیر ضروری پھیلاؤ سے حتی الوسع بچنے کی کوشش کریں۔

۵۔ مخالف رائے کو سنجیدگی کے ساتھ سنیں۔

۶۔ درمیان گفتگو میں دخل انداز نہ ہوں اور نہ آپس میں بات چیت شروع کریں۔

۷۔ آپ مجھے مشورہ دینے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ اس لیے آپ کا خطاب براہ راست مجھ سے ہونا چاہیئے۔ کسی اور رفیق سے دوران کارروائی میں خطاب نہ کریں۔

۸۔ جب آپ سے کسی معاملہ میں گفتگو کے لیے کہا جائے تو اس وقت آپ گفتگو کریں اور جب آپ سے رک جانے کی خواہش کی جائے تو پھر کسی طرح کی ناگواری محسوس کیے بغیر رک جائیں۔

اسی طرح کی اور باتیں ہیں جن کے بارے میں میں اپنے رفقاء سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ ان کا پورا پورا لحاظ کریں گے۔ لیکن اس ضمن کی ایک اور خاص بات ہے جس کی طرف میں خصوصیت کے ساتھ آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، اور وہ بات یہ ہے کہ ہم آپ اس وقت جس اہم ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں، درحقیقت اس کی ادائیگی اللہ کے فضل پر موقوف ہے۔ اس لیے آپ کو خود اپنے بارے میں بھی برابر خدا سے دعا کرتے رہنا چاہیئے کہ وہ آپ کی مشکل معاملات میں رہنمائی فرمائے اور یہی دعا آپ میرے حق میں بھی کرتے رہیں۔ حقیقتاً ہم جو کام موجودہ حالات میں کرنا چاہتے ہیں وہ بڑا اہم کام ہے جب تک خدا کی رہنمائی اور توفیق ہمارے شامل حال نہ ہو، ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

اس تقریر کے بعد امیر جماعت نے فرمایا کہ ایجنڈے کے مسائل پر غور کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ اجتماعات شوریٰ کے موقع پر ہم نے جو باتیں طے کی تھیں، پہلے ان کا جائزہ لے لیا جائے کہ وہ کیا تھیں اور ان پر کس حد تک عمل درآمد ہو سکا ہے تاکہ ہم گزشتہ مباحث میں وقت صرف کرنے سے بچ سکیں اور آئندہ جو کچھ ہمیں کرنا ہے، اس کے بارے میں صحیح رائے قائم کرنے میں ہمیں سہولت ہو۔

اس تمہید کے بعد امیر جماعت نے گزشتہ سال کے دونوں اجتماعات شوریٰ کی کارروائی اس طرح پڑھ کر سنائی کہ ہر امر فیصل شدہ کے بارے میں جو کارروائیاں کی گئیں انھیں ضروری تفصیلات کے ساتھ ساتھ بیان کرتے جاتے تھے۔ اس کارروائی میں تقریباً پون گھنٹہ صرف ہوا۔ اس سے فارغ ہو کر امیر جماعت نے فرمایا کہ اب ہمیں اپنی مالی حالت کا بھی اندازہ کر لینا چاہیے تاکہ آئندہ معاملات کا فیصلہ کرتے وقت ہم اپنی اس حالت کا لحاظ کر سکیں۔ مالیات کے ضمن میں امیر جماعت نے کہا کہ ابھی ایک آدھ مہینہ پہلے ان کی دعوت پر سید حسین صاحب الٰہ آبادی نے یہاں آکر آمد و خرچ کے پرانے حسابات کی جانچ پڑتال کی ہے اور اس کو قاعدہ کے ساتھ ترتیب دے دیا ہے لیکن ان کو بعض وجوہ سے جلد واپس جانا ضروری ہوگیا۔ اس لیے وہ اس وقت باقاعدہ گوشوارہ آمد و خرچ تیار نہیں کر سکے اور جانے کے بعد بھی وہ ابھی تک اپنے والد بزرگوار کی علالت اور بعض دوسری پریشانیوں کی وجہ سے حسب وعدہ وہاں سے گوشوارہ تیار کر کے بھیج نہیں سکے۔ اس لیے اس کام کو سید عبدالقادر صاحب نے جو تربیت کے سلسلے میں پہلے سے مرکز میں مقیم تھے۔ امیر جماعت کی حسب ہدایت مکمل کیا ہے۔ چنانچہ امیر جماعت نے ان کا مرتب کردہ گوشوارہ ان کو دیا کہ وہ اسے پڑھ کر سنائیں۔

سید عبدالقادر صاحب نے اس کی تفصیلات سے ارکان کو آگاہ کیا اور ارکان نے اُن کے ضمن میں اپنے سمجھنے کے لیے جن باتوں کی مزید توضیح کی خواہش ظاہر کی، ان کی رجسٹر آمد و خرچ کو سامنے رکھ کر توضیح کر دی گئی۔ ارکان نے پوری تفصیلات سننے کے

بعد حساب کتاب پر اپنا اظہار اطمینان کیا۔ امیر جماعت نے فرمایا کہ ارکان اگر آمدو خرچ کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ رجسٹر حاضر ہے لیکن کسی نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

ایجنڈے پر غور

ان دونوں کارروائیوں سے فارغ ہو کر ایجنڈے کی پہلی دفعہ پر غور شروع ہوا۔ جو شعبہ جات مرکز کے جائزہ اوران کی تنظیم جدید سے متعلق تھی۔

سب سے پہلے امارت اور قیمی کے شعبوں کا جائزہ لیا گیا۔ امیر جماعت نے تفصیل سے بتایا کہ اس وقت ان شعبوں سے متعلق کیا کیا کام ہیں اور آئندہ ان میں کیا کیا اضافے ہونے والے ہیں۔ جن کے سننے کے بعد تمام ارکان نے محسوس کیا کہ امیر و قیم دونوں پر کام کا بہت زیادہ بار ہے۔ اس لیے دونوں کی مدد کے لیے علاوہ شاہ ضیاء الحق صاحب کے جو پہلے سے قیم جماعت کی معاونت کر رہے ہیں دو جدید معاونین کا بندوبست کرنا ضروری ہے، طے کیا گیا کہ شعبوں کی تنظیم اور کاموں کی تقسیم جدید، جدید معاونین کے اضافے کے بعد، بعد کو امیر جماعت ان رفقاء کے مشوروں سے کر لیں گے۔

ان دو جدید معاونین کے سلسلہ میں کئی نام تجویز ہوئے اور ان میں سے مناسب اشخاص کا انتخاب امیر جماعت پر چھوڑ دیا گیا۔

اس کے بعد مکتبہ کا نظم و نسق زیر بحث آیا۔ یہ محسوس کیا گیا کہ مکتبہ ہماری آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس لیے اس کا انتظام بہت مضبوط بنیادوں پر ہونا چاہیے اور اس کے مطابق کچھ اصولی باتیں طے کر کے آئندہ مکتبہ کا نظم و نسق درست کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

دوسرے شعبہ جات مرکز میں کسی خاص رد و بدل یا اضافہ کی ضرورت

نہیں سمجھی گئی۔ البتہ درس گاہ اور ثانوی تعلیم میں کچھ اضافے تجویز کیے گئے۔ جن کا ذکر ان کے ضمن میں آگے آئے گا۔

آڈیٹر، خازن اور محاسب کا انتخاب

مرکز کے رام پور منتقل ہونے کے بعد پچھلے خازن و محاسب جناب ہدایت علی صاحب ملیح آباد اور منشی عبدالرؤف صاحب بارہ بنکی سے کام لینا ممکن نہیں رہ گیا تھا اس لیے امیر جماعت نے مقامی رفقاء کے مشورہ سے ان کی بجائے جناب غلام رحمانی صاحب مقامی رکن جماعت کو خازن اور عبدالحی صاحب کو محاسب مقرر کر دیا تھا۔ لیکن اس کے متعلق انھوں نے ارکان شوریٰ سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا۔ اس لیے یہ مسئلہ غور کے لیے پیش ہوا۔ ارکان شوریٰ نے امیر جماعت کی اس تجویز سے اتفاق کیا کہ غلام رحمانی صاحب بدستور خازن جماعت رہیں۔ اور حساب وکتاب کا کام عبدالحی صاحب کی بجائے مرکز سے متعلق کسی رفیق کے سپرد کر دیا جائے۔ مرکزی حساب وکتاب کو آڈٹ کرنے کے لیے سید حسین صاحب الٰہ آبادی کا انتخاب عمل میں آیا۔

اس کارروائی کے بعد پہلی نشست ختم ہوگئی۔

دوسری نشست بعد ظہر شروع ہوئی۔ اس نشست میں سب سے پہلے کارکنان جماعت کے کفاف کا مسئلہ زیر بحث آیا کہ اس کی تعین کے لیے کیا اصول ہونے چاہییں۔

امیر جماعت نے اجتماع کی کارروائی شروع ہونے سے دو روز پہلے اس معاملہ میں مشورہ دینے کے لیے ایک کمیٹی بنادی تھی جس میں جناب یوسف صدیقی صاحب، شاہ ضیاء الحق صاحب، عبدالحی صاحب اور سید عبدالقادر صاحب شریک تھے۔ چنانچہ اس کمیٹی کی طے شدہ قراردادیں پڑھ کر سنائی گئیں

اور تھوڑے سے ردّ و بدل کے بعد وہ منظور کر لی گئیں۔ اس کارروائی کی خاص قابل ذکر بات یہ ہے کہ تعین کفاف کے جو اصول طے کیے گئے، ان کے بموجب ارکان شوریٰ کے نزدیک ہر کارکن کو صرف اتنا کفاف ملے گا جس میں کسی کمی کی کوئی گنجائش نکالی نہیں جاسکتی۔ لیکن امیر جماعت کے استفسار پر کارکنوں نے جو جوابات دیے ہیں، اُن سے اندازہ ہوتا ہے ان میں سے کچھ تو اس سے کم پر راضی ہیں اور اکثر پہلے ہی سے اس طے شدہ کفاف کے مطابق کفاف پا رہے ہیں۔

اس کے بعد قیمین اور حلقہ ہائے قیمین پر نظر ثانی کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ عام طور سے ان میں کوئی رد و بدل نہیں کیا گیا۔ صرف چند حلقوں میں کچھ تبدیلیاں کی گئی ہیں اور بعض مقامات کے قیمین بدل دیے گئے ہیں لیکن چوں کہ ابھی ان تبدیلیوں کے سلسلہ میں متعلقہ رفقاء سے گفتگو اور مشورہ کرنا ہے اس لیے ان تبدیلیوں کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

متعدد ہمہ وقتی قیمین کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی لیکن جماعت کی مالی حالت اب تک اس کے لیے سدِّ راہ بنی ہوئی تھی۔ لیکن اس اجتماع میں یہ محسوس کیا گیا کہ کام کو آگے بڑھانے کے لیے یہ قدم ہر حال میں اٹھانا ضروری ہے۔ چناں چہ فی الحال یو۔ پی سے اس کی ابتدا کرنا طے ہوا۔ اور اس کے لیے جناب محمد شفیع مونس صاحب کا انتخاب عمل میں آیا۔ یہ پورے صوبہ یو پی میں دورہ کریں گے۔

بہار اور جنوبی ہند کے لیے بھی ایک ایک مزید ہمہ وقتی قیمین کا تقرر ضروری معلوم ہوا۔ امید ہے کہ جلد ہی اس کا انتظام بھی ہو سکے گا۔ کلکتہ میں کام کو مستحکم کرنے کے لیے بھی ایک ایک دو دو افراد کو وہاں ایک ایک دو دو ماہ کے لئے بھیجے جانے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ طے کیا گیا کہ مرکز سے کسی کو اس کام کے

لئے فارغ کیا جائے اور بہار کے رفقاء میں سے بھی کسی ایسے رفیق کا انتخاب اس کام کے لیے کیا جائے جو بنگلہ یا انگریزی میں گفتگو اور تقریر پر قادر ہوں۔

قیمین کے کام کو تیز کرنے کے سلسلے میں حسب ذیل تجویزیں منظور کی گئیں۔

۱: قیمین کو سال میں ایک مرتبہ باہمی ملاقات اور مشوروں کے لیے جمع کرنے کی کوشش کی جائے۔

۲۔ قیمین کے کاموں کی مناسبت سے ان کے لئے تربیت کا ایک علیحدہ پروگرام تیار کیا جائے۔ جس کے مرتب ہونے کے بعد اندازہ کیا جائے کہ کتنا وقت اس کے لیے درکار ہے اور اس کے مطابق تمام قیمین کو ایک مقررہ وقت پر آنے کی دعوت دی جائے اور اگر کسی معقول عذر کی بنا پر کچھ قیمین شرکت سے معذور ہوں تو ان کو بیک وقت دوبارہ بلانے کی کوشش کی جائے۔

۳۔ شوریٰ میں جو قیمین شریک ہیں وہ اپنی روانگی سے پہلے اس تربیت کے پروگرام کے متعلق اپنا نقطہ نظر لکھ کر دے دیں تاکہ اس کے پیش نظر پروگرام تیار کرنے میں سہولت ہو۔ نیز جو قیمین موجود نہیں ہیں ان کو اس پروگرام کے بارے میں اپنے نقطہ ہائے نظر سے آگاہ کرنے کے لیے لکھا جائے۔

۴۔ قیمین کو توجہ دلائی جائے کہ ان کا تعلقِ ملازمت بلا شبہ ان کے کاموں میں رکاوٹ کا باعث ہے اس لیے حتی الوسع اس سے علیحدہ ہونے کی کوشش کریں اور اضطرار سے بے جا فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں۔

۵۔ آئندہ قیمی کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جائے جو کسی غلط نظام سے وابستہ نہ ہوں اور اپنا زیادہ سے زیادہ وقت کام کے لیے فارغ کر سکتے ہوں۔

ایجنڈے کی اسی دفعہ کے تحت امیر جماعت نے حسب ذیل تجویزیں پیش کیں:

۱۔ مرکز میں جماعتوں اور حلقہ ہائے ہمدردان کی رپورٹوں کے براہ راست آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کو اپنی رپورٹیں جہاں ضلع رپورٹر موجود ہوں، وہاں ان کے واسطہ سے اور جہاں نہ ہوں وہاں براہ راست قیمین کے پاس بھیجنی چاہئیں۔ یہ رپورٹیں مجوزہ نقشہ کے مطابق جو جماعتوں کو بھیجا جا چکا ہے، مرتب ہونی چاہئیں۔

۲۔ قیمین کو مقامی جماعتوں کی رپورٹیں مرکز بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ان رپورٹوں کو سامنے رکھ کر مجوزہ نقشہ کے مطابق خود اپنی ایک مفصل رپورٹ تیار کریں اور ۲۰ تاریخ ماہ قمری تک بغیر کسی مقامی رپورٹ کا انتظار کیے ہوئے، مرکز روانہ کر دیں۔

۳۔ ہر حلقہ میں صرف ایک بیت المال حلقہ ہونا چاہیئے اور بیت المال سے مصارف دورہ کے علاوہ حلقہ کی دیگر ضرورت کا جو تنظیم و استحکام کے سلسلہ میں پیش آتی ہیں، انتظام کرنا چاہیئے۔

۴۔ تمام جماعتیں اپنی جملہ آمدنی بشمول منافع مکتبہ کا ۴۰ فی صد حصہ ہر مہینہ میں صراحتِ مدات کے ساتھ حلقہ کے بیت المال میں داخل کیا کریں گی۔ سوائے ان رقموں کے جو کسی ضلعی، حلقہ وار یا سالانہ اجتماع کے لیے وقتی طور پر جمع ہوئی ہوں اس طرح کی رقمیں ۴۰ فی صد کے اطلاق سے مستثنٰی ہوں گی۔

۵۔ اگر کسی بیت المال کی آمدنی ۴۰ فیصد حصہ نکالنے کے بعد بھی مقامی ضروریات سے زائد ہو تو اسے ہر سہ ماہی پر اپنی زائد رقم حلقہ کے بیت المال میں منتقل کر دینا چاہیئے۔

۶۔ اگر کسی جماعت کو وقتی طور پر کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے جس کے لیے مقامی بیت المال کی باقی ماندہ رقم ناکافی ثابت ہو تو وہ اپنی ضروریات کو قیم حلقہ کے سامنے پیش کر کے اس سے اس کے لیے مزید رقم حاصل کر سکتی ہے۔

۷۔ بیت المال حلقہ جات میں جو آمدنی ہوگی، اس کا دس فی صد حصہ بصراحت مدات ہر سہ ماہی پر لازمی طور سے مرکز منتقل کر دینا ہوگا اور اس کے ساتھ ہی قیمین حلقہ کو چاہیئے کہ اگر ان کے بیت المال میں مصارف حلقہ سے کچھ زائد رقم بچ رہے تو ہر ششماہی پر اس کا باقاعدہ حساب کر کے اسے مرکزی بیت المال میں منتقل کر دیں۔

امیر جماعت نے مختصراً شق نمبر ا۔ ۲ کی افادیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ مرکز میں جماعتوں کی رپورٹیں منگوانے کی شروع شروع میں اس لیے ضرورت محسوس ہوئی تھی کہ مرکز مقامی حالات سے زیادہ واقف ہو سکے اور مرکز اور مقامی حلقوں میں زیادہ گہرا ربط قائم ہو سکے۔ جس کی تقسیم کے بعد زیادہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی لیکن اب یہ ضرورت اس پیمانہ پر باقی نہیں رہ گئی ہے اور جس قدر ضرورت ہے، وہ قیمین کی آئندہ مجوزہ ماہانہ رپورٹوں کے ذریعہ بخوبی پوری ہو سکتی ہے اس لیے اب اس اہتمام کی ضرورت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ان رپورٹوں سے مرکزی دفتر کا کام اور بہ حیثیت مجموعی ٹکٹ، کے مصارف کا بار بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ اس تجویز سے اس بار میں تخفیف ہو جائے گی۔ شق ۳، ۴ و ۵ و ۶ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اب تک بیت المال حلقہ جات میں مقامی جماعتوں کی آمدنی کا صرف ۲۵ فی صد حصہ داخل ہوتا ہے جس سے صرف قیّمین کے دوروں وغیرہ کے مصارف ادا کیے جاتے ہیں اور ان کو دوروں کے علاوہ کسی اور مصرف پر اس رقم کو صرف کرنے کا اختیار بھی نہیں ہے۔ اس لیے بہت سے قیمین اپنے حلقوں کی دیگر ضروریات مثلاً تربیت، دارالمطالعہ وغیرہ کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے اس ۲۵ فی صد سے زیادہ رقم جماعتوں سے وصول کرنے پر مجبور ہیں اور یہ جماعتیں اپنی خوشی سے دے بھی رہی ہیں لیکن یہ محسوس ہو رہا ہے کہ ایک حلقہ میں دو دو بیت المالوں کے ہونے سے

مرکز کو حساب و کتاب کی جانچ و تحقیق میں زحمتیں پیش آتی ہیں اور اس سے دو عملی کی کیفیت نمودار ہوتی ہے۔ اس لیے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر حلقہ میں صرف ایک بیت المال حلقہ قائم کرنے کی اجازت دی جائے اور جہاں جہاں دو بیت المال قائم ہیں ان کو توڑ دیا جائے اور ۲۵ فی صد تناسب کو بڑھا کر ۴۰ فیصد کر دیا جائے، اور ساتھ ہی قیمین کو دورے کے علاوہ دیگر ضروریاتِ تنظیم پر بھی اس فنڈ سے رقم صرف کرنے کی اجازت دی جائے۔ جس کے بعد دو عملی کی ضرورت باقی نہیں رہے گی، اور جماعت کے کام ہر جگہ یکسانی کے ساتھ انجام پا سکیں گے۔ اس تناسب کے اضافہ سے ایک فائدہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے اس کے بعد بہت سے حلقوں کے بیت المالوں کی آمدنی اتنی ہونے لگے کہ ہم اس کے اعتماد پر ان حلقوں کے لیے ہمہ وقتی قیمین کی خدمات حاصل کر سکیں۔

شق ۷، کی تشریح میں فرمایا کہ یہ دس فی صد درحقیقت جماعتوں کی کل آمدنی کا محض ۴ فیصد حصہ ہے اور جماعتوں کے بیت المالوں کا اس وقت جو حال ہے اس کو دیکھتے ہوئے اس سے مرکز کو نہایت حقیر رقم وصول ہونے کی توقع ہے تاہم اس سے مرکز کی طرف سے جو ہمہ وقتی قیمین کام کریں گے، اس رقم سے ان کے کفاف کا بندوبست ہو سکے گا اور بوقت ضرورت اس رقم سے مرکز کی دیگر ضروریات بھی پوری کی جا سکتی ہیں۔ جن کے لیے جماعتوں سے کسی اور شکل میں شاذ و نادر ہی کوئی امداد ملتی ہے۔ اس تشریح کے بعد امیر جماعت نے ارکان سے ان تجاویز کے بارے میں اُن کی رائیں طلب کیں۔ ارکان شوریٰ نے شق ۷، میں یہ تبدیلی چاہی کہ دس فیصد کے بجائے بیس فی صد کر دیا جائے۔ جسے امیر جماعت نے منظور کر لیا اور بقیہ باتیں بالاتفاق طے ہو گئیں۔ البتہ ایک رکن نے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ جماعتوں کی رپورٹیں اگر براہ راست مرکز نہیں آئیں گی اور ان سے واقفیت کا دارومدار محض

قیمین کی رپورٹوں پر ہوگا تو شاید مرکز کو جماعتوں کا حال پوری طرح معلوم نہ ہو سکے۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ رپورٹیں وقت پر نہ آئیں۔ اس کے جواب میں امیر جماعت نے فرمایا کہ؛

آئندہ مرکزی دفتر میں اس بات کا خاص اہتمام کیا جائے گا کہ قیمین کی رپورٹیں طے شدہ نقشے کے مطابق وقت کی پابندی کے ساتھ آیا کریں اور ان ہی رپورٹوں کو سامنے رکھ کر ماہانہ ایک مرکزی رپورٹ تیار ہوا کرے گی۔ جس کے ذریعہ ہر جماعت کا پورا نقشہ ہر ماہ خود میرے علم میں بھی آتا رہے گا اور اس طرح اس بات کا کم اندیشہ ہے کہ قیمین کی رپورٹیں نہ آسکیں یا ان سے جماعتوں کا بقدر ضرورت حال معلوم نہ ہو سکے۔ علاوہ بریں رپورٹوں کے علاوہ جماعتوں سے ربط و واقفیت کے اور بھی ذرائع ہیں جو بہر حال باقی رہیں گے بلکہ امید ہے کہ رپورٹوں کا بار ہلکا ہو جانے کے بعد قیم جماعت اور دوسرے متعلقین دفتر ان جماعتوں سے براہ راست شخصی روابط پیدا کرنے کے لیے زیادہ وقت نکال سکیں گے۔

اس تشریح کے بعد اس رکن نے بھی اظہار اطمینان کیا۔

تعلیمی مسئلہ

دوسرے دن کی پہلی نشست میں ایجنڈے کی دفعہ ۵-۷ سے وقت کے جدید تقاضوں اور ان کے مطابق آئندہ کام کے نقشہ پر غور و فکر شروع ہوا۔

یہ بات شروع ہی میں طے پا گئی کہ مسلمانوں کے ضمن کا سب سے اہم مسئلہ اس وقت بنیادی تعلیم کا ہے اور یہی وہ مسئلہ ہے جس کے سلسلہ میں ہم جماعتی طور سے کچھ نہ کچھ کام کر سکتے ہیں اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ اسی دفعہ کے تحت دفعہ ۱۶، ۱۷ پر بھی غور کر لیا جائے۔ جن کا تعلق عام دینی تعلیم کی اشاعت و ترویج اور اس کے سلسلہ میں دوسری جماعتوں کے ساتھ تعاون و اشتراک عمل

کرنے سے ہے۔

سب سے پہلے امیر جماعت نے اس غیر رسمی بات چیت کی روئیداد پیش کی جو اُن کے اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ایڈیٹر الفرقان کے درمیان ہوئی تھی۔

مجلس شوریٰ نے اس روئیداد کو سننے کے بعد یہ خیال ظاہر کیا کہ بحالات موجودہ جبکہ ملک میں کوئی بھی ایسی جماعت موجود نہیں ہے جو مسلمانوں کے تعلیمی امور کو تنہا احسن طور پر انجام دے سکے۔ مذہبی تعلیم کے بندوبست وانتظام کی مناسب شکل وہی ہو سکتی تھی جو مذکورہ غیر رسمی بات چیت میں زیر بحث آئی تھی اور جس پر گفتگو کے ہر سہ ارکان نے اپنی انفرادی حیثیتوں میں اتفاق رائے کیا تھا، یعنی یہ کہ:

اس مسئلہ (مسلمانوں کے مذہبی تعلیم کے مسئلہ) کی غیر معمولی وسعت اور مسلمانوں کی موجودہ غیر منظم وانتشاری حالات کے پیش نظر خاص اس مقصد کے لئے ایک مستقل مشترکہ بورڈ بنایا جائے جس کے سامنے صرف یہی مہم ہو اور مسلمانوں کی ان مختلف جماعتوں کی مخلصانہ تائید اور دیانت دارانہ تعاون اس کو حاصل ہو، جو اپنی مذہبیت اور فکر دینی کی وجہ سے اس مسئلہ سے خاص دلچسپی رکھتی ہوں اور جن کے اثر ورسوخ کا کوئی معتدبہ حلقہ اور دائرہ ہو۔

لیکن چونکہ جمعیۃ العلماء کی مجلس عاملہ منعقدہ ۱۸، ۱۹ دسمبر ۱۹۵۰ء نے اس تجویز سے اتفاق[1] نہیں کیا اور اس کی بجائے اس نے یہ طے کیا ہے کہ وہ تنہا اپنی ذمہ داری پر یہ کام بحسن وخوبی انجام دے سکتی ہے اس لیے ارکان شوریٰ کی یہ رائے ہوئی کہ مشترکہ بورڈ کے طریق کار کو نظری حیثیت سے صحیح تسلیم کرتے ہوئے اور

---

[1] جمیعتہ العلماء کی مجلس عاملہ کا ریزولیوشن صفہ ۸۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔

آئندہ اگر اس طرح کے کسی مشترک بورڈ کے قیام کے امکانات پیدا ہوسکیں تو اس کے ساتھ اپنے سابقہ مشروط تعاون کی پیش کش کو برقرار رکھتے ہوئے فی الحال ہمیں بنیادی تعلیم کے ضمن میں اپنی ذمہ داریاں اپنے طور سے ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اس ضمن میں امیر جماعت نے تجاویز کا ایک مسودہ پیش کیا جس سے بالکلیہ اتفاق کیا گیا۔ یہ مسودہ درج ذیل ہے۔

۱۔ جماعت اسلامی جس خدا پرستانہ نظریۂ حیات کی ترویج و اشاعت کے لیے قائم ہوئی ہے اس کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ وہ غلط تعلیم اور اس کے مضر اثرات کی روک تھام اور صحیح تعلیم اور اس کے صحیح اثرات کی ترویج و اشاعت کی طرف خاص طور سے توجہ مبذول کرے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ حکومت کے زیر اہتمام جو نصابِ تعلیم رائج کیا جا رہا ہے وہ نہ صرف یہ کہ صحیح مذہبی اور اخلاقی تصورات سے خالی ہے بلکہ اس کو کچھ اس انداز میں ترتیب دیا جا رہا ہے کہ اس وقت تک مسلم و غیر مسلم بچوں میں ماحول وغیرہ کی بدولت جو تھوڑا بہت مذہبی اور اخلاقی حس پایا جاتا ہے یہ نصابِ تعلیم اس کو بھی ختم کر دینے والا ہے۔

۲۔ تعلیم کے ان مضر اثرات کی روک تھام اور اس کے مقابلہ میں صحیح تعلیم کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں ہم جو تھوڑی بہت کوشش عمل میں لا سکتے ہیں اس کی صحیح نوعیت ہمارے مقصد اور طریق کار کے مطابق تو یہ ہونی چاہیئے کہ ہم اس مسئلہ کو صرف مسلمانوں کا کوئی مخصوص مسئلہ سمجھ کر کوئی قدم نہ اٹھائیں بلکہ اس کو ملک کا ایک عمومی مسئلہ سمجھتے ہوئے جس کا تعلق ہر قوم اور پورے ملک کے مفاد سے ہے اُسے عمومی شکل میں سامنے لاکر اسی حیثیت سے اس پر اپنی کوشش صرف کریں لیکن چونکہ بدقسمتی سے ملک کی عام حالت اس مسئلہ پر ابھی اس حیثیت سے غور کرنے کے لیے تیار نہیں ہے اور نہ ہم اس حیثیت سے اس کو اپنا کر

اس سلسلہ میں کوئی خاص مفید خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ اس لیے سردست اپنے نظریۂ تعلیم کی عمومی تبلیغ کے ساتھ ہمیں اس مسئلہ کی عملی کوششوں کو صرف مسلمانوں کے دائرہ تک محدود رکھنا چاہیے۔

۳۔ مسلمانوں کے تعلیمی مسائل میں اس وقت اہم ترمسئلہ جس کی طرف بیش از بیش توجہ کی ضرورت ہے اور جس کے سلسلہ میں ہماری کوششیں کچھ کارآمد ثابت ہوسکتی ہیں وہ مسلمان بچوں کی ابتدائی مذہبی تعلیم کا مسئلہ ہے۔ جس کی طرف ہم پہلے سے بھی کچھ نہ کچھ توجہ دیتے رہے ہیں لیکن اب حالات اس کی طرف کچھ زیادہ توجہ مبذول کرنے کے داعی ہیں۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ حکومت کے زیر اہتمام ابتدائی تعلیم کا جو نصاب رائج کیا جارہا ہے وہ اپنی مختلف حیثیتوں میں مسلمان بچوں کی اسلامیت کے لیے انتہائی تباہ کن ہے۔

۴۔ ابتدائی تعلیم کی ترویج واشاعت کے سلسلہ میں ہم ہراس جماعت کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں جس کا مقصدِ تعلیم اور طریقۂ تعلیم بنیادی طور سے ہمارے مقصد اور طریقہ کے خلاف نہ ہو۔ اس کے لیے رفقاء کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جن مقامات پر مسلمانوں کی کسی جماعت کی طرف سے ابتدائی تعلیم کے سلسلہ میں کوئی کوشش عمل میں لائی جارہی ہو اور وہ جماعت اس کے سلسلہ میں ان کے تعاون اور اشتراک کی خواہش مند ہو تو خواہ اس جماعت کی عمومی دعوت و مسلک سے ہمیں اتفاق ہو یا اختلاف، وہاں ہمارے رفقاء، مذکورہ بالا شرط کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے ساتھ اشتراک عمل کرسکتے ہیں بشرطیکہ کام کی صحیح نوعیت سے آگاہ کرکے مرکز سے پہلے سے اجازت حاصل کرلی جائے۔ البتہ اس سلسلہ میں اپنے عام اصول کے تحت اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ :

(الف) ہمارا یہ اشتراک وتعاون تعلیم کی حد تک محدود ہو اور اس میں اس بات

کالحاظ رکھا جائے کہ ہمارا یہ تعاون اس بات پر محمول نہ کیا جا سکے کہ ہم جس جماعت کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں اس کی عمومی دعوت و مسلک سے بھی ہمیں لازماً اتفاق ہے۔

(ب) اس کی کسی انتظامی کمیٹی میں اس وقت تک باقاعدہ شرکت نہ کی جائے جب تک اس میں ہماری حیثیت یہ نہ ہو کہ ہم اس کو اپنے اصول و مسلک کے خلاف چلنے سے روک سکیں۔

(ج) مالی نظم و انتظام سے اپنے کو علیحدہ رکھا جائے۔

۵۔ تعلیمی کام کو اپنے طور سے انجام دینے کے لیے ہمیں حسب ذیل طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے:

(الف) جماعت کے نظریہ تعلیم کو عملاً بروئے کار لانے کے لیے مرکز میں جو ابتدائی درس گاہ قائم کی گئی ہے اس کو زیادہ سے زیادہ وسیع اور مضبوط کرنے کے لئے جدوجہد تاکہ اس میں زیادہ سے زیادہ ایسے بچوں کے لیے گنجائش نکل سکے جن کے والدین اپنے بچوں کو صحیح اسلامی تعلیم و تربیت دلانے کے لیے آمادہ ہیں۔

(ب) جن مقامات پر جماعت کے اتنے اور ایسے افراد موجود ہوں جو بآسانی مرکزی درس گاہ کے نمونہ پر کوئی ذیلی درس گاہ قائم کر سکیں، ان کو اس کی طرف متوجہ کرنا اور بشرط گنجائش ان کی مالی مدد کرنا۔

(ج) مرکزی درس گاہ کے نصاب تعلیم کو مسلمانوں کے دوسرے مدارس و مکاتب میں مقبول و رائج کرنے کے لیے جدوجہد کرنا۔

(د) نصاب تعلیم کے مطابق درسیات کی تیاری اور اس سلسلہ میں جو کتابیں شائع ہو چکی ہیں یا آئندہ شائع ہوں گی ان کو مدارس و مکاتب کے علاوہ عام مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کرنا۔

(ہ) مسلمانوں میں عام دینی تعلیم کی ضرورت کا احساس پیدا کرنا اور اس بات

پر آمادہ کرنا کہ وہ اس زمانہ میں خصوصیت کے ساتھ اپنے بچوں کو مذہبی تعلیم دلانے کی طرف متوجہ ہوں اور اس کا اپنی طرف سے معقول بندوبست کریں۔

(د) جن مقامات پر رفقاء جماعت مرکزی درس گاہ کے نمونے پر کوئی ذیلی درس گاہ قائم نہ کر سکیں وہاں کے رفقاء کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ مسلمان بچوں کو مذہبی تعلیم سے قریب کرنے کے لیے فی الحال حسب ذیل طریقہ اختیار کریں:

(الف) سب سے پہلے مسلمانوں میں مذہبی تعلیم کی ضرورت کا احساس پیدا کیا جائے۔

(ب) جب یہ محسوس ہو کہ ان کے اندر یہ احساس کچھ پائیدار حد تک پیدا ہو گیا ہے تو ان کو تعلیم کے عملی انتظام کی طرف توجہ دلائی جائے۔

(ج) حتی الوسع اس کے انتظامی شعبوں بالخصوص مالیات سے اپنے کو الگ رکھا جائے لیکن اگر لوگوں کا اعتماد مجبور کرے اور اس سے کام میں خوبی پیدا ہونے کی توقع ہو تو شرکت بھی کی جا سکتی ہے۔

(د) مرکزی درس گاہ کے نصاب سے متعارف کرایا جائے لیکن اس کے لیے اصرار نہ کیا جائے کہ وہ بعینہٖ کسی درس گاہ میں رائج ہو۔ اس میں مقامی ضروریات و حالات کے تحت تبدیلی کی جا سکتی ہے البتہ اس تعلیم کا جو دینی پہلو ہے، وہ کسی حال میں نظر انداز نہ ہونے دیا جائے۔

(ہ) غیر مستطیع طلباء کو فیس طعام وغیرہ سے معاف رکھا جائے، البتہ جو طلباء فیس دے سکتے ہوں ان سے ماہانہ ایک مقررہ فیس جو اُن کی مجموعی مالی حالت اور مصارف مدرسہ کے پیش نظر مقرر کی گئی ہو، وصول کی جا سکتی ہے۔

(و) اس طرح کے مکاتب کے لیے بشرطِ گنجائش و باجازتِ مرکز، مقامی یا حلقہ کے بیت المالوں سے مالی امداد بھی دی جا سکتی ہے۔

۶۔ اساتذہ کی تربیت کا بندوبست مرکزی درس گاہ میں کیا جائے تاکہ مرکزی درس گاہ کی شاخوں اور مکاتب کے لیے لائق اساتذہ فراہم کیے جا سکیں۔ اس تربیت کے لیے ماہرین تعلیم کے مشوروں سے ایک علیحدہ پروگرام تیار کیا جائے۔

★ اس مسودے سے اتفاق رائے کرنے کے بعد اس سوال پر غور کیا گیا کہ ان تجاویز کو عملاً بروئے کار لانے کے لیے فی الحال ہمیں کیا کرنا ہے، اس سلسلہ میں حسب ذیل باتیں طے کی گئیں:۔

۱۔ درسیات کی تیاری کے لیے افضل حسین صاحب ناظم درس گاہ زیادہ موزوں آدمی ہیں اس لیے ان کا وقت اس کام کے لیے فارغ کیا جائے اور درسیات کی تیاری کے دوران میں ان کا تعلق درس گاہ سے محض نگرانی اور ہدایت کی حد تک رہے اور ان سے متعلقہ اسباق کے پڑھانے کا کام کسی ایسے رفیق کے سپرد کیا جائے جو اس کام کے لیے موزوں ہو۔ خواہ موجودہ اساتذہ درس گاہ میں سے کوئی شخص ہو یا ان لوگوں میں سے جو تعلیم و تدریس کی ٹریننگ حاصل کرنے کے لیے یہاں آئیں گے یا بالمعاوضہ بھی کسی ایسے رفیق کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

۲۔ قیمین جماعت آئندہ تین ماہ کے اندر اپنے حلقوں کا جائزہ لے کر مطلع کریں کہ تعلیمی تجاویز کے کون کون سے حصے ان کے حلقوں میں بروئے کار لائے جا سکتے ہیں۔

۳۔ قیمین کو اپنے فرائض میں خاص طور سے یہ بات بھی شامل سمجھنی چاہیے کہ وہ درسیات شائع شدہ مرکز کو تمام مکاتب و مدارس اور اس کے ساتھ عام مسلمانوں میں پھیلانے کے لیے عملی جدوجہد عمل میں لائیں اور اپنی ماہانہ رپورٹوں میں اس جدوجہد کا تذکرہ کریں۔

۴۔ مکتبہ کی طرف سے ان کتابوں کے باقاعدہ اعلان کا معقول انتظام کیا جائے

۵۔ اجتماعات کے ذریعہ مسلمانوں میں مذہبی تعلیم کا احساس پیدا کرایا جائے، اور جماعتی اخبارات و رسائل کو بھی اس کی طرف توجہ کرنے کی ہدایت کی جائے۔

● اس کارروائی کے بعد دفعہ، پر تعلیم کے علاوہ دیگر پہلوؤں سے گفتگو شروع ہوئی۔ اس ضمن میں دو باتیں خصوصیت کے ساتھ زیر بحث آئیں۔

۱۔ مسلم و غیر مسلم عوام سے ربط۔

۲۔ کمیونزم کے بڑھتے ہوئے اثرات اور ان کے تدارک کی صورتیں۔

پہلی بات کے سلسلہ میں طے کیا گیا کہ:

۱۔ موجودہ حالات میں یہ ضروری ہے کہ خواص کے ساتھ عوام سے بھی زیادہ سے زیادہ ربط و ضبط پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ ان کو دین کے قیام کے کام میں حصہ لینے کے لیے تیار کیا جا سکے۔

۲۔ اب تک جو تدبیریں مثلاً تعلیم بالغان اور اجرا مکاتب وغیرہ اختیار کی جاتی رہی ہیں ان کے ماسوا بشکل وفود عوام تک پہنچنے اور ان سے گہرے شخصی روابط پیدا کرنے کے ذرائع فراہم کیے جائیں۔

۳۔ ان سے ذاتی میل و محبت پیدا کی جائے اور اُن کی مشکلات میں ان کی عملی ہمدردی کی جائے۔

۴۔ دین کی بنیادی باتوں سے انھیں زبانی یا بذریعہ آسان لٹریچر واقف کیا جائے۔

۵۔ اسلام کی صحیح تعبیر ان کے سامنے پیش کی جائے جس سے دین و دنیا کی تفریق کا تصور مٹ سکے اور وہ معاملات و اخلاق کو دین کا جز سمجھنے لگیں۔

۶۔ دوروں کے لیے سب سے پہلے کوئی خاص مقام تجویز کیا جائے، اور وہاں اتنے وقت تک قیام کیا جائے یا اتنی دفعہ جایا جائے کہ یا تو مذکورہ بالا

مقصد حاصل ہو جائے یا خدا نخواستہ اس طرف سے بالکلیہ مایوسی ہو جائے۔

۷۔ دوروں میں جزوی اختلافی باتوں سے کسی طرح تعرض نہ کیا جائے اور اگر اس کے مواقع پیش آجائیں تو ان سے حکمت کے ساتھ درگزر کیا جائے۔

• غیر مسلم عوام سے ربط کے سلسلہ میں حسب ذیل اصول ملحوظ رکھے جائیں:

۱۔ ان سے میل جول پیدا کیا جائے اور اپنے اچھے برتاؤ کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی نفرت کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

۲۔ ان کے ساتھ بات چیت کرنے میں متانت اور سنجیدگی اور ساتھ ہی دعوت اور داعی کے وقار و عزت کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔

۳۔ دعوت پیش کرنے میں حسب ذیل ترتیب ملحوظ رکھنی چاہیے۔

(ا) ابتدائی ملاقاتیں جو محض ربط و ضبط قائم کرنے کے لیے ہوں۔

(ب) عام دل چسپی کے مسائل پر بات چیت اور ان کے ضمن میں خدا پرستی کی دعوت۔

(ج) خدا پرستی کی مسلمہ بنیادوں پر متفق کرنے کی کوشش۔

(د) ان مسلمہ بنیادوں کے تقاضوں کی توضیح۔

• کمیونزم کے سلسلہ میں طے کیا گیا کہ:

۱۔ جماعت کی طرف سے ایسی کتابیں شائع کرنے کی ضرورت ہے جن سے مسلم عوام اس فتنہ کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ خاص طور سے کمیونزم اور اسلام کا مقابلہ کر کے یہ دکھانے کی ضرورت ہے کہ ان دونوں میں باہم کتنا تضاد ہے اور یہ کہ اسلام کس طرح ان مشکلات کو حل کرتا ہے جن کے ازالے کے لیے کمیونزم کا سہارا ڈھونڈا جا رہا ہے اس طرح کی کتابیں لکھنے کے لیے کچھ اشخاص کے نام تجویز کیے گئے اور طے کیا گیا کہ ان کو اس سلسلہ میں ہر طرح کی امداد بہم پہنچائی جائے۔

۲۔ جماعتوں کو متوجہ کیا جائے کہ اجتماعات وغیرہ کے موقع پر کمیونزم کے سلسلہ

میں لوگوں کا ذہن صاف کرنے کی خاص طور سے کوشش کی جائے۔

اس دفعہ کے ذیل میں یہ بھی طے کیا گیا کہ رفقاء کو ہدایت کی جائے کہ ہندوستان میں اپنی ان ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس کریں جو کہ اقامت دین کے سلسلہ میں ان پر عائد ہوتی ہیں اور غیر متعلق امور اور دلچسپیوں سے الگ ہو کر اپنے اصلی فرائض کو اپنی توجہات کا مرکز قرار دیں اور ملک کے جماعتی اخبار ورسائل سے اپنا زیادہ سے زیادہ لگاؤ پیدا کریں، وقت کے جدید تقاضوں کے ضمن میں یہ بات بھی معرضِ بحث میں آئی کہ ہندی اخبارات ورسائل میں بسا اوقات ایسے مضامین شائع ہوتے ہیں جو دین کے صحیح تصورات کے منافی ہیں، طے کیا گیا کہ اس طرح کی باتوں پر نگاہ رکھی جائے اور ان کے ازالہ کی مناسب تدابیر بروئے کار لائی جائیں۔

اس کے بعد ترجمۂ قرآن پاک کی ہندی کی اشاعت پر غور کیا گیا۔ بعض ارکان کی رائے تھی کہ اس سے زیادہ بعض اور ضروری کام سرمایہ کی کمی کی وجہ سے رُکے پڑے ہیں۔ اس لئے فی الحال اس کی اشاعت کو مؤخر کر دیا جائے۔ لیکن ہندی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کی ضرورت واہمیت کے پیش نظر اس رائے سے اتفاق نہیں کیا گیا اور یہ طے کیا گیا کہ فی الحال کم از کم مقدمہ اور سورۂ بقرہ کے ترجمہ کو شائع کرنے کا انتظام کیا جائے لیکن اس سے پہلے ضروری ہے کہ ترجمہ کی صحت کی طرف سے پورا پورا اطمینان کر لیا جائے۔ فی الحال حافظ امام الدین صاحب رام نگری اپنی علالتِ طبع کے باوجود نظر ثانی کا کام انجام دے رہے ہیں۔ لیکن قرآن کی عظمت اور اہمیت کے پیش نظر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ماسوا کسی اور لائق ہندی داں سے بھی اس کی نظر ثانی کرائی جائے اور ابھی کچھ ترجمہ کا کام بھی باقی ہے۔ اس لیے خیال کیا گیا کہ طبع واشاعت کے کام میں ابھی کافی تاخیر ہوگی۔

اس کے بعد تامل، ملیالم اور گجراتی دارالاشاعتوں کی بقا و ترقی کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔

سب سے پہلے ان دارالاشاعتوں کی رپورٹیں پڑھ کر سنائی گئیں۔

ملیالم دارالاشاعت کے حسابات میں یہ سقم نظر آیا کہ تنظیم جماعت کے سلسلہ کے مصارف بھی دارالاشاعت کے حسابات میں داخل کر دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ ناظم دارالاشاعت اور قیم حلقہ ایک ہی شخص جناب وی، پی محمد علی صاحب ہیں۔ چنانچہ انھیں ہدایت کی گئی کہ آئندہ وہ دونوں سلسلوں کے حسابات الگ الگ رکھا کریں۔

ملیالم دارالاشاعت میں بعض کتابوں کی طباعت کے لیے کچھ روپوں کی امداد طلب کی گئی تھی لیکن اس کے لیے مرکزی بیت المال میں گنجائش نہیں نکالی جاسکی۔ چنانچہ کہا گیا کہ قرض رقم کے ذریعہ فی الحال اس کا انتظام کیا جائے۔

گجراتی دارالاشاعت کے سلسلے میں طے ہوا کہ فی الحال اس کا کام تقریباً بند سا ہے اس لیے آئندہ انتظام ہونے تک دارالاشاعت کی تمام کتابیں مقامی جماعت بمبئی کے پاس منتقل کر دی جائیں اور وہاں سے ان کی فروخت کا انتظام کیا جائے اور مناسب حالات پیدا ہونے پر دارالاشاعت کے کام کو دوبارہ شروع کرنے پر غور کیا جائے گا۔

تامل دارالاشاعت کا معاملہ بھی اسی ضمن میں زیر بحث آیا لیکن چونکہ مولانا عبدالجبار شریف صاحب ناظم دارالاشاعت ایک دوسرے معاملے کے ضمن میں اسی دن شام کو مرکز تشریف لے آنے والے تھے۔ اس لیے طے کیا گیا کہ اس مسئلہ پر ان کی موجودگی میں غور کیا جائے۔ چنانچہ یہ ملتوی کر دیا گیا۔

جدید لٹریچر

جدید دعوتی لٹریچر تیار کرنے کے سلسلے میں طے کیا گیا کہ فی الحال چھ مہینہ کے لیے مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی

ترجمہ وتفسیر قرآن کا کام ملتوی کر کے ضروری لٹریچر تیار کرنے کا کام انجام دیں اور اس دوران ایسے اشخاص کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے یا ایسے اشخاص تیار کیے جائیں جو اس کام کو آئندہ انجام دے سکیں۔ یہ خیال کیا گیا کہ مقدمۂ قرآن تیار کر لینے کے بعد مولانا صدرالدین صاحب لٹریچر کی تیاری کا کام شروع کریں تو مناسب ہوگا۔

ذیلی مکتبوں کے ضمن میں حافظ عبدالتواب صاحب کی تجاویز پر غور کیا گیا اور طے کیا گیا کہ مکتبہ کی تنظیم جدید کے وقت ان تجاویز سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے۔ اسی نشست کے دوران میں عبدالجبار شریف صاحب کا خط آگیا کہ وہ بعض ناگہانی مجبوریوں کی بنا پر وقت مقررہ پر مرکز نہیں آسکیں گے۔ اس لیے تامل دارالاشاعت کا مسئلہ دوبارہ زیر بحث آیا۔ دارالاشاعت اور اس کے جملہ متعلقات پر غور کرنے کے بعد یہ طے کیا گیا کہ اس کا انتظام عبدالجبار شریف صاحب کے بجائے شیخ عبداللہ صاحب قیم حلقہ تامل ناڈ کے سپرد کیا جائے۔ تقریباً دو سال پہلے جب امیر جماعت نے کوئمبٹور کے اجتماع میں شرکت کی تھی تو اسی وقت یہ تجویز زیر بحث آئی تھی اور اکثر ارکان نے دارالاشاعت کے انتظام کے لیے شیخ صاحب کے نام کی سفارش کی تھی لیکن اس وقت یہ کام ان کے سپرد اس لیے نہیں کیا جا سکا کہ خود شیخ صاحب کی خواہش تھی اور جماعت کے کام کے سلسلہ میں امیر جماعت نے بھی اسے مناسب سمجھا تھا کہ وہ اپنا کچھ وقت تامل زبان کی تحصیل کے لیے فارغ کر سکیں۔ چنانچہ عارضی طور سے یہ دارالاشاعت کا انتظام عبدالجبار شریف صاحب کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ خیال کیا گیا چونکہ تامل ناڈ کے قیم وہی ہیں اور آئندہ ان کو جماعت کے کام کے لیے بالکلیہ فارغ کرنے کی بھی تجویز زیر غور ہے۔ اس لیے اس سے قطع نظر کہ انھوں نے اس دوران میں تامل زبان کتنی سیکھی ہے، دارالاشاعت کا کام ان کے متعلق کر دینا چاہیئے۔ اس سے ان کو جماعت کے کام کے لیے فارغ

کرنے میں بھی سہولت ہوگی۔ کیونکہ ان کا کچھ بار دارالاشاعت پر بھی ڈالا جا سکتا ہے اور شاید اسی کے ضمن میں وہ اپنی یہ خواہش یا ضرورت بھی پوری کر سکیں گے کہ تامل زبان میں ان کو پوری مہارت حاصل کرنی ہے۔ جس کے لیے وہ موجودہ مشغولیتوں میں بہ مشکل وقت نکال سکتے ہیں۔

اس کے بعد دفعہ نمبر ۷ کے تحت اس سوال پر مزید غور ہوا کہ دینی تعلیم کے علاوہ مسلمانوں کے دیگر تمدنی و تہذیبی مسائل کیا ہیں؟ اور ان کے ضمن میں ہم اپنے طور سے یا دوسری مسلم جماعتوں کے تعاون کے ساتھ کیا کام کر سکتے ہیں؟ اور ان جماعتوں کے ساتھ تعاون کے کیا حدود ہو سکتے ہیں؟ غور و بحث کے بعد یہ طے کیا گیا کہ مسلمانوں کے مسائل کے ضمن میں بہ حیثیت جماعت ہم اپنی عملی سرگرمیاں صرف دینی تعلیم تک وسیع کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر مسائل میں ہمارے عملی حصہ لینے کی نہ گنجائش ہے اور نہ یہ اصولاً ہمارے لیے مناسب ہے۔ البتہ ہم ان مسائل سے متعلق صحیح اسلامی اصولوں کی توضیح ہی کر سکتے ہیں اور افراد جماعت ان مسائل سے متعلق کسی ایسے مسئلہ میں اپنی انفرادی حیثیت سے حصہ بھی لے سکتے ہیں جس میں حصہ لینا ان کے اصول کے منافی نہ ہو۔

ثانوی تعلیم

اس بحث سے فارغ ہونے کے بعد ثانوی تعلیم کا مسئلہ زیرِ بحث آیا۔ مرکز میں اس سلسلہ میں جو انتظام کیا گیا ہے اور یہ کام اس وقت جس طرح اور جس پیمانے پر ہو رہا ہے پہلے اس کی تفصیل بتائی گئی جس کے سننے کے بعد یہ طے کیا گیا کہ ثانوی تعلیم کے لیے ایک مزید اچھے استاد کا تقرر کیا جائے جو دینی علوم میں کافی دستگاہ رکھتا ہو۔ اور اس کے لیے چند نام بھی زیرِ غور آئے، لیکن آخری فیصلہ امیر جماعت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا۔

ثانوی تعلیم سے متعلق مسائل کے بارے میں مشورہ دینے کے لیے ایک کمیٹی

بھی بنادی گئی جس کے ارکان حسب ذیل ہیں :

۱۔ شاہ ضیاء الحق صاحب ۲۔ مولانا صدر الدین صاحب اصلاحی

۳۔ افضل حسین صاحب ناظم درسگاہ ۴۔ مولانا سید حامد علی صاحب۔

تربیت گاہ تربیت گاہ جو مرکز میں قائم ہوئی ہے اس کے سلسلہ میں یہ عملی دشواری درپیش ہے کہ ہمارے بہت سے رفقاء اپنی معاشی دقتوں کی وجہ سے اپنے دور دراز علاقوں سے یہاں آنے میں زحمتیں محسوس کرتے ہیں چنانچہ اس کی بنا پر بعض لوگوں نے تجویز پیش کی تھی کہ مرکزی تربیت گاہ کو مستقلاً مرکز میں رکھنے کی بجائے اسے گشتی بنا دیا جائے تاکہ بہت سے رفقاء بسہولت اور زیادہ مصارفِ سفر خرچ برداشت کیے بغیر اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ لیکن مختلف پہلوؤں سے غور کرنے کے بعد یہ محسوس کیا گیا کہ تربیت گاہ کا حقیقی فائدہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب وہ مرکز میں ہو۔ کیوں کہ یہاں ماحول کی سازگاری کے علاوہ تربیت کی ایسی سہولتیں بھی حاصل ہیں جو کسی دوسری جگہ میسر نہیں آ سکتیں۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی محسوس کیا گیا کہ رفقاء کی دقتوں کا بھی کچھ نہ کچھ لحاظ کرنا ضروری ہے؛ اور اس کے لحاظ سے طے کیا گیا کہ :

۱۔ حتی الوسع تربیت میں آنے والوں کی معاشی مشکلات کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔ خصوصیت کے ساتھ جنوبی ہند کے رفقاء کی مشکلات کا زیادہ پاس و لحاظ کیا جائے۔

۲۔ رفقاء سے دریافت کرنے کے بعد ایک ایسا نقشہ تیار کیا جائے جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ کن کن مہینوں میں ان کی زیادہ تعداد شریک تربیت ہو سکتی ہے اور اس کے مطابق ان کو تربیت کے لیے بلایا جائے، اور جن مہینوں میں متوقع شریک ہونے والوں کی تعداد ناکافی معلوم ہو۔ ان مہینوں میں تربیت کا پروگرام ملتوی کر دیا

جائے تاکہ ناظم تربیت گاہ کو خود اپنی ذاتی علمی ارتقا، یا ذیلی مراکز کی دیکھ بھال یا تربیت کے موضوع پر کسی کتاب کی تصنیف کے لیے کچھ وقت مل سکے۔ ان مہینوں میں آنے والوں کا نام کسی اور مہینے میں آنے والوں کے ساتھ شامل کر دیا جائے۔

۳۔ قیمین اور ایسے رفقا کی فہرست طلب کی جائے جن کا تربیت پانا۔ جماعت کے لیے زیادہ مفید ہو اور جو اپنے طور پر بھی تربیت کے کام کو اپنے حلقوں میں سنبھال سکیں۔

گشتی تربیت گاہ

یہ بات شدت کے ساتھ محسوس کی گئی کہ ہر رفیق کا مرکزی تربیت گاہ میں آنا گوناگوں وجوہ سے ازبس ضروری ہے لیکن اس بات کے پیش نظر کہ ہمارے بہت سے رفقا اپنی واقعی مجبوریوں کی وجہ سے ابھی عرصہ تک اس قابل نہیں ہو سکیں گے کہ وہ یہاں مرکزی تربیت گاہ میں آسکیں۔ یہ مناسب سمجھا گیا کہ مرکزی تربیت گاہ کے ساتھ گشتی تربیت گاہ کا بھی انتظام کیا جائے۔ اس کے لیے یہ شکل تجویز کی گئی کہ جن مقامات پر زیادہ سے زیادہ رفقا جمع ہو سکیں اور مکان وغیرہ کی سہولتیں آسانی سے بہم پہنچ سکیں، وہاں متعینہ تاریخوں میں متعین مدت کے لیے گشتی تربیت گاہ کا انتظام کیا جائے۔ جس میں مقامی اہل علم کے ساتھ مرکز سے بھی دو ایک رفقا مع ناظم تربیت گاہ لازمی طور سے شریک ہوں۔

طے پایا کہ اس طرح کی گشتی تربیت گاہ کے انتظام کے لیے قیمین کو لکھا جائے اور ان کے مشوروں کے مطابق اس کا پروگرام بنایا جائے۔

مقامی تربیت گاہ

یہ محسوس کیا گیا کہ مرکزی تربیت گاہ اور گشتی تربیت گاہ کے بعد بھی رفقاء کی مستقل تربیت کی ضرورت بہرحال باقی رہ جاتی ہے۔ اس لیے طے کیا گیا کہ قیمین اور امرار مقامی کو توجہ دلائی جائے

کہ وہ اپنے حلقہ کے رفقاء کی تربیت کا اپنے حلقوں میں خصوصی مستقل انتظام کریں۔

تربیت گاہ کے سلسلہ میں ناظم تربیت گاہ کی رپورٹ کا حصہ تعجب سے سنا گیا کہ باوجود کئی بار یاد دہانی کے ابھی تک رفقاء کی ایک معتدبہ تعداد نے اب تک یہ اطلاع نہیں دی ہے کہ وہ تربیت کے لیے کب آنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے ان کو اطلاعی خطوط نہ ملے ہوں۔ اس لیے طے کیا گیا کہ ان لوگوں کو اس کے متعلق دوبارہ لکھا جائے۔ کیوں کہ تربیت میں آنا ہر رفیق کے لیے ضروری ہے۔ الّا یہ کہ اس نے امیرِ جماعت سے اجازت لے کر اپنے کو مستثنیٰ کرا لیا ہو۔

سالانہ اجتماع

سالانہ اجتماع کے مسئلہ پر دیر تک گفتگو ہوئی، اور اس ضمن میں جو خطوط رفقاء جماعت کے آئے ہوئے تھے، وہ پڑھ کر سنائے گئے۔ جماعتوں کی پیش کش پر بھی غور ہوا اور آخر میں امیر جماعت کے اس فیصلہ پر سب نے اتفاق کیا کہ سالانہ اجتماع مرکز میں ہو۔ جس میں جنوبی ہند کے صرف نمائندے مدعو کیے جائیں اور شمالی ہند کے رفقاء کو بھی یہ سہولت دی جائے کہ وہ علاوہ عذر شرعی کے اپنی دیگر قابل لحاظ معاشی وغیرہ معاشی مشکلات کی بنا پر بھی شرکت سے مستثنیٰ قرار دیے جا سکتے ہیں لیکن ان کو اس کے متعلق خط لکھ کر مرکز سے باقاعدہ اجازت حاصل کرنی چاہیے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی طے ہوا کہ اس مرکزی اجتماع کے پانچ، چھ ماہ بعد جنوبی ہند کا ایک علیحدہ اجتماع ہونا چاہیے جس میں شمالی ہند کے نمائندے شریک ہوں، اس اجتماع کے لیے مقام کی تعیین ابھی نہیں کی گئی۔ اس کا فیصلہ بعد کو جنوبی ہند کے رفقاء کے مشوروں کے بعد کیا جائے گا۔ مرکزی اجتماع کی تاریخ کا اعلان بھی بعد کو کیا جائے گا۔ امید ہے مارچ کے آخر یا شروع اپریل کی تاریخوں میں یہ اجتماع منعقد ہو سکے گا۔

اس کارروائی کے بعد جناب محمد یونس صاحب جو اپنی اہلیہ کو بسترِ علالت پر چھوڑ کر آئے تھے باجازت امیر واپس تشریف لے گئے۔ بعد کی کارروائیاں ان کی عدم موجودگی میں انجام پذیر ہوئیں۔

ریلیف فنڈ مظلومین حیدر آباد کی امداد کے لیے جماعت اسلامی حیدر آباد کی طرف سے جو ریلیف فنڈ قائم ہوا تھا۔ اس کا حساب پیش ہوا۔ معلوم ہوا کہ جس امدادی اسکیم کو جاری کرنے کے لیے یہ رقم فراہم کی گئی تھی، وہ اسکیم بعض موانع کی وجہ سے جو ہمارے قابو سے باہر ہیں بروئے کار نہیں لائی جاسکی۔ اس لیے اس فنڈ کا بیشتر سرمایہ ابھی تک محفوظ ہے، طے کیا گیا کہ اس فنڈ کا باقاعدہ حساب "الانصاف" اور "حیات نو" وغیرہ میں شائع کر دیا جائے، اور جو رقم باقی رہ گئی ہے، اس کے بارے میں حضرات معطیاں سے استصواب کر لیا جائے کہ وہ اپنی باقی ماندہ رقم واپس لینا چاہتے ہیں یا وہ اس کو مظلومین حیدر آباد کی کسی دوسری امداد کے سلسلے میں یا ان سے قطع نظر کسی اور مصرفِ خیر میں صرف کر دینا پسند کریں گے۔ یہ بھی طے ہوا کہ دو تین بار اعلان کے ایک ماہ بعد جن رقوم کے بارے میں کوئی جواب موصول نہیں ہوگا وہ حتیٰ الوسع حیدر آباد کے مظلومین پر یا دیگر ضروری رفاہی کاموں پر جو مناسب سمجھی جائیں صرف کر دی جائیں گی۔

معاشی اسکیم اس کے بعد رفقا کی معاشی پریشانیوں کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ یہ محسوس کیا گیا کہ ان کی معاشی پریشانیاں گوناگوں وجوہ سے دعوت کے لیے رکاوٹ ثابت ہو رہی ہیں۔ اس لیے ان کے ازالہ اور تخفیف کی تدابیر اختیار کرنا نفس دعوت کے پہلو سے نیز ان کی اخلاقی امداد کے پہلو سے ضروری ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بات بھی محسوس کی گئی کہ اس سلسلہ میں ہم جماعتی طور سے معلومات فراہم کرنے، اطلاعات بہم پہنچانے اور رفقا کو مناسب مشورہ

اور ہدایات دینے کے لئے اور کوئی کام فی الحال نہیں کر سکتے ہیں اور اسی کے ساتھ یہ بات بھی محسوس کی گئی کہ آئندہ اس سلسلے میں جو عملی کارروائیاں بھی شروع کی جائیں ان میں اس بات کا شدت سے لحاظ کیا جائے کہ معاشی تدابیر میں رفقاء کا انہماک یا مشغولیت اس طرح کی نہ ہو جو کسی پہلو سے تحریک کے لیے مضر ثابت ہو سکے۔

طے کیا گیا کہ ایک معاشی کمیٹی بنا دی جائے جو مذکورہ بالا باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے آئندہ کام کے واضح اور متعین خطوط طے کرے تاکہ اسی کے مطابق یہ کام باقاعدہ شروع کیا جا سکے۔ اس کمیٹی کے داعی جناب شاہ ضیاء الحق صاحب تجویز کیے گئے اور ارکان میں یوسف صاحب صدیقی اور سید عبدالقادر صاحب کے علاوہ کچھ ایسے رفقاء کے نام بھی شامل کر لیے گئے جو تجارتی معاملات کا ذاتی عملی تجربہ رکھتے ہیں۔

درس گاہ

اس کے بعد درس گاہ کا معاملہ زیر بحث آیا۔ اس نشست میں جناب افضل حسین صاحب ناظم درس گاہ اور محمد شفیع صاحب مونس اُستاد درس گاہ کو بھی خصوصی دعوت پر شریک اجتماع کر لیا گیا۔ سب سے پہلے درسگاہ کی رپورٹ پڑھی گئی۔ جس میں درس گاہ کی آئندہ ضروریات اور آئندہ سال کے میزانیہ کا بھی ذکر تھا۔ عام طور سے یہ محسوس کیا گیا کہ جن ضروریات کا رپورٹ میں تذکرہ کیا گیا ہے وہ کم سے کم ضروریات ہیں جو جماعت کی مرکزی درس گاہ کے لیے فراہم کی جانی چاہییں اور میزانیہ بھی کافی کفایت شعاری کے اصول پر مرتب کیا گیا ہے۔ لیکن امیر جماعت نے مرکزی درس گاہ کی آمد و خرچ اور متوقع آمدنیوں کا حال تفصیل سے بیان کیا تو معاً یہ محسوس کیا جانے لگا کہ یہ کم سے کم ضروریات بھی کس طرح پوری کی جا سکتی ہیں اور سال آئندہ کے میزانیہ کو برقرار رکھنے کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے، لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر تک باقی نہیں رہی۔ امیر جماعت کے اس سوال نے ارکان کو چونکا سا دیا کہ جب ایک بار پوری طرح غور کرنے کے بعد اور درس گاہ کی ضرورت پوری شدت،

کے ساتھ محسوس کرتے ہوئے یہ قدم اٹھایا جا چکا ہے تو کیا آگے بڑھنے کے سوا پیچھے قدم اٹھانے پر بھی غور کیا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب ہر طرف سے نفی میں تھا۔ امیرِ جماعت فرمایا کہ پھر جو کچھ کرنا ہے اللہ کے بھروسہ پر اس کو شروع کیجیے۔ اگر اس کام کی کوئی افادیت اللہ کی نگاہ میں ہے تو وہ ضرور اس کا انتظام فرمائے گا اور بہرحال درس گاہ کی مالیات ابھی مایوس کن نہیں ہیں۔ اس گفتگو کے بعد ہی ایک رکن شوریٰ نے توقع ظاہر کی کہ وہ واپس جاکر درس گاہ کے سلسلہ میں اپنی طرف سے ایک معقول رقم کا انتظام کر سکیں گے اور یہ توقع بھی ظاہر کی گئی کہ اگر رفقاء جماعت اس طرف متوجہ ہوں تو ایک مرکزی درس گاہ کا چلانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

بہرحال اس طرف سے پر امید ہو کر درس گاہ کے آئندہ پروگرام کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ البتہ میزانیہ کی ایسی مدات جو بالکل ناگزیر نہیں ہیں اور جن کو بعد کے کسی مرحلے کے لیے ملتوی کیا جا سکتا ہے، ان کو ملتوی کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جو باتیں ناگزیر سمجھ کر طے کی گئیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ آئندہ سال مزید نویں درجہ کا اضافہ کیا جائے۔

۲۔ ایک مزید استاد کا اضافہ کیا جائے۔

۳۔ دو درجوں کی تعلیم کے لیے درس گاہ سے متصل مکان میں معمولی سامان کے ساتھ دو کمروں کا انتظام کیا جائے۔ اس کے لیے بجٹ میں تین سو روپے کی رقم کا اندازہ پیش کیا گیا تھا۔

بچوں کو خیاطی سکھانے کے لیے ایک سینے کی مشین کی ضرورت کا اظہار کیا گیا تھا اس کے لیے طے ہوا کہ مشین خریدنے کی ضرورت نہیں ہے۔ الانصاف میں اشتہار دے دیا جائے کہ اگر کسی رفیق کے پاس کوئی مشین خالی ہو تو وہ اس کام کے لیے مستعار یا بطور عطیہ پیش کر دیں۔

مالیات

آخر میں یہ سوال سامنے آیا کہ جماعت کی ناگزیر ضروریات میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اس کے مقابلے میں آمدنی کے ذرائع نہایت مختصر اور محدود ہیں۔ اس لیے اس مسئلہ پر پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ مرکزی بیت المال کی آمدنی میں کس طرح اضافہ ہو۔ امیر جماعت نے مرکزی بیت المال کی حالت کا نقشہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ بیت المال کی آمدنی کا تمام تر دارومدار مکتبہ اور رفقاء کی مالی اعانت پر ہے لیکن جہاں تک رفقاء کی اعانت کا تعلق ہے وہ اکثر مقامات سے بمنزلہ صفر کے ہے اور دو چار جماعتوں کو چھوڑ کر بہت کم جماعتیں ایسی ہیں جنھوں نے مرکزی بیت المال کی امداد میں کوئی قابل ذکر حصہ لیا ہو جس کی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ ہمارے بہت سے رفقاء مرکزی ضروریات کے مقابلہ میں مقامی ضروریات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اس کی کچھ وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر رفقاء خود مالی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ اس لیے مقامی بیت المالوں کا حال بھی کچھ اچھا نہیں ہے اور اس کا لحاظ کرتے ہوئے ان سے امداد کے لیے کہنا خود بھی اپنی طبیعت پر بار گزرتا ہے۔

امیر جماعت کی زبانی یہ بات سن کر بعض ارکان نے تجویز پیش کی کہ ارکان یا جماعتوں کو اس کی ہدایت کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنی آمدنی کا کچھ متعین حصہ لازمی طور پر مرکزی بیت المال میں بھیجیں اور اسی طرح کی کچھ اور تجویزیں بھی پیش ہوئیں لیکن امیر جماعت نے کہا "جب تک کام چلایا جا سکتا ہے جماعت کی ضروریات کے ضمن میں بھی ارکان کے سامنے دست سوال پھیلانا طبعاً ان کو پسند نہیں ہے اور وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ ارکانِ جماعت اس بارے میں کسی تحریک یا اپیل کے محتاج ہوں۔ انھیں خود جماعت کی ضروریات کا اندازہ اور احساس ہونا چاہیے۔ لیکن ظاہر ہے یہ بات اسی وقت تک ممکن ہے جب تک کام کسی نہ کسی طرح چل سکتا ہو، ورنہ جب ضرورت مجبور کرے گی تو سب کچھ کرنا گوارہ ہوگا۔ یہاں تک کہ انھیں

مجبوراً یہ بھی کرنا پڑے گا کہ مقامی بیت المالوں کی چھوٹی بڑی کچھ آمدنی مرکزی بیت المال میں منتقل کرلی جائے، ارکان نے اس بات سے اتفاق کیا لیکن وہ اس ضرورت کا بار بار اظہار کرتے رہے کہ ارکان اور جماعتوں کو اس طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ بہرحال اس ضمن میں کوئی خاص بات اس کے سواطے نہیں ہوسکی کہ مکتبہ کی مالی حالت مستحکم بنانے کی کوشش کی جائے اور رفقاء کو متوجہ کیا جائے کہ وہ جماعتی ضروریات کا زیادہ سے زیادہ پاس ولحاظ کریں۔

اس کے بعد کچھ جزوی معاملات زیر بحث آئے۔ جن سے فارغ ہوکر سب نے مل کر اللہ سے دعا کی کہ جس مشکل فریضہ کو انجام دینے کے لیے جماعتِ اسلامی قائم ہوئی ہے اس کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ ہماری مدد ونصرت فرمائے، اور ہمیں ہمت و استقامت عطا فرمائے۔

اس کارروائی کے بعد اجتماع برخاست ہوگیا۔

(شائع شدہ زندگی فروری ۱۹۵۱ء)

حسب اعلان یکم مئی کو صبح ۷ بجے سے شوریٰ کی کارروائی شروع ہوئی۔ ارکانِ شوریٰ میں سے مندرجہ ذیل حضرات شریک ہوئے:

۱۔ محمد حسنین سید صاحب
۲۔ چودھری شفیع احمد صاحب
۳۔ محمد عبدالحی صاحب
۴۔ مولانا صدرالدین صاحب
۵۔ سید عبدالقادر صاحب
۶۔ محمد یوسف صاحب صدیقی
۷۔ مولانا اختر احسن صاحب
۸۔ سید حامد حسین صاحب
۹۔ وی پی محمد علی صاحب
۱۰۔ شاہ ضیاء الحق صاحب گنگوہی
۱۱۔ مولانا سید حامد علی صاحب اور قیم جماعت (محمد یوسف)

مولانا اختر احسن صاحب اصلاحی صرف پہلے اور دوسرے روز کے اجتماعات میں شریک رہے۔ اس کے بعد امیر جماعت کی اجازت سے اپنے صاحبزادے اور صاحبزادی کے عقد میں شرکت کے لیے واپس تشریف لے گئے، جس کی تاریخیں

اجتماعِ شوریٰ کی تاریخوں کے اعلان سے پہلے مقرر ہو چکی تھیں اور باوجود مولانا کی کوششوں کے بدلی نہیں جا سکیں۔ مولانا اپنے طور سے پورے اجتماعات میں شرکت کا تہیہ کیے ہوئے تھے لیکن امیر جماعت نے مخصوص حالات کی بنا پر یہ مناسب نہیں سمجھا کہ مولانا عقد کے موقع پر موجود نہ ہوں۔ چنانچہ ان کو بذریعہ تار اجتماع شروع ہونے سے دو تین روز پیشتر بلایا گیا تھا تاکہ ضروری مسائل پر تبادلۂ خیالات کے بعد ان کو عقد میں شرکت کے لیے فارغ کر دیا جائے۔

مولانا صبغۃ اللہ صاحب بختیاری اپنی علالت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے ارکان شوریٰ کے علاوہ مولانا حبیب اللہ صاحب چتر پور۔ محمد یونس صاحب حیدرآباد قیم حلقہ، حیدرآباد اور محمد اسحاق صاحب مدیر الانصاف کو بھی مدعو کیا گیا تھا لیکن مولانا حبیب اللہ صاحب اپنی علالت کی وجہ سے اور محمد یونس صاحب اپنی بعض خانگی مجبوریوں کی بنا پر تشریف نہ لا سکے۔ البتہ محمد اسحاق صاحب تشریف لائے تھے اور شریکِ اجتماع رہے۔

شوریٰ کا اجتماع یکم مئی ۱۹۵۲ء سے ۷ مئی کی صبح ۱۰ بجے تک ہوتا رہا۔ پہلے دن صبح اور سہ پہر کو صرف دو نشستیں ہوئیں، لیکن یہ محسوس کرتے ہوئے کہ اس طرح کام وقت پر ختم نہیں ہو سکے گا، روزانہ بعد مغرب ایک نشست کا اور اضافہ کر دیا گیا۔ پھر بھی مقررہ وقت پر کارروائی ختم نہ ہو سکی۔ اس لیے مزید ڈیڑھ یوم کا اضافہ کر دیا گیا۔

اس دوران میں کل پندرہ باقاعدہ نشستیں منعقد ہوئیں۔ ان نشستوں میں جو مسائل زیر بحث آئے اور ان کے سلسلے میں جو کچھ طے کیا گیا اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، اور نہ یہ عام لوگوں کے لیے چنداں مفید ہو سکتی ہے۔ اس لیے یہاں صرف عام دلچسپی اور ضرورت کی باتیں درج کی جاتی ہیں:

امیر جماعت نے شوریٰ کی کارروائی شروع کرتے ہوئے فرمایا کہ سب سے پہلے ایجنڈے کی دفعہ اول پر گفتگو کر لینی چاہیے کیوں کہ یہ تمام دفعات میں سب سے اہم اور بنیادی دفعہ ہے، یعنی جماعت کے موجودہ اور آئندہ لائحہ عمل کے متعلق غور و خوض۔ چونکہ ایجنڈا بھیجتے وقت ارکانِ شوریٰ کو لکھ دیا گیا تھا کہ ایجنڈے کی دفعات پر وہ خود بھی پہلے سے غور و فکر کر لیں اور اپنے اپنے حلقے کے اہل الرائے رفقاء سے بھی ان مسائل پر تبادلہ خیالات کر لیں اور پھر اس غور و فکر کے نتائج کو باقاعدہ قلم بند کر کے اپنے ہمراہ لیتے آئیں۔ نیز موجودہ مسائل و حالات کے بارے میں بھی ایک یادداشت مرتب کر کے اپنے ساتھ لے آئیں۔ اس لیے امیر جماعت نے رفقا سے فرمایا کہ وہ اپنی یادداشتیں پڑھ کر سنائیں۔ چنانچہ لوگوں نے اپنی یادداشتیں یکے بعد دیگرے پیش فرمائیں اور بعض حضرات جو کسی معقول عذر کی بنا پر اپنی یادداشت مرتب نہ کر سکے تھے انھوں نے زبانی اپنے سوچے سمجھے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد وہ تجویزیں پڑھ کر سنائی گئیں جو مختلف مقامات کے رفقاء نے مجلسِ شوریٰ میں پیش کرنے کے لیے ارسال کی تھیں اور وہ کسی نہ کسی طرح ایجنڈے کی مذکورہ دفعہ سے متعلق تھیں، ان سب تاثرات و تجاویز کے سامنے آجانے کے بعد تھوڑی دیر تک ان پر بحث و گفتگو ہوتی رہی اور بالآخر یہ طے کیا گیا کہ جہاں تک دستورِ جماعت کا تعلق ہے اس میں کسی بنیادی ترمیم یا تبدیلی کے بارے میں نہ تو کوئی تجویز ہے اور نہ سر دست اس کی کوئی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ البتہ بعض تجویزیں دستور کی بعض جزدی ترمیمات سے متعلق موصول ہوئیں لیکن وہ محض نظمِ جماعت اور طریقِ کار سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کی حیثیت یہ نہیں ہے کہ ان کو باقاعدہ دستور میں شامل کیا جائے یا ان کی بنا پر دستور میں کوئی تبدیلی کی جائے۔ بوقت ضرورت ان کو طے کر کے الگ سے شائع کیا جا سکتا ہے، اور

بعض تجویزیں تو ایسی ہیں کہ وہ دراصل دستور کی متعلقہ دفعات کی تشریح ہیں نہ کہ تجویز۔

لائحہ عمل کے ضمن میں طے کیا گیا کہ اس کی موجودہ چار دفعات بدستور قائم رہنی چاہئیں کیوں کہ وہ جماعت کے بنیادی اصول و نظریات کے تحت مرتب کی گئی ہیں البتہ چونکہ گزشتہ تین چار سال کے عرصے میں حالات میں کچھ تبدیلیاں بھی واقع ہوگئی ہیں اور بعض نئی ضرورتیں بھی سامنے آئی ہیں جن کی طرف سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ضرورت ہے کہ ان دفعات میں بلحاظ اہمیت و اقدمیت تھوڑا سا ردّ و بدل کر دیا جائے اور ان میں بعض نئی چیزوں کا اضافہ کر دیا جائے۔ چنانچہ طے کیا گیا کہ:

دفعہ اوّل:- میں فرقہ وارانہ کش مکش کے ساتھ طبقہ وارانہ کش مکش کے انسداد و تدارک کے لیے جدوجہد کا اضافہ کیا جائے اور اسے اس کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی جائے۔

دفعہ دوم:- علیٰ حالہٖ باقی رہنی چاہیئے۔ بلکہ اس کی طرف اس سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے جتنی کہ اب تک رہی ہے کیوں کہ یہاں حالات ایسے ہوتے جارہے ہیں اور ملک میں بعض ایسی تحریکات زور پکڑ رہی ہیں جن کی موجودگی میں دین کی دعوت و تبلیغ اور دینی جذبہ و احساس کی برقراری اور ترقی نیز دینی خطوط پر تمدنی، معاشرتی و اخلاقی اصلاح کی بیش از بیش ضرورت ہے۔

دفعہ سوم:- اولین توجہ کی مستحق ہے۔ اس لئے کہ ہمیں جو کچھ کرنا ہے اس کا انحصار بہت بڑی حد تک ذہنی طاقت کی فراہمی ہی پر ہے اس ضمن میں محسوس کیا گیا کہ ہمیں غیر مسلم ذہین طبقہ کی طرف بھی اب خصوصیت کے ساتھ زیادہ توجہ صرف کرنے کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ ملک کے موجودہ حالات میں کسی خدا پرستانہ اور اخلاقی انقلاب کے لیے ان کا اشتراک و تعاون از بس ضروری ہے۔

دفعہ چہارم :- کے سلسلے میں محسوس کیا گیا کہ حتی الوسع ہر رفیق کو مقامی اور ملکی زبان کے سیکھنے کے لیے ضرور توجہ کرنی چاہیے۔ لیکن اس اہم ضرورت کے پیش نظر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک متعین پروگرام کے ماتحت ایسے افراد منتخب کیے جائیں جو ان زبانوں کے ساتھ خصوصی لگاؤ اور دلچسپی رکھتے ہوں اور ان کو ان میں پوری مہارت حاصل کرنے کے لیے مقرر کیا جائے۔ خاص طور سے ہندی زبان کا مسئلہ اس سلسلے میں سب سے مقدم ہے۔

لائحۂ عمل کی دفعات میں مذکورہ ترمیمیں طے کرنے کے بعد اس سوال پر غور کیا گیا کہ ان دفعات کو روبکار لانے کے لیے ایک ٹھوس عملی پروگرام تیار کیا جائے۔ جس کے لیے ایک سب کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی۔ یہ سب کمیٹی سب سے پہلے ایک سوالنامہ مرتب کرے گی جو حضرات قیمین اور دیگر ذمہ داران جماعت کے پاس بھیجا جائے گا اور ان کے جوابات کی روشنی میں یہ کمیٹی اپنی سفارشات مرتب کرے گی، جنھیں استصواب رائے کے لیے ارکان شوریٰ کے پاس بھیجا جائے گا۔ ارکان شوریٰ کے جوابات موصول ہونے پر ان کی مدد سے اصلاح و ترمیم کر کے مرکز انھیں آخری شکل دے گا اور پھر انھیں شائع کر دیا جائے گا۔ مختلف رفقاء جماعت نے لائحۂ عمل یا طریق کار سے متعلق جو تجاویز بھیجی تھیں وہ بھی اس کمیٹی کے حوالے کر دی گئیں۔

اس کے بعد ایجنڈے کی دفعہ ۲ پر گفتگو ہوئی۔ جو کام کی تنظیم اور استحکام سے متعلق تھی اس ضمن میں جو باتیں طے ہوئیں ان میں ایک خاص قابل ذکر بات قیمین و حلقہ جات قیمین میں ردّ و بدل ہے۔

حسب ذیل تبدیلیاں عمل میں لائی گئیں :

حلقۂ بمبئی : محی الدین صاحب ایوبی ایک عرصے سے علیل ہیں اور کچھ خانگی پریشانیوں میں مبتلا ہیں ۔ اس لیے گذشتہ چند ماہ سے شمس پیرزادہ صاحب قائم مقام قیم کے فرائض انجام دے رہے تھے ۔ چوں کہ محی الدین صاحب ایوبی کی مجبوریاں ابھی رفع نہیں ہوئی ہیں اور شمس صاحب کی صلاحیت کار اس دوران میں قابل اطمینان ثابت ہوئی ہے، نیز وہ بحمداللہ اس کام کے لیے ایک حد تک فارغ بھی ہیں ۔ اس لیے ان کو ایوبی صاحب کے بجائے مستقل قیم مقرر کیا گیا ۔

حلقۂ بھوپال : اس حلقہ کے قیم اب تک ظہیر الحسن صاحب تھے اور وہی مقامی جماعت کے امیر بھی ہیں چنانچہ ان کی ایک عرصہ سے خواہش تھی کہ ان دونوں ذمہ داریوں میں سے کسی ایک سے انھیں سبک دوش کیا جائے اس لیے طے کیا گیا کہ انعام الرحمٰن صاحب کو اس حلقہ کا قیم مقرر کیا جائے اور ظہیر الحسن صاحب بدستور مقامی امیر جماعت رہیں ۔

حلقۂ بنارس : مولانا جلیل احسن صاحب ندوی کی بجائے مولانا حبیب اللہ صاحب بستوی فاضل دیوبند کو اس حلقہ کا قیّم مقرر کیا گیا مولانا جلیل احسن صاحب اپنی مجبوریوں اور مشغولیتوں کی بنا پر قیّمی سے سبکدوش ہونے کے ایک عرصہ سے خواہش مند تھے لیکن کسی موزوں آدمی کے نہ ملنے کی وجہ سے ان کی یہ خواہش پوری نہیں کی جا سکی تھی ۔ اس دوران میں مولانا حبیب اللہ صاحب بہ حیثیت معاون قیم کچھ عرصے سے کام کر رہے تھے، ان کے کام سے اندازہ ہوا کہ وہ اس کام کے لیے موزوں ثابت ہوں گے ؛ انشاءاللہ ۔ اور خوش قسمتی سے وہ ایک حد تک فارغ البال بھی ہیں ۔ اس لیے ان کو مولانا جلیل احسن صاحب کی بجائے قیّم مقرر کیا گیا ۔

رام پور و شاہجہان پور : ان دونوں حلقوں کو ملا کر ایک کر دیا گیا اور محمد شفیع صاحب مونس اس کے قیم مقرر

کیے گئے۔ یہ تیمی کے ساتھ انشاء اللہ کچھ وقت یو۔پی کے دوسرے حلقوں کے دوروں کے لیے بھی نکالتے رہیں گے۔

حلقۂ لکھنؤ: طے کیا گیا کہ حلقۂ لکھنؤ میں، لکھنؤ شہر کو اس کی خصوصی اہمیت کے پیش نظر ایک مستقل حلقہ قرار دیا جائے، جس کے قیم چودھری شفیع احمد صاحب ہوں گے۔ اس حلقہ کے بقیہ مقامات حلقۂ بارہ بنکی سے ملا دیئے گئے جو اب حلقۂ اودھ کے نام سے موسوم ہوگا۔ اس حلقہ میں پرتاب گڈھ بھی شامل ہے جو پہلے حلقۂ الٰہ آباد میں شامل تھا اور اس پورے حلقہ کے قیم منشی عبدالرؤف صاحب ہوں گے۔

حلقۂ کانپور: یہ حلقہ اضلاع کان پور، فتح پور، فرخ آباد، مین پوری، ایٹہ، اٹاوہ، اناؤ اور ہردوئی پر مشتمل ہوگا اور اس کے قیم حسب دستور ماسٹر سید جعفر علی صاحب ہیں۔

حلقۂ الٰہ آباد: الٰہ آباد کا حلقہ شہر و ضلع الٰہ آباد تک محدود کر دیا گیا ہے جس کے قیم محمد اسحٰق صاحب رہیں گے۔

حلقۂ کلکتہ: اس کا تعلق براہِ راست مرکز سے رہے گا۔

طے ہوا کہ ٹاملستان، ارکاٹ اور مدراس کے حلقوں کو توڑ کر ان کا ایک حلقہ بنا دیا جائے اور اس کے لیے ایک ہمہ وقتی قیم مقرر کیا جائے۔ بقیہ حلقہ جات اور قیمین بدستور باقی رکھے گئے۔ البتہ اس ضمن میں دو باتیں شدت کے ساتھ محسوس کی گئیں اول یہ کہ حتی الوسع قیمی کے لیے ایسے اشخاص متعین کیے جائیں جو ملازم نہ ہوں۔ اور دوسری یہ کہ قیمین حتی الامکان ہمہ وقتی ہوں بشرطیکہ ضرورت پڑنے پر حلقہ کی مالی حالت اس کی متحمل ہو سکے، اس سلسلے میں خاص طور سے حلقۂ دہلی اور

حلقۂ بہار اور حلقۂ حیدرآباد اہمیت کے ساتھ سامنے آئے۔ لیکن اس موقع پران کے بارے میں کوئی آخری بات طے نہیں کی جاسکتی۔

ایجنڈے کی تیسری دفعہ درس گاہ سے متعلق تھی۔

درس گاہ کے ضمن میں سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اگلے سال ایک درجہ کا اضافہ ناگزیر معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے لیے اسٹاف، جگہ اور ذرائع آمدنی نہایت ناکافی ہیں۔ چنانچہ اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر بہت مفصل بات چیت ہوئی۔ بالآخر طے کیا گیا کہ اگلے سال درجۂ ہشتم کا اضافہ کیا جائے اور ابتدائی درجہ بھی، جو جگہ کی قلت اور مصارف کی زیادتی کی وجہ سے توڑ دیا گیا تھا دوبارہ قائم کیا جائے۔ کیوں کہ اساتذہ کی ٹریننگ کی جو اسکیم پیش نظر ہے اس کے لیے ابتدائی درجات کا قیام ناگزیر ہے، طے کیا گیا کہ آئندہ درس گاہ کا تعلیمی اور تربیتی پروگرام حتی الوسع نہایت مکمل اور قابل اطمینان ہونا چاہیے جس کے لیے حسب ضرورت چھ مزید مختلف صلاحیتوں کے اساتذہ اور اتالیق کے اضافے کی تجویز منظور کی گئی۔ طے کیا گیا کہ چونکہ درس گاہ کی موجودہ عمارت بہت ناکافی ہے اس لیے ایک مزید مکان کرائے پر حاصل کیا جائے۔ نیز آئندہ طلبا سے تین روپے ماہانہ تعلیمی فیس بھی لی جائے۔

درس گاہ کے مسائل پر غور کے دوران میں ناظم درس گاہ جناب افضل حسین صاحب بھی شریک مشورہ رہے۔

درس گاہ کے بعد اساتذہ کی ٹریننگ کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ اس سلسلے میں ناظم درس گاہ نے ایک اسکیم پیش کی۔ طے کیا گیا کہ قیمین کے ذریعہ اور بذریعہ اعلان یہ معلوم کیا جائے کہ ٹریننگ کا جو خاکہ تجویز کیا گیا ہے اس کے مطابق کتنے افراد کن کن دفتوں میں ملتے رہیں گے۔ اگر اس پہلو سے اطمینان حاصل ہو جائے کہ اتنے افراد مل سکتے ہیں، جن سے ٹریننگ کا کام سال بھر تک جاری رکھا جاسکے

گانو درس گاہ میں ایک مزید استاد کا اضافہ کیا جائے تاکہ ناظم درس گاہ اپنا زیادہ وقت ٹریننگ کے لیے فارغ کر سکیں۔ طے کیا گیا کہ ٹریننگ حاصل کرنے والے اساتذہ سے قیام و طعام کے مصارف کے علاوہ پانچ روپے ماہانہ فیس لی جائے۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ چونکہ لوگ ٹریننگ پانے کے بعد زیادہ تر ہمارے اعتماد پر ان ٹرینڈ اساتذہ کی خدمات حاصل کریں گے۔ اس لیے انتخاب کے وقت اس طرف سے پورا پورا اطمینان کر لینا چاہیئے کہ ٹریننگ پانے والے اس اعتماد کو کہاں تک قائم رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس کے بعد ثانوی تعلیم کے مسائل زیر بحث آئے، اس سلسلے میں حسب ذیل امور طے کیے گئے۔

فی الحال دو استاد اس شعبے کے لیے کافی ہیں، بشرطیکہ وہ اس شعبے کے لیے خاص ہوں اور ان سے ابتدائی درس گاہ میں کوئی کام نہ لیا جائے۔

ثانوی تعلیم کے طلبا دو طرح کے ہو سکتے ہیں:

ایک وہ جو بعد فراغت تحقیقی علمی کام کرنا چاہتے ہوں اور اس کی صلاحیت رکھتے ہوں اور اپنی زندگی اس کے لیے وقف کرنا چاہتے ہوں۔

دوسرے وہ جن کے پیش نظر محض عام معیار کے علم دین کا حصول ہے یا وہ اسی کی استعداد رکھتے ہیں۔

داخلہ کے وقت پہلی قسم کے طلباء کو ترجیح دی جائے گی اور دوران تعلیم میں حتی الوسع ان کو اس طرح کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی کہ وہ بہ اطمینان اپنا پیش نظر کام انجام دے سکیں۔ اس تجویز پر عمل درآمد کے لیے جن وسائل کی ضرورت ہے ان کے فراہم کرنے کے لیے ایک عام اپیل کی جائے۔ اس شعبہ کے لیے طلبا ر کا داخلہ، مضامین کا انتخاب اور تعلیمی امور میں مشورے وغیرہ کا کام تعلیمی

کمیٹی کے سپرد کیا جائے جو پہلے سے قائم ہے۔

اس کے بعد تربیت گاہ کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ سب سے پہلے تربیت گاہ کی رپورٹ پیش کی گئی جس سے اندازہ ہوا کہ اب تک کل کتنے لوگ تربیت سے مستفید ہو چکے ہیں اور کتنے لوگ اس سے محروم ہیں اور اس کے لیے ان کی عذرات کیا ہیں۔ معلوم ہوا کہ ارکان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے باوجود متعدد بار اعلان کے اب تک ناظم تربیت گاہ کو مطلع نہیں کیا کہ تربیت گاہ میں آ رہے ہیں یا نہیں، اور نہیں آ رہے ہیں تو اس کے اسباب کیا ہیں جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ تربیت سے استفادہ نہ کر سکنے میں خود ان حضرات کی عدم دلچسپی کو بھی کچھ نہ کچھ دخل ہے، جو یقیناً ایک افسوس ناک امر ہے، لیکن اس کے ساتھ اکثر رفقا نے جو جوابات دیے ہیں اور ان کے جو حالات خود ان کے اپنے ذریعہ یا دوسرے ذرائع سے معلوم ہو سکے ہیں، ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مرکزی تربیت گاہ سے ہر ایک کے لیے استفادہ کرنا ممکن یا آسان نہیں ہے۔ رفقا کی مالی حالت کی ابتری خاص طور سے ایک بڑا امرِ مانع ہے اسی طرح یہ محسوس کیا گیا کہ ذیلی تربیت گاہوں کا قیام اگر محض مقامی جماعتوں یا حلقوں پر منحصر رکھا گیا تو عملاً اس میں زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکے گی جیسا کہ سال گزشتہ کا تجربہ ظاہر کرتا ہے۔ بنا بریں طے کیا گیا کہ ذیلی مراکزِ تربیت کے مقامات متعین کر دیے جائیں۔ اور جو دشواریاں اب تک سامنے رہی ہیں ان کو حتی الوسع دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ ذیلی مراکز کے لیے حسب ذیل مقامات متعین کیے گئے جن کے تعین میں یہ اصول ملحوظ رکھے گئے ہیں کہ:

تربیت گاہ کا بندوبست ایسے مقام پر کیا جائے جہاں رفقا کی ایک معتدبہ تعداد موجود ہو، تربیت گاہ کے لیے مکان وغیرہ کی سہولتیں میسر آ سکیں اور تربیت کے کام میں مدد دینے کے لیے کچھ مقامی رفقا کی بھی خدمات حاصل

ہوسکیں۔ ایسے مقامات سردست حسب ذیل ہیں :

شہر حیدر آباد، جالنہ، ٹونک، بھوپال، سرائے میر، بنارس، گورکھ پور، الہ آباد لکھنؤ، فیض آباد، کان پور، دہلی، میرٹھ، دربھنگہ، چترپور، جامنیر، کومبٹور، عمرآباد بمبئی یا کلیان، سری نگر، دلانچری۔

طے کیا گیا کہ ارکان اور امیدواران رکنیت کے لیے کسی نہ کسی مرکز میں تربیت حاصل کرنا ضروری ہے۔ ہمدرد بھی تربیت میں شریک ہوسکتے ہیں لیکن ان کے سلسلے میں یہ اطمینان کرلینا ضروری ہے کہ وہ کس حد تک جماعت کی دعوت اور اس کے مزاج سے واقف ہوسکے ہیں۔ مذکورہ بالا حلقوں کے لیے معاونینِ تربیت کے نام بھی تجویز کرلیے گئے ہیں جنھیں بعد میں شائع کردیا جائے گا۔ طے کیا گیا کہ تربیت کے موجودہ پروگرام پر نظرثانی کرلی جائے اور اس سلسلے میں ارکانِ شوریٰ کے نیز تربیت پاچکنے والے اہل الرائے رفقاء کے مشوروں سے فائدہ اٹھایا جائے۔ طے کیا گیا کہ معاونینِ تربیت کی تربیت کے لیے جداگانہ پروگرام مرتب کیا جائے اور ذیلی تربیت گاہوں کے قیام سے پہلے معاونین کو اس پروگرام کے مطابق کام کرنے کے لیے پوری طرح تیار کردیا جائے۔ اس غرض کے لیے معاونینِ تربیت کو بعد رمضان مرکز میں بلایا جائے اور حسب ضرورت ان کو یہاں روکا جائے۔ طے کیا گیا کہ معاونین تربیت کے مرکز آنے یا دیگر ارکان کے اپنے قریب کے ذیلی مرکزوں تک پہنچنے میں بوقت ضرورت مقامی بیت المال، مقامی رفقاء جماعت اور بیت المالِ حلقہ حتی الوسع مستحق رفقاء کی مالی امداد کیا کریں اور خصوصی حالات میں مرکز بھی اس میں حصہ لے سکتا ہے۔

اس کے بعد سالانہ اجتماع کا مسئلہ زیر بحث آیا۔

۱۔ طے کیا گیا کہ اجتماع سالانہ کا انعقاد حالات اور ضروریات پر مبنی ہے لیکن عام

جماعتی حالات اور ضروریات کے تحت یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر تین سال بعد ایک کل ہند اجتماع منعقد ہوا کرے۔

۲۔ حسب ذیل تین منطقے مقرر کیے جاتے ہیں، جن کے سالانہ اجتماعات برابر ہوا کریں گے۔ جن میں متعلقہ منطقے کے ارکان کی شرکت ضروری ہوگی الا یہ کہ کسی کو شرعی مجبوری در پیش ہو (۱) مدراس بشمول مالابار، دکن، برار، بمبئی (۲) راجستھان وسط ہند، دہلی، کشمیر (۳) یوپی، بہار، مغربی بنگال۔

۳۔ کل ہند اجتماع جس منطقے میں منعقد ہوگا، اس منطقے کے ارکان تو لازماً شریک ہوں گے۔ بجز شرعی مجبوریوں کے بقیہ دو منطقوں کے قیمین و امراء بھی شریک ہوا کریں گے۔ دوسرے ارکان کے لیے شرکت لازمی نہیں ہوگی لیکن حتی الوسع ان کو بھی شریک ہونے کی کوشش کرنی چاہیے اور جہاں ارکان کی یک جائی تعداد دس یا دس سے زیادہ ہو، وہاں سے ایک نمائندہ علاوہ امیر جماعت مقامی کے لازماً شریک ہونا چاہیے۔

۴۔ طے کیا گیا کہ اس سال کل ہند اجتماع حیدر آباد میں منعقد کیا جائے۔ اکتوبر کا مہینہ اس کے لیے موزوں خیال کیا گیا لیکن تاریخوں کا اعلان مقامی رفقاء کے مشورے کے بعد بعد میں کیا جائے گا۔

اس کے بعد گزشتہ پندرہ مہینوں کی آمد و خرچ کا گوشوارہ پیش ہوا۔ یہ محسوس کیا گیا کہ جماعت کی مالی ترقی و استحکام کی طرف بیش از بیش توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے بعد کچھ تجاویز بھی زیر بحث آئیں لیکن اس کے سوا کہ کارساز حقیقی کی کارسازی پر اعتماد کیا جائے۔ اور رفقائے جماعت کو مالی معاونت کی طرف خصوصیت سے متوجہ کیا جائے، کوئی اور خاص بات طے نہ ہو سکی۔

★ حیدر آباد ریلیف فنڈ کی بقیہ رقم کا حساب بھی پیش ہوا، اس کے سلسلے میں طے کیا گیا کہ عشر و زکوٰۃ کی جو رقم حیدر آباد سے موصول ہوئی ہے وہ مقامی طور سے خرچ کرنے کے لیے چھوڑ دی جائے اور باقی رقم کے سلسلے میں معطیانِ کرام سے بذریعہ خط دریافت کیا جائے کہ وہ اپنی رقم کو کس مصرف میں صرف کرنا چاہتے ہیں اور اس کے مطابق اس کے صرف کا انتظام کیا جائے۔

★ گذشتہ سال جو معاشی کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اس کی رپورٹ بھی پیش کی گئی۔ طے کیا گیا کہ آئندہ معاشی کمیٹی کے داعی محمد عبدالحی صاحب ہوں گے اور خط و کتابت کی امداد کے لیے کسی مقامی رفیق کی خدمات حاصل کر لی جائیں۔

قیمین کا اجتماع

شوریٰ کی کارروائی ختم ہونے پر بعد ظہر دو بجے حسب ذیل قیمین کا اجتماع منعقد ہوا۔ محمد یوسف صاحب صدیقی قیم حلقہ راجستھان، چودھری شفیع احمد صاحب، قیم حلقہ لکھنؤ۔ محمد اسحاق صاحب قیم حلقہ الٰہ آباد۔ سید حامد حسین صاحب نائب قیم حلقہ حیدر آباد۔ وی، پی محمد علی صاحب قیم حلقہ مالابار۔ منشی عبدالرؤف صاحب قیم حلقہ اودھ۔ مولوی حبیب اللہ صاحب قیم حلقہ بنارس، مولوی عبدالقدیر صاحب قیم حلقہ دہلی۔ مونسؔ صاحب قیم حلقہ رام پور بقیہ ارکانِ شوریٰ بھی اجتماع میں شریک رہے۔

امیر جماعت نے ایک مختصر تقریر میں مجلس شوریٰ کے بعض خصوصی فیصلوں کی تشریح کی، اور ان کے ضمن میں قیمین کی ذمہ داریاں یاد دلائیں۔ اس کے بعد ہر حلقے کے مخصوص مسائل کے ضمن میں ان کے ذمہ داروں سے امیر جماعت نے بات چیت کی اور ان لوگوں نے بھی اپنے مسائل پیش کیے جن کے سلسلہ میں مناسب ہدایات دی گئیں۔ امیر جماعت نے اپنے عمومی ہدایات میں حضرات قیمین کو خاص طور سے توجہ دلائی کہ وہ اپنے حلقوں کے بیت المالوں کی وقتاً فوقتاً جانچ پڑتال

کرتے رہیں تاکہ آمد و صرف اوران کے اندراجات میں کوئی غلطی نہ ہونے پائے اور بیت المالِ حلقہ کا حصہ وقت پر ٹھیک طور سے روانہ کیا جاتا رہے اور اسی طرح بیت المالِ حلقہ کے سلسلے میں مرکز کی ہدایات کو ٹھیک طور سے بروئے کار لایا جائے۔ یہ نشست نمازِ عصر تک ہوتی رہی۔ جس کے ساتھ ضابطے کی کارروائی ختم ہو گئی۔ اس کے بعد حضرات قیمین کے خود آپس میں مذاکرات ہوتے رہے۔

(شائع شدہ زندگی جون ۱۹۵۲ء)

(صفہ ۵۰ کا نوٹ) ابتدائی مذہبی تعلیم کے سلسلے میں جو گفتگو ناظم عمومی جمعیۃ العلماء ہند کی مولانا ابواللیث صاحب امیر جماعت اسلامی اور مولانا منظور صاحب نعمانی سے ہوئی تھی اس کی روداد پیش کی گئی۔ ان دونوں حضرات کا مشورہ یہ ہے کہ اس اہم مقصد کے لیے ایک مشترکہ بورڈ قائم کیا جائے۔

اس تجویز کے مختلف پہلوؤں پر غور و خوض کے بعد محسوس کیا گیا کہ ایسا ایک مشترک بورڈ اس اہم مقصد کی ذمہ داری کو پورا نہیں کر سکتا۔ اسی سلسلہ میں وہی جماعت کام کر سکتی ہے جس کا نظام عرصہ سے قائم ہو اور ملک میں روشناس ہو چکی ہو۔ اس لیے جمعیۃ العلماء ہی اس کو باحسن وجوہ انجام دے سکتی ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اس اہم فرائض کو انجام دینے کے لیے زیادہ سے زیادہ جدوجہد کو کام میں لایا جائے اور جو جماعت تعاون کرے اس کے تعاون اور اشتراک عمل کی قدر کی جائے۔

(الجمعیۃ مورخہ ۴ جنوری ۱۹۵۱ء)

مجلس شوریٰ

منعقدہ ۲۴ر اپریل ۱۹۵۳ء تا یکم مئی ۱۹۵۳ء

حسبِ اعلان ۲۴ر اپریل ۱۹۵۳ء مطابق ۹ رشعبان ۷۲ھ بعد نماز جمعہ مجلسِ شوریٰ کے اجتماع کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ ارکان شوریٰ میں سے حسب ذیل حضرات موجود تھے:

(۱) مولانا اختر احسن صاحب (۲) حاجی وی، پی محمد علی صاحب (۳) محمد یوسف صاحب صدیقی (۴) سید حامد حسین صاحب (۵) محمد حسنین سید صاحب (۶) چودھری شفیع احمد صاحب (۷) مولانا صدر الدین صاحب (۸) سید عبد القادر صاحب (۹) محمد عبد الحی صاحب (۱۰) سید حامد علی صاحب، اور محمد یوسف۔ (قیم جماعت)

اجتماعِ شوریٰ کی یہ کارروائی یکم مئی ۵۳ء بروز جمعہ ۴½ بجے ختم ہوئی۔ اور کل ۲۰ نشستیں ہوئیں۔ ان نشستوں میں جو امور زیر بحث آئے اور جو باتیں طے ہوئیں ان میں سے وہ باتیں جن کا عام طور پر اور فوراً سامنے آنا مفید تھا ان کا ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد امیر جماعت نے مشاورت سے متعلق اصولی ہدایات ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ ہم رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اس لیے مجھے امید ہے کہ ہم تمام امور کا لحاظ کر سکیں گے، جن کی یاد دہانی میں نے ابھی کی ہے۔

اس کے بعد یکم رجب ۱۳۷۱ھ تا آخر جمادی الآخر ۱۳۷۲ھ کے حسابات مع رپورٹ آڈیٹر پیش ہوئے۔ پھر امیر جماعت نے ان مسائل کے ابتدائی نکات بتلائے۔ جن پر غور کرنا تھا۔

پھر اجتماع مجلس شوریٰ منعقدہ یکم تا ۸ مئی ۱۹۵۲ء کی مقرر کردہ سب کمیٹی کی رپورٹ پر جس میں جماعت کے آئندہ لائحہ عمل اور اس کی ٹھوس عملی تدابیر کے متعلق سفارشات مرتب کی گئی تھیں تفصیل سے غور ہوا اور اسے ضروری اور جزوی ترمیمات کے بعد منظور کر دیا گیا اس کے ضروری اجزاء درج ذیل ہیں:

۱۔ رفقاء جماعت کی تربیت و تنظیم کے لیے طے کیا گیا کہ رفقاء قرآن پاک اور سیرتِ نبویؐ کا انفرادی و اجتماعی طور پر گہرا مطالعہ کرتے رہیں۔ نیز ان کے لیے قرآن پاک اور سیرتِ نبویؐ کے ایسے منتخبات تیار کیے جائیں جن سے ان میں مطلوبہ صفات پیدا ہو سکیں۔ نیز وہ جماعت کے عام لٹریچر کا عموماً اور بنیادی لٹریچر کا جس میں توحید آخرت، رسالت، عبادات اور انفرادی و اجتماعی اخلاق سے بحث کی گئی ہے خصوصیت سے مطالعہ کریں اور قیمین اور امراء اس مطالعہ کی نگرانی کرتے رہیں اور مرکز کو اس کی رپورٹ ارسال کرتے رہیں۔

قرآنِ پاک اور سیرتِ نبویؐ کے منتخبات کی تیاری اور بنیادی لٹریچر کے انتخاب کے لیے دو سب کمیٹیاں بنا دی گئیں جو جلد از جلد یہ کام کر کے مرکز کے حوالے کریں گے جسے بعد میں مرکز حلقہ کے ذمہ داروں کے پاس بھیج دے گا۔

۲۔ مرکز رفقاء کی تربیت کے لیے جدید لٹریچر فراہم کرے جس کی ابتدا، رسالہ زندگی کے ذریعہ ہو۔ اس ذیل میں دو رفقائے جماعت کے نام سامنے آئے۔ جن کی یا ان میں سے ایک کی خدمات حسب گنجائش حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

۳۔ رفقاء کی تربیت و تنظیم کے کام کو بحسن و خوبی سنبھالنے کے لیے اصولاً یہ بات طے کی گئی کہ حلقہ کے ذمہ داران کو حتی الوسع ہمہ وقتی کیا جائے، اس سلسلے میں صوبہ مدراس و آندھرا بشمول میسور کے حلقہ کے لیے ہمہ وقتی قیم کی ضرورت سب سے زیادہ شدت کے ساتھ سامنے آئی چنانچہ طے کیا گیا کہ اس حلقہ کے لیے ایک ہمہ وقتی قیم کا تقرر فوری طور پر عمل میں لایا جائے۔

دعوت و تبلیغ کے لیے اعلیٰ لٹریچر کی تیاری کے سلسلے میں طے کیا گیا کہ مولانا صدرالدین صاحب ترجمۂ قرآن کے کام کو ملتوی کر کے اعلیٰ لٹریچر کی تیاری کا کام کریں۔

دعوت و تبلیغ کے لیے آسان لٹریچر کے سلسلے میں طے ہوا کہ رفقائے جماعت میں سے ایسے افراد کو منتخب کیا جائے جو اس طرح کا لٹریچر تیار کر سکتے ہوں یا اس طرح کے مضامین لکھ سکتے ہوں اور ان کی مناسب رہنمائی کر کے ان سے یہ کام لیا جائے۔

درسیات کی تیاری کی اہمیت کے پیش نظر طے ہوا کہ سر دست افضل حسین صاحب ناظم درس گاہ کا وقت زیادہ سے زیادہ اس کام کے لیے فارغ کیا جائے۔

ملک کی اہم زبانوں کو سیکھنے کی طرف رفقاء کو متوجہ کرتے ہوئے مجلس شوریٰ نے طے کیا کہ ان میں مخصوص افراد کے مہارت حاصل کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ خصوصیت سے فی الحال ایک فرد کو ہندی میں مہارت حاصل کرنے کے لیے اور ایک کو انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کے لیے فارغ کرنے کی کوشش کی جائے۔

پھر باہر سے آئی ہوئی بعض تجاویز پر غور ہوا، جن میں ایک تجویز یہ بھی تھی کہ ہندوستان کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک کے لیے ایک امیر اور ایک قیم

مقرر کیا جائے۔ اس سلسلے میں طے ہوا کہ پورے ملک کے لیے سر دست اس کی ضرورت نہیں ہے اور اس میں بہت سی عملی دشواریاں بھی ہیں، البتہ اگر کسی جگہ کے مخصوص حالات اس کے متقاضی ہوں تو اس کے متعلق اس مسئلہ پر غور کیا جا سکتا ہے۔ اس ذیل میں حلقہ مالابار کے حالات پر قیم حلقہ وی پی محمد علی صاحب نے تفصیلی روشنی ڈالی۔ ان کو سامنے رکھتے ہوئے طے کیا گیا کہ اس حلقہ کے لیے ایک نائب امیر مقرر کیا جائے۔ امیر جماعت اسلامی ہند نے ارکان شوریٰ کے مشورے سے جناب حاجی وی پی محمد علی صاحب کو نائب امیر حلقہ کیرالہ مقرر فرمایا نیز یہ بھی فرمایا کہ اگر موصوف اپنی مدد کے لیے کسی معاون کی بہ حیثیت قیم ضرورت محسوس کریں تو حلقہ کی مالی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے قیم کا نام تجویز کر کے منظوری حاصل کر سکتے ہیں۔ نائب امیر کی آئینی حیثیت کے بارے میں طے کیا گیا کہ نائب امیر کی آئینی حیثیت اس حلقہ میں وہی ہوگی جو بحالات موجودہ دوسرے حلقوں میں قیمین کی ہوتی ہے۔

اس ذیل میں حلقہ کشمیر کے نظم جماعت کا مسئلہ سامنے آیا۔ کشمیر کے موجودہ حالات کے پیش نظر یہ مناسب سمجھا گیا کہ کشمیر کے مستقبل کے بارے میں جب تک کوئی قطعی صورت متعین نہیں ہو جاتی ہے۔ اس وقت تک مناسب ہے کہ وہاں کے رفقاء کو یہ ہدایت کی جائے کہ وہ اپنا نظم جماعت علیحدہ قائم کریں اور اپنی صوابدید پر تحریک اسلامی کا کام کریں۔

مرکزی ابتدائی درس گاہ سے فارغ ہونے والے طلباء کے سلسلے میں طے ہوا کہ اگر یہ طلباء اپنے کو ثانوی درس گاہ سے وابستہ کرنا چاہتے ہوں تو اس سلسلے میں اپنی درخواست ثانوی درسگاہ کی تعلیمی کمیٹی کے سامنے پیش کریں، ان کی درخواست پر انفرادی حیثیت سے غور کیا جائے گا۔

ثانوی درس گاہ سے فارغ ہونے والے طلباء کے سلسلے میں طے ہوا کہ ان میں

سے جو طلبا ر تحقیقی کام کے لیے موزوں ہوں ان کے لیے کام متعین کر کے اس کام کے لیے انھیں تیار کیا جائے۔ باقی طلبار کے معاملہ پر تعلیمی کمیٹی غور کر کے اپنی سفارشات پیش کرے۔

اجتماع حیدرآباد کی تجویز متعلقہ تشکیلِ وفد زیر غور آئی۔ طے ہوا کہ ملک گیر پیمانے پر اس کام کے سلسلہ میں بہت سی دشواریاں ہیں۔ اس لیے اگر ممکن ہو تو فی الحال حلقوں میں یہ تجویز بروئے کار لائی جائے اور اس سلسلہ میں ذمہ داران حلقہ جات سے مشورہ کر لیا جائے۔

ملیح آباد کی جائدادِ موقوفہ کے حالات سامنے آئے، معلوم ہوا کہ آم کی فصل کو لسّی اور مُرسے نے گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی تباہ کر دیا ہے۔ اس جائداد کے انتظامات کی تفصیل امیر جماعت نے سنائی جس سے اتفاق کیا گیا۔

اعلیٰ لٹریچر تیار کرنے اور ثانوی طلبا کو مدد دینے نیز دوسری ضروریات کے پیش نظر قدیم و جدید علوم پر مشتمل ایک اچھے کتب خانہ کے مرکز میں قیام کی تجویز پیش ہوئی۔ جس کی اہمیت و ضرورت سے اتفاق کیا گیا اور بقدر وسعت و گنجائش عملی اقدام کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اس کے بعد محمد عبدالحی صاحب داعی معاشی کمیٹی نے ماہ شوال ۷۱ھ سے معاشی کمیٹی کی سرگرمیوں کی رپورٹ پیش کی جس پر غور کرنے کے بعد طے کیا گیا کہ اب تک جو کام معاشی کمیٹی کے سپرد تھا اُسے حلقہ جات کے قیمین کی طرف منتقل کر دیا جائے کیوں کہ یہ کام بحالات موجودہ اگر کسی درجہ میں ہو سکتا ہے تو وہ مقامی طور پر ہی ہو سکتا ہے البتہ چونکہ قیمین کو اپنے اس کام کے انجام دینے کے لیے وقتاً فوقتاً مشوروں کی ضرورت ہوگی نیز اس کام کی دیکھ بھال بھی ضروری ہے اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ مرکز میں معاشی کمیٹی ابھی بدستور باقی رکھی جائے جو مرکز کے مشورے کے تحت اس کام کو انجام دے۔ نیز مجلسِ شوریٰ عام رفقاء سے یہ اپیل کرنا ضروری سمجھتی ہے کہ

وہ اپنے اپنے مقام پر اس سلسلے میں جو کچھ کر سکتے ہوں اس سے دریغ نہ کریں اور ایسے ذرائع و وسائل اختیار کریں جن سے یہ مشکل ایک حد تک قابو میں آسکے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ قابلِ اعتماد چیز توکل علی اللہ ہے۔

علاوہ ازیں مشکلات میں گھرے ہوئے رفقاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ حرام و حلال کے امتیاز کے سوا کاموں میں دوسرے امتیازات کو اہمیت نہ دیں، کفایت شعاری کو زیادہ سے زیادہ ملحوظ رکھیں اور معیارِ زندگی کے رائج الوقت تصور کو یک لخت چھوڑ دیں۔

آخر میں اجتماع دعا پر برخاست ہوا۔

(شائع شدہ زندگی، مئی ۱۹۵۳ء)

مجلس شوریٰ

منعقدہ ۲۶ فروری ۱۹۵۴ء

حسب معمول اس سال بھی عام جماعتی مسائل پر غور و مشورہ کرنے کے لیے ارکان شوریٰ کو بتاریخ ۷ فروری ۵۴ء کو دعوت نامہ بھیجا گیا اور انھیں ۲۶ فروری ۵۴ء کی صبح تک مرکز میں پہنچنے کی ہدایت کی گئی۔ چنانچہ اجتماع کی کارروائی پروگرام کے مطابق ۲۶ فروری کو نماز جمعہ کے بعد شروع ہو گئی جس میں گرفتار شدہ افراد (مولانا ابواللیث صاحب امیر جماعت، جناب محمد یوسف صاحب، قیم جماعت اور مولانا حامد علی صاحب) کے علاوہ تمام ارکانِ شوریٰ شریک تھے۔

سب سے پہلے عارضی امیر جماعت نے خطبۂ مسنونہ کے بعد ایک مختصر سی افتتاحی تقریر کی اور لوگوں سے پیش نظر مسائل پر پوری توجہ اور احساس ذمہ داری کے ساتھ غور و فکر کرنے اور مشورہ دینے کی تلقین کی۔

ایجنڈے پر سب سے پہلا مسئلہ امارت کے نئے انتخاب کا مسئلہ تھا۔ اس کے لئے چند ایک نام پیش ہوئے لیکن ان میں سے ہر شخص علم و تقویٰ کی مطلوبہ صفات،

اپنے اندر نہ پاتے ہوئے، اس بھاری ذمہ داری کو اٹھانے سے اپنے کو معذور ظاہر کرتا رہا۔ آخر کار تمام ارکان کی متفقہ رائے سے مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس انتخاب کے بعد سب نے مل کر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ امیر منتخب کو اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب حسب دستور نئے امیر جماعت کی امارت میں باقاعدہ اجتماع کی کارروائی جاری ہوئی۔ مختلف نشستوں میں حسب ذیل باتیں طے کی گئیں۔

۱۔ نئے قیم جماعت کے انتخاب کے لیے مشورہ ہوا اور چند ایک نام سامنے آئے لیکن مختلف دشواریوں کی وجہ سے کسی شخص کو بھی اس کام کے لیے منتخب نہ کیا جا سکا۔ اور یہ طے کیا گیا کہ امیر جماعت اپنی صوابدید سے کسی مناسب شخص کو منتخب کر لیں گے۔ فی الحال کاموں کو جو قیم جماعت سے متعلق ہیں محمد شفیع صاحب مونس کریں گے۔

۲۔ کلکٹر صاحب رام پور کا مراسلہ (ہم اس کی تفصیلات لوگوں کے علم میں لانے کی پوزیشن میں نہیں ہیں) جو مولانا ابواللیث صاحب کے نام آیا تھا اور اس مراسلہ کا جواب ارکانِ شوریٰ کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ وہ اس جواب کے بارے میں جو مولانا موصوف نے اپنی ذاتی حیثیت سے دیا تھا، یہ رائے دیں کہ وہ جواب جماعت کے حقیقی نقطۂ نظر کے مطابق ہے یا نہیں۔ کچھ دیر گفتگو ہونے کے بعد عام طور سے ارکان نے خواہش ظاہر کی کہ وہ اس مراسلہ اور اس کے جواب پر اطمینان کے ساتھ غور کرنے کے بعد ہی اپنی رائے ظاہر کر سکتے ہیں اس لیے انھیں مراسلہ اور اس کے جواب کی نقلیں دے دی گئیں تاکہ وہ اپنے اپنے مستقر پر پہنچنے کے بعد اطمینان سے غور کر سکیں۔

۳۔ مولانا حامد علی صاحب کی گرفتاری اور مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی کے امیر جماعت منتخب ہو جانے کی وجہ سے شوریٰ کی جو دو نشستیں خالی ہوئی تھیں ان

میں سے ایک نشست کے لیے محمد شفیع صاحب مونس کا انتخاب کیا گیا اور دوسری کو امیر جماعت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا۔

۴۔ دستور جماعت پر نظر ثانی کی جو تجویز گذشتہ سال کے اجلاس شوریٰ میں پیش ہوئی تھی اور جسے اس وقت ملتوی کر دیا گیا تھا، پھر زیر بحث لائی گئی۔

طے پایا کہ اس تجویز پر غور کرنے کا اس وقت موقع نہیں ہے آئندہ حالات جب معمول پر آجائیں گے تو اس تجویز پر غور کیا جائے گا۔

۵۔ لٹریچر پر نظر ثانی کی پاس شدہ تجویز پر عمل درآمد کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ طے پایا کہ اس ضرورت کے شدید ہونے کے باوجود اس پر عمل درآمد کی کوئی عملی تدبیر اس وقت بہت دشوار ہے۔ اس لیے اسے بھی مناسب وقت تک کے لیے ملتوی کر دیا جائے۔

۶۔ رسالہ زندگی کے مدیر جناب مولانا حامد علی صاحب کے نظر بند ہو جانے کی وجہ سے ایک نئے مدیر کا تقرر ناگزیر ہے اس کے لیے دو ایک نام پیش کیے گئے مگر آخری طور پر اس انتخاب اور تقرر کا معاملہ بھی امیر جماعت کے حوالے کر دیا گیا۔

۷۔ رفقائے جماعت کی فکری و اخلاقی تعلیم و تربیت کی اہم ضرورت پر غور و خوض ہوا اور طے پایا کہ چونکہ سر دست ہمارے وسائل ایسے نہیں ہیں کہ جماعت کے مرکز اور اس کے تنظیمی حلقوں میں اس کا مناسب انتظام کیا جا سکے۔ اس لیے کسی اس طرح کے انتظام کو سر دست ملتوی رکھا جائے اور مقامی امراء کو ہدایت کی جائے کہ وہ اپنے رفقاء کی درس قرآن، درس حدیث اور مطالعہ کتب کے ذریعہ تعلیم و تربیت پر بطور خود توجہ کریں۔

۸۔ امراء و قیمین کا مجوزہ اجتماع جسے مارچ ہی کے مہینہ میں منعقد کرنے کا خیال تھا۔ حالات کے پیش نظر آئندہ کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔

۹۔ منطقہ واری اجتماعات کا مسئلہ بھی آئندہ کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔

۱۰۔ ثانوی درس گاہ کو مفید تر اور بہتر بنانے کے لیے طے پایا کہ :

ا : آئندہ سیشن سے مزید چند گھنٹوں کی تعلیم کے لیے ایک پارٹ ٹائم معلم کا انتظام کیا جائے۔

ب : علوم جدیدہ کی ضروری کتب مہیا کرنے کے لیے ڈھائی سو روپیہ کی رقم منظور کی جاتی ہے۔

ج : عام لوگوں پر اس تعلیم کی اہمیت مناسب طریقوں سے واضح کرائی جائے۔

۱۱۔ مالیات کی کمزور حالت پر غور ہوا۔ طے پایا کہ رفقائے جماعت کو جماعت کی ضرورتوں سے مطلع کر کے مزید اعانت کی طرف توجہ دلائی جائے۔

آخر میں دعا پر اجتماع برخاست ہوا۔

(شائع شدہ مرکزی سرکلر، ۸ مارچ ۵۴ء)

منعقدہ دہلی بتاریخ ۱۳ر ستمبر تا ۱۸ر ستمبر سنہ ۱۹۵۴ء

حسب اعلان مجلسِ شوریٰ کا انعقاد بمقام دہلی ۱۳ر ستمبر ۵۴ء بروز دوشنبہ صبح آٹھ بجے سے عمل میں آیا۔ ارکانِ شوریٰ میں سے سوائے چودھری شفیع احمد صاحب وی پی محمد علی صاحب اور شیخ عبداللہ صاحب کے جو اپنی بعض معذوریوں کی بنا پر تشریف نہ لا سکے تھے۔ باقی سب حضرات نے شرکت کی۔

اس موقع پر یہ مناسب سمجھا گیا تھا کہ ارکانِ شوریٰ کے علاوہ بعض ایسے قیمین حلقہ جات اور اہل الرائے رفقاء کو بھی شرکت کی خصوصی دعوت دی جائے جو بسہولت مجلسِ شوریٰ کی نشستوں میں شریک ہو سکیں۔ چنانچہ ان میں سے سات حضرات نے ان نشستوں میں شرکت کی۔

سید عبدالقادر صاحب عارضی امیر جماعت کے افتتاحی خطاب کے بعد کارروائی کا آغاز ہوا۔ پہلا مسئلہ مستقل امیر جماعت کے انتخاب کا پیش ہوا۔ ارکانِ شوریٰ نے کافی غور و خوض اور گفتگو و تبادلۂ خیال کے بعد جناب سید حامد حسین صاحب

کو منصب امارت کے لیے بالاتفاق منتخب کیا۔ اس انتخاب سے دیگر تمام شرکائے مجلس نے بھی پوری طرح اتفاق رائے ظاہر کیا اور سید حامد حسین صاحب کے اظہار معذرت کے باوجود انھیں کے حق میں متفقہ فیصلہ کیا گیا۔ اس فیصلہ پر اللہ تعالیٰ سے اظہار تشکر اور دعا کے بعد مجلس کی کارروائی جناب سید حامد حسین صاحب کی نگرانی میں شروع کی گئی۔ جو مسائل زیر بحث آئے اور ان کے بارے میں جو فیصلے ہوئے وہ مختصراً درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ایک عرصہ سے یہ تجاویز آتی رہی ہیں کہ جماعت کے مرکز کو رام پور سے منتقل کر کے کسی زیادہ بہتر مقام پر لایا جائے۔ اس مرتبہ بھی ایسی تجویزیں آئی تھیں۔ ان سب پر غور کرنے کے بعد یہ طے ہوا کہ مرکز کی منتقلی ابھی مناسب نہیں ہے۔

۲۔ تحریک کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کے پیش نظر ایک مستقل شعبۂ نشر و اشاعت کے قیام کا ارادہ کچھ عرصہ سے کیا جا رہا تھا اب حالات نے جو رُخ اختیار کیا ہے ان کی بنا پر یہ طے پایا کہ اس شعبہ کو جلد از جلد قائم کیا جائے، چنانچہ اس شعبہ کا قیام منظور کر لیا گیا۔ اس کی انتظامی تفصیلات امیر جماعت مناسب رفقاء کے مشورے سے بعد کو طے کریں گے۔

۳۔ پچھلے دنوں بعض وجوہ کی بنا پر حلقہ وار و ضلعی اجتماعات عارضی طور پر روک دیے گئے تھے۔ کچھ دنوں بعد ضلعی اجتماعات کے انعقاد کی اجازت دے دی گئی لیکن حلقہ وار اجتماعات بدستور بند رہیں۔ اس موقع پر حلقہ وار اجتماعات کے سلسلے میں بھی غور کیا گیا اور طے پایا کہ اگر کوئی حلقہ کسی وقت اس کی ضرورت محسوس کرے تو مرکز سے اجازت اور ضروری ہدایات حاصل کرنے کے بعد ایسے اجتماعات منعقد کر سکے گا۔

۴۔ ماہنامہ "زندگی" کی ادارت کا مسئلہ بھی ایک عرصہ سے معرضِ التوا میں چلا آرہا

ہے۔ چند نام اس سلسلہ میں پہلے سے پیش نظر رہے ہیں اور نامزد اصحاب سے کچھ مراسلت بھی ہوئی ہے لیکن کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکا تھا۔ اس مجلس میں ان ناموں پر غور ہوا اور دو ایک نام پسند بھی کیے گئے۔ طے پایا کہ امیر جماعت ان اصحاب سے ضروری استصواب کے بعد کوئی آخری فیصلہ فرمائیں گے۔

۵۔ شعبۂ تعلیم کے تحت ابتدائی درس گاہ اور ادارہ ثانوی تعلیم کی ترقی و استحکام کی تجاویز پر غور کیا گیا۔ یہ مسئلہ خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں کسی فیصلہ پر پہنچنے کے لیے بہت ساری معلومات کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس لیے طے پایا کہ آئندہ مجلس شوریٰ کے انعقاد تک ضروری مواد فراہم کیا جائے اور اس مسئلہ پر غور ہو۔

۶۔ جناب محمد شفیع صاحب مونس کی گرفتاری کے باعث حلقہ رام پور و شاہجہاں پور کی قیمی کی جگہ خالی ہو گئی ہے اس کو پُر کرنے کے سلسلہ میں طے پایا کہ حلقہ کے نمایاں کارکنوں سے گفتگو کرنے کے بعد امیر جماعت قیم کا تقرر کریں گے۔

۷۔ جماعت کی نمائندگی خواہ تقاریر کے ذریعہ ہو یا صحافتی بیانات کے ذریعہ یا مضامین کتابوں اور ہینڈ بلوں کے ذریعہ بہر حال ایک نہایت اہم ذمہ داری کا کام ہے اس میں ذراسی لغزش بھی غلط نمائندگی اور بالآخر تحریک کو نقصان پہنچانے کا باعث بن سکتی ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر سابق میں یہ پابندی لگائی گئی تھی کہ صرف وہی رفقائے جماعت تقریریں کر سکتے ہیں جن کے حق میں مرکز نے منظوری دی ہے۔ موجودہ حالات اس پابندی میں سختی اور شدت کے متقاضی ہیں۔ دوسری طرف یہ دیکھا جا رہا ہے کہ مختلف مقامات پر مرکز سے استصواب کیے بغیر بعض رفقائے جماعت بیانات جاری کر دیتے ہیں یا پمفلٹ اور ہینڈ بل وغیرہ شائع کر دیتے ہیں جو معیار مطلوب کے مطابق نہیں ہوتے۔ لہٰذا طے کیا گیا کہ تمام رفقائے جماعت کو پابند کیا جائے کہ ایسی کوئی کارروائی مرکز سے پیشگی منظوری حاصل کیے بغیر عمل میں نہ لائیں۔ نیز یہ بھی

طے کیا گیا کہ جن رفقاء کو سابق میں تقریر کی اجازت دی گئی تھی ان پر دوبارہ غور کیا جائے اور امیر جماعت از سر نو مقررین کا تعین کریں۔

۸۔ جناب سید حامد حسین صاحب کے امیر جماعت منتخب ہو جانے کی وجہ سے حلقہ دکن، برار اور آندھرا کی قیمی کی جگہ خالی ہو گئی ہے اس حلقہ کی وسعت کا لحاظ کرتے ہوئے پہلے ہی سے یہ تجویز پیش نظر تھی کہ اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے چنانچہ اب اس تجویز کو منظور کر لیا گیا۔ اور طے پایا کہ مرکز کا کوئی نمائندہ وہاں جائے اور ان علاقوں کے ذمہ دار رفقاء سے مشورہ اور مقامی حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد دو قیمین کے لیے دو ناموں کی سفارش کرے تاکہ ان کا تقرر عمل میں لایا جائے۔ اس انتظام کے روبعمل آنے تک یہ پورا حلقہ براہ راست مرکز کے ساتھ وابستہ رہے گا۔

۹۔ مرکزی قیمّ کے تقرر کا مسئلہ بھی زیر غور آیا۔ چونکہ کسی موزوں آدمی کا نام سامنے نہیں آسکا اس کا اس واسطے اس مسئلہ کو سر دست ملتوی کرنا پڑا۔ ۱۰۔ مجلسِ شوریٰ کی میقات کار چونکہ ختم ہو چکی ہے اور آئندہ انتخاب کے لیے ارکانِ جماعت کی آرا بھی حاصل ہو چکی ہیں اس لیے امیر جماعت نے حاضرینِ مجلس سے فرداً فرداً مشورہ کرنے کے بعد نئی مجلسِ شوریٰ ذی الحجہ ۷۷ھ تک کے لیے تشکیل دی۔ جس میں سے نو ارکان کے نام یہ ہیں:— (۱) مولانا وی پی محمد علی صاحب، مالابار (۲) مولانا عبد الغفار صاحب ندوی لکھنؤ۔ (۳) مولانا عبد القدیر الاعظم صاحب عباسی، دہلی (۴) جناب حسنین سید صاحب، بہار (۵) جناب محمد یوسف صدیقی صاحب، راجستھان (۶) جناب محمد یونس صاحب، حیدرآباد (۷) جناب سید ضیاء الہدیٰ صاحب، بہار (۸) جناب انعام الرحمٰن خاں صاحب بھوپال (۹) جناب غلام احمد حسن صاحب، برار —— بقیہ ناموں کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

اس اجلاس کی کارروائی کے بعد آئندہ سے شوریٰ کا کام نئی مجلس انجام دے گی۔

(دستخط) سید عبد القادر، سابق امیر جماعت اسلامی ہند

(شائع شدہ دعوت، ۲۵ ستمبر ۵۶ء)

مجلسِ شوریٰ

منعقدہ ۲؍تا ۹؍جون ۵۵ء

رام پور۔ یہاں گذشتہ ماہ کی ۲؍تا ۹؍تاریخ کو جماعت اسلامی ہند کی مجلسِ شوریٰ کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس اجتماع میں موجودہ مجلسِ شوریٰ کے ارکان کے علاوہ کچھ اور صائب الرائے رفقاء کو بھی مدعو کیا گیا تھا اور یہ بیشتر وہ لوگ تھے جو مولانا ابواللیث صاحب کی گرفتاری کے وقت مجلسِ شوریٰ کے رکن تھے۔ چنانچہ بجز چودھری شفیع احمد صاحب اور شیخ عبداللہ صاحب کے سب لوگ شریک اجتماع ہوئے۔ اس موقع پر یا اس کے کچھ پہلے کچھ قیمین حضرات بھی اپنے حلقوں کے مسائل پر بات چیت کرنے کے لیے مرکز آئے ہوئے تھے۔ ان کے مسائل کے تعلق سے انھیں بھی شریک اجتماع کر لینا مناسب سمجھا گیا۔ ابتدائی و ثانوی درس گاہ کے نظماء بیشتر نشستوں میں شرکت کرتے رہے۔ اس طرح شرکاء اجتماع کی تعداد عام طور سے ۲۰، ۲۱ تک رہی۔ ارکانِ شوریٰ میں سے صرف ۲ رکن غلام احمد حسن صاحب اور محمد یونس صاحب اپنی وقتی معذوریوں کی بنا پر شریک اجتماع نہ ہو سکے۔

اجتماع کی کارروائی کا آغاز امیر جماعت کے افتتاحی خطبہ سے ہوا۔ جس میں موصوف نے اس اجتماع کی خصوصی اہمیت پر روشنی ڈالی اور اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ بعض ارکان شوریٰ اپنے ارادہ و خواہش کے باوجود اپنی مجبوریوں کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ نیز ہمارے بعض رفقا جن کے مشوروں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔ ابھی تک اسیر زنداں ہیں۔

اجتماعِ شوریٰ میں جو امور زیر بحث آئے اور طے پائے ان میں سے قابل ذکر امور درج ذیل ہیں:

دستورِ جماعت:

مجلس شوریٰ منعقدہ فروری ۵۵ء میں یہ تجویز زیر غور آئی تھی کہ دستورِ جماعت پر نظر ثانی کی جائے لیکن اس وقت اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے حالات موزوں نہیں خیال کیے گئے تھے۔ اس اجتماع میں یہ مسئلہ دوبارہ زیر غور آیا اور طے پایا کہ دستور پر نظر ثانی کی ضرورت ہے کیونکہ دستور میں نظم جماعت سے متعلق تفصیلات موجود نہیں ہیں۔ نیز ہمارے طریق کار کے سلسلہ میں بھی جو اگرچہ ہمارے لٹریچر اور ہمارے تعامل سے بالکل واضح ہے۔ دستور میں کچھ ابہام پایا جاتا ہے نیز بعض مقامات پر الفاظ یا پیرایۂ بیان ایسا ہے جس سے خواہ مخواہ غلط فہمیاں پیدا کرائی جا سکتی ہیں۔ اس لیے دستور کی موجودہ روح اور اس کے اصل مفہوم کو پوری طرح برقرار رکھتے ہوئے اس پر نظر ثانی کی جائے۔ اس سلسلہ میں حسبِ ذیل باتیں طے پائیں۔

۱۔ پانچ افراد پر مشتمل ایک سب کمیٹی مقرر کی جائے جو تاریخ تشکیل سے چار ماہ کے اندر دستور کا مجوزہ خاکہ تیار کر کے مرکز کے حوالے کر دے، اس کمیٹی کے ارکان حسبِ ذیل ہوں گے:

(۱) مولانا اختر احسن صاحب (۲) مولانا حامد علی صاحب (۳) محمد یوسف صاحب صدیقی (۴) محمد یوسف صاحب قیم جماعت۔

پانچویں رکن کی جگہ فی الحال خالی ہے، اس جگہ کے لیے کسی موزوں شخص کو امیر جماعت اپنی صوابدید سے بعد میں منتخب کریں گے۔ محمد یوسف صاحب قیم جماعت کو اس کمیٹی کا داعی منتخب کیا گیا۔ کورم کے لیے تین افراد کی موجودگی کافی ہوگی۔ اس کمیٹی کو یہ حق بھی ہوگا کہ ارکان کمیٹی کے ماسوا اگر اور لوگوں سے مشورے کی ضرورت سمجھے تو ان کو شریک مشورہ کرلے، لیکن ان کی حیثیت باقاعدہ ارکان کمیٹی کی نہ ہوگی۔

۲۔ دستور کا مسودہ تیار ہو جانے پر اس کو تمام ارکان جماعت کے پاس بھیجا جائے اور اس کے متعلق ان کی رائیں طلب کی جائیں۔ رائیں موصول ہونے پر وہ سب رائیں کمیٹی کے سامنے پیش ہوں اور اسے ان کی روشنی میں اصل مسودے پر نظرِ ثانی کا موقع دیا جائے۔ اس کام سے فراغت کے بعد کمیٹی ختم ہو جائے گی۔

۳۔ اس دوران میں پورے ہندوستان کے ارکان جماعت کی ایک نمائندہ مجلس کا انتخاب عمل میں لایا جائے جس کی شکل یہ ہو کہ ہر حلقہ سے ارکان کا ایک نمائندہ منتخب کیا جائے۔ بشرطیکہ ارکان کی تعداد اس حلقہ میں ۲۰ سے زیادہ نہ ہو۔ لیکن اگر ارکان کی تعداد ۲۰ سے زائد ہو تو بہ تک دو نمائندے منتخب کیے جائیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ ارکان جماعت جن لوگوں کو اپنا نمائندہ منتخب کریں گی دستور کو آخری شکل دینے کے لیے انھیں اپنا حق تفویض کر دیں۔ اس معاملہ خاص کی حد تک مرکز بجائے خود ایک حلقہ سمجھا جائے گا اور امیر جماعت اور قیم جماعت کے علاوہ مرکز سے متعلق ارکان اپنا نمائندہ حسب تناسب منتخب کریں گے۔

نوٹ:۔ ارکان کی نمائندہ مجلس کے لیے حلقوں سے دستور کا خاکہ مرتب کرنے والی کمیٹی کے ارکان

کو بھی ان کی انفرادی حیثیت میں منتخب کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ اس طرح جو نمائندے منتخب ہو کر آئیں ان کے سامنے کمیٹی کا ترمیم شدہ مسودہ مع ان ترمیمات کے جو ارکان کی طرف سے موصول ہوئی ہوں، پیش کیا جائے نمائندوں کی یہ مجلس دستور کی آخری شکل دے دے۔ یہ دستور موجودہ دستور کا قائم مقام سمجھا جائے گا۔ اختلافی امور میں فیصلہ کثرت آراء کی بنیاد پر ہوگا۔ اس مجلس کے صدر اور معتمد بالترتیب امیر جماعت اور قیم جماعت ہوں گے۔

پالیسی اور طریق کار : پالیسی اور طریق کار پر نظر ثانی کے مسئلہ پر غور ہوا۔ اس سلسلہ میں جو تجاویز موصول ہوئی تھیں، زیر بحث آئیں۔ نیز شرکاء اجتماع نے بھی اپنے تاثرات و خیالات کا اظہار کیا۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد پالیسی اور طریق کار پر نظر ثانی کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنا دی گئی جو دو ماہ کے اندر اپنی سفارشات امیر جماعت کے سامنے پیش کرے گی اس کمیٹی کے داعی محمد یوسف صاحب قیم جماعت ہوں گے۔

اس سلسلے میں جو تجاویز موصول ہوئی تھیں۔ وہ کمیٹی کے حوالے کر دی گئیں۔ مزید جو لوگ تجاویز پیش کرنا چاہیں وہ جلد اپنی تجاویز کمیٹی کے داعی کے پاس بھیج دیں۔

لٹریچر پر نظر ثانی : لٹریچر پر نظر ثانی کی ملتوی شدہ تجویز پر غور ہوا اس ضرورت سے اتفاق کرتے ہوئے ایک کمیٹی کا تقرر عمل میں آیا۔ جس کے داعی مولانا حامد علی صاحب مقرر کیے گئے۔

شعبہ تنظیم : کئی سال سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ دعوتی کاموں کو آگے بڑھانے اور داخلی تنظیم کو مستحکم بنانے کے لیے مرکزی شعبہ تنظیم کو مزید افراد فراہم کیے جائیں۔ لیکن بعض موانع کی وجہ سے

اس ضرورت کی تکمیل نہ کی جاسکی تھی۔ اس مرتبہ پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ یہ ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سید حامد حسین صاحب کا انتخاب عمل میں آیا۔ دوسرے تقرر کے سلسلے میں متعدد نام امیر جماعت کے سامنے پیش کئے گئے اور طے پایا کہ امیر جماعت اپنی صوابدید پر بعد میں کسی موزوں شخص کا تقرر فرمادیں۔

حلقہ جات اور قیمین حلقہ جات پر نظر ثانی :

ایجنڈے کی اس دفعہ پر غور کرنے کے بعد حلقہ جات اور قیمین میں بہت کچھ ردوبدل کیا گیا ہے جو درج ذیل ہے۔ بقیہ حلقہ جات اور قیمین علیٰ حالہٖ برقرار ہیں۔

حلقۂ بہار : طے پایا کہ اس حلقہ کو شمالی اور جنوبی دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ حلقۂ شمالی بہار کے ہمہ وقتی قیم حسنین سید صاحب اور حلقہ جنوبی بہار کے ہمہ وقتی قیم سید ضیاء الھدیٰ صاحب ہوں گے۔ حلقہ جات کی تقسیم دریائے گنگا کو حد فاصل بنا کر کی جائے گی۔

حلقۂ مشرقی یو، پی : اس حلقہ میں اضلاع گونڈہ و بہرائچ کا اضافہ کیا گیا ہے۔

شمالی اودھ : یہ حلقہ اضلاع لکھیم پور کھیری، ہردوئی اور سیتا پور پر مشتمل ہوگا۔ اور موجودہ قیم حلقہ اودھ جناب مجیب الرحمٰن صاحب اس کے قیم ہوں گے۔

حلقۂ جنوبی اودھ : یہ حلقہ اضلاع لکھنؤ باستثناء شہر لکھنؤ، رائے بریلی، بارہ بنکی اور فیض آباد پر مشتمل ہوگا۔ اس حلقہ کے قیم مولانا عبدالغفار صاحب ندوی ہوں گے۔

حلقۂ الٰہ آباد : اس حلقہ میں فی الحال پرتاب گڈھ، سلطان پور، باندہ اور

لہ آباد کے اضلاع شامل ہوں گے۔ اس حلقہ کے لیے ہمہ وقتی قیم مقرر کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ مگر اس کا انتخاب ارکان حلقہ کے مشورہ کے بعد کیا جا سکے گا۔ سردست موجودہ قیم حلقہ جناب محمد اسحٰق صاحب قیمی کے فرائض انجام دیں گے۔ اس حلقہ میں بنارس جون پور اور مرزا پور کے اضلاع شامل کرنے کی تجویز بھی زیر غور ہے۔

حلقۂ کان پور: اس حلقہ میں جھانسی، جالون اور ہمیر پور کا اضافہ کیا گیا۔ فی الحال اس کے قیم حسب سابق ماسٹر جعفر علی صاحب ہوں گے۔ ایک سال کے بعد اس حلقہ کے نظم پر دوبارہ غور کیا جائے گا۔

حلقۂ دہلی: طے ہوا کہ اس حلقہ کے لیے ہمہ وقتی قیم کا تقرر کیا جائے، کسی موزوں رفیق کا انتخاب بعد کو کیا جائے گا۔

حلقۂ بھوپال: اس حلقہ سے جھانسی کو نکال کر حلقہ کانپور میں شامل کر دیا گیا۔

حلقۂ حیدرآباد: طے کیا گیا کہ اجتماع شوریٰ منعقدہ ستمبر ۵۴ء کے فیصلے کے مطابق حلقہ حیدرآباد کو شمالی اور جنوبی دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

حلقۂ شمالی حیدرآباد: میں اورنگ آباد، بیڑ، ناندیڑ، پربھنی، عادل آباد، اور برار کے اضلاع امراؤتی، اکولہ، ایوت محل اور بلڈانہ شامل ہوں گے۔

حلقۂ جنوبی حیدرآباد: میں عثمان آباد، بیدر، گلبرگہ، رائچور، نظام آباد، میدک، حیدرآباد، محبوب نگر، نلگنڈہ، کریمنگر، کھمم، ورنگل اور اضلاعِ آندھرا شامل ہوں گے ــــ دونوں حلقوں کے قیمین کا تقرر حلقہ کے ارکان سے مشورہ کرنے کے بعد عمل میں آئے گا۔ سردست عارضی نظم برقرار رہے گا۔

حلقۂ مدراس و میسور: اس حلقہ کے لیے ایک ہمہ وقتی قیم کا تقرر بہت پہلے عمل میں آچکا تھا، لیکن وہ اپنی علالت اور دیگر مجبوریوں کے باعث قیمی کے فرائض انجام نہ دے سکے۔ اس اجتماع شوریٰ میں بھی کسی موزوں شخص کے انتخاب میں دشواری محسوس کی گئی اس لیے اس مسئلہ کو آئندہ کے

لیے ملتوی کر دیا گیا۔ اور عارضی طور سے سابقہ نظم کو حسب دستور رکھنے کا فیصلہ کیا گیا یعنی مولانا سید عبد الحکیم صاحب میسور کے، مولانا سید امجد امین صاحب ارکاٹ شمالی کے اور مولانا شیخ عبد اللہ صاحب ٹاملستان کے قیم ہوں گے۔

شعبۂ تربیت: رفقاء کی تربیت کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہوئے اس مسئلہ پر غور کیا گیا کہ آئندہ تربیت کے نظم کو بہتر اور مفید تر بنانے کے لیے کیا شکل اختیار کی جائے، طے پایا کہ آئندہ تربیت کچھ اس طرح ہونی چاہیے کہ وہ ہمارے موجودہ کاموں اور پروگراموں کے ذیل میں ہی بتدریج حاصل ہو سکے۔ بوقت ضرورت وحسب سہولت خارج سے بھی اس مقصد کے لیے مخصوص پروگرام اختیار کیے جا سکتے ہیں۔

شعبۂ تصنیف وتالیف: ایک عرصہ سے یہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ دعوت کے ارتقاء کے لیے جدید لٹریچر کی تیاری کی شدید ضرورت ہے۔ اس احساس کے پیش نظر حسب ذیل باتیں طے کی گئیں:

۱۔ مولانا صدر الدین صاحب جو پہلے شعبۂ تصنیف وتالیف سے متعلق کر دیے گئے تھے۔ اب بالکل یکسو ہو کر جدید لٹریچر تیار کریں اور تیسیر القرآن کے کام کو ملتوی رکھا جائے۔

۲۔ مولانا حامد علی صاحب فی الحال شعبۂ تربیت کے بجائے شعبۂ تصنیف وتالیف سے متعلق رہیں اور خصوصیت کے ساتھ تربیت کے پیش نظر ضروری لٹریچر تیار کریں۔

۳۔ جدید افکار و مسائل پر تنقیدی لٹریچر تیار کرنے کے سلسلے میں کسی اور موزوں شخص کی خدمات حاصل کی جائیں اور اس کے لیے "دعوت" میں اعلان کر دیا جائے۔

۴۔ اگر انگریزی یا عربی میں کچھ کتابیں مفید مطلب و موزوں نظر آئیں تو ان کے ترجمے کرانے کا بندوبست کیا جائے۔

۵۔ اگر کسی مصنف کی کوئی تصنیف ہمارے لیے مفید ہو سکتی ہو تو اسے معاوضہ دے کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ افضل حسین صاحب ناظم درس گاہ اور سید شوکت علی صاحب استاد درس گاہ کا وقت اس سال بھی درسیات کی تیاری کے لیے فارغ کیا جائے اور اس غرض کے لیے درس گاہ میں مزید ایک استاد کا اضافہ کیا جائے۔

رٹ کا مسئلہ : نظر بند رفقاء کے سلسلے میں رٹ کرنے کے مسئلہ پر غور ہوا۔ شرعی حیثیت سے دو مختلف نقطہ ہائے نظر سامنے آئے۔ ایک یہ کہ شرعاً اس کی گنجائش نہیں ہے دوسرا یہ کہ جائز ہو سکتا ہے چونکہ شرعی حیثیت کا فیصلہ مختصر وقت میں نہیں کیا جا سکتا اور جو لوگ اس کو جائز سمجھتے ہوں وہ ہر حال میں اسے ضروری خیال نہیں کرتے اور ساتھ ہی فوری طور پر اس پر عمل درآمد کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی اور بادی النظر میں رٹ کرنا عزیمت کے خلاف سمجھا گیا اس لیے طے کیا گیا کہ فی الحال اپنے نظر بند رفقاء کے سلسلے میں رٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

رفقاء کی معاشی پریشانیاں : متعلقین جماعت کی روز افزوں معاشی پریشانیوں پر غور کیا گیا۔ طے پایا کہ قیمین و امراء کو خصوصیت کے ساتھ اور مسلسل توجہ دلائی جاتی رہے اور اس کی نگرانی بھی کی جائے کہ وہ اپنے حلقہ کے ان رفقاء کو جو پریشان حال ہیں نگاہ میں رکھیں اور جماعتی طور سے اور افراد جماعت کے ذریعہ ان کی جو خدمت ممکن ہو اس میں کسی طرح کی کوتاہی واقع نہ ہونے دیں۔

اسی کے ساتھ اس بات کا بھی شدت کے ساتھ لحاظ رکھا جائے کہ اس طرح کی امداد جہاں تک ہو سکے پوشیدہ طور پر کی جائے اور اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ اس طرح کے رفقار کے اندر جماعت اور جماعتی رفقار پر بے جا اعتماد پیدا ہونے کے بجائے خدا پر اعتماد کا جذبہ بیدار ہو۔ اور ہر طرح کی مشکلات سے دوچار ہونے کو وہ اپنے اندر مقصد اور نصب العین سے وابستگی کا ایک قدرتی نتیجہ خیال کریں۔ رفقار کی معاشی مشکلات کے ازالہ کے سلسلہ میں متعدد تجاویز بھی زیر غور آئیں، اس موقع پر سید ضیار الہدیٰ صاحب کی ایک تجویز پر بھی غور ہوا۔ جس کا کچھ تعلق اس مسئلہ سے بھی تھا۔ اس تجویز کا منشا یہ تھا کہ جماعت کی نگرانی میں ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو امداد باہمی کے اصولوں پر فنڈ جمع کرے اور رفاہی کاموں مثلاً گشتی شفاخانوں، لاچاروں کی مدد اور تعلیمی اداروں کے قیام وغیرہ میں اس فنڈ کو صرف کرے۔ طے پایا کہ جماعت سے علیحدہ اس قسم کے کسی ادارہ کا قیام مناسب نہ ہوگا۔ البتہ متعدد کام جو اس ادارہ کے ذیل میں انجام دیتے ہیں وہ جماعتوں کی طرف سے جماعتی بیت المال کے ذریعے یا باجازت مرکز انجام دیئے جا سکتے ہیں اور اس غرض کے لیے بیت المالوں کی آمدورفت میں مناسب وسعت پیدا کی جا سکتی ہے۔ یعنی پیش نظر رفاہی کاموں کے لیے ان لوگوں کی اعانت بھی قبول کی جا سکتی ہے جو ان کاموں میں براہ راست حصہ لینا چاہیں اور اپنی رقم کے صرف کے بارے میں ہم پر اعتماد کریں۔

معاشی پریشانیوں کے ازالے کے ضمن میں بعض اور تجاویز کے سلسلہ میں طے پایا کہ جماعت من حیث الجماعت اس طرح کی کوئی عملی اسکیم اختیار نہیں کر سکتی، البتہ رفقار مقامی طور سے اپنی انفرادی حیثیت میں کسی مفید تجویز کو بروئے کار لانا چاہیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں بلکہ اس طرف ان کو متوجہ ہونے کی

ضرورت ہے۔

"دعوت" سہ روزہ "دعوت" کو روزنامہ کیے جانے کی تجاویز پر غور ہوا۔ طے پایا کہ فی الحال روزنامہ کے اجراء کے لیے حالات سازگار نہیں ہیں خصوصیت کے ساتھ اس کے لیے ایک بڑی رکاوٹ اپنے مطبع کا نہ ہونا ہے اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ سب سے پہلے مطبع کے قیام ہی کی کوشش ہونی چاہیئے۔ اس کے بعد روزنامہ کے مسئلے پر غور کیا جاسکے گا۔ یہ بھی طے پایا کہ سردست "دعوت" کے سائز میں اضافہ کر دیا جائے۔

اجتماعِ عام: اجتماع عام کے سلسلے پر غور کیا گیا اور طے ہوا کہ اجتماع عام کیا جائے اور چونکہ گزشتہ اجتماع عام جنوبی ہند میں ہو چکا ہے اس لیے یہ اجتماع شمالی ہند کے دونوں منطقوں میں سے کسی موزوں مقام پر منعقد کیا جائے۔ اس اجتماع کی حیثیت یہ ہوگی کہ شمالی ہند کے دونوں منطقوں کے جملہ ارکان اس میں شریک ہوں اور منطقہ جنوبی ہند کے صرف قیمین و امراء، البتہ جس مقام پر ارکان کی یک جائی تعداد دس یا دس سے زیادہ ہو، وہاں سے علاوہ مقامی امیر جماعت کے ارکان کا ایک مزید نمائندہ شریک ہو۔ بحالات موجودہ فروری تا اپریل ۵۶ء کا وقت اجتماع کے لیے زیادہ موزوں خیال کیا گیا۔ لیکن جگہ اور وقت کا آخری فیصلہ اور اعلان بعد کو مناسب وقت پر کیا جانا طے پایا۔

نوٹ: اس اجتماع کے موقع پر ان تجاویز کے علاوہ جن کا اوپر ذکر آچکا ہے اور بھی بہت سی تجاویز موصول ہوئی تھیں جن میں سے بعض پر غور بھی کیا گیا لیکن ان کی اشاعت چنداں ضروری نہیں معلوم ہوئی اور کچھ تجویزوں پر غور کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ اس لیے وہ آئندہ کے لیے ملتوی کر دی گئیں۔

بجٹ:

پچھلا گوشوارہ آمد و خرچ اور سال آئندہ کا سرسری بجٹ پیش کیا گیا۔ جس سے یہ اندازہ ہوا کہ سال آئندہ کی ضروریات کی تکمیل کے سلسلے میں تقریباً چھ ہزار روپیہ کی بجٹ میں کمی ہے۔ شرکائے اجتماع شوریٰ کو اس خسارہ کی تلافی کی طرف توجہ دلائی گئی اور طے پایا کہ وہ اپنے اپنے حلقہ کے ارکان جماعت کو اس طرف متوجہ کریں۔

ان کارروائیوں سے فارغ ہونے کے بعد دعا پر اجتماع ختم ہوا۔

(شائع شدہ، زندگی، مارچ، اپریل ۵۵ء)

مجلس شوریٰ

منعقدہ ۱۷ تا ۲۵ جون ۱۹۵۶ء مطابق ۸ تا ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ

امیر جماعت اور مجلس شوریٰ کے انتخاب کے بعد حسب توقع ۱۷ جون ۱۹۵۶ء مطابق ۸ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ کو ۱۰ بجے صبح مجلس شوریٰ کا اجتماع شروع ہوا۔ ارکانِ شوریٰ میں سے حسب ذیل حضرات شریک اجتماع تھے۔

(۱) مولانا صدرالدین صاحب (۲) مولانا سید حامد علی صاحب (۳) جناب وحیدالدین خاں صاحب (۴) مولانا اختر احسن صاحب (۵) جناب سید حامد حسین صاحب (۶) جناب انعام الرحمٰن خاں صاحب (۷) جناب محمد شفیع صاحب مونس (۸) جناب سید ضیاء الہدیٰ صاحب (۹) مولانا محمد عزیر صاحب مظاہری (۱۰) جناب سید عبدالقادر صاحب (۱۱) جناب محمد یوسف صاحب صدیقی (۱۲) محمد یوسف صاحب (قیم جماعت)

جناب محمد عبدالحی صاحب اور مولانا وی، پی محمد علی صاحب حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے جانے اور مولانا سید امین صاحب اپنی بعض معذوریوں کے باعث

شریک اجتماع نہ ہوسکے۔

اجتماع شوریٰ کی کارروائی ۲۵ رجون ۵۶ء کو ختم ہوئی اور کل ۲۳ نشستیں ہوئیں۔ ان نشستوں میں مذکورہ بالا جملہ ارکانِ شوریٰ شریک ہوئے۔ البتہ آخری چند نشستوں میں جناب سید عبدالقادر صاحب اور جناب محمد یوسف صاحب صدیقی شرکت نہ کرسکے۔ کیوں کہ انھوں نے اپنی بعض ذاتی ضرورتوں کے تحت امیر جماعت سے واپس جانے کی اجازت حاصل کرلی تھی۔

سب سے پہلے امیر جماعت مولانا ابواللیث صاحب ندوی اصلاحی نے اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ امارت اور شوریٰ کے انتخاب سے پہلے اس اجتماع کا باقاعدہ تفصیلی ایجنڈا مرتب نہیں کیا جاسکا تھا۔ اس لئے سب سے پہلا مسئلہ جو اس وقت مجلس شوریٰ کے سامنے ہے وہ ایجنڈے کی ترتیب کا مسئلہ ہے لیکن اس سلسلے میں ایک اہم بات یہ غور طلب ہے کہ جناب محمد عبدالحی صاحب، مولانا وی، پی محمد علی صاحب اور مولانا سید امین صاحب، شوریٰ کے یہ تینں ارکان اپنی مختلف معذوریوں کے باعث اجتماع سے غیر حاضر ہیں اور ان حضرات کو نہ تو کوئی باضابطہ تفصیلی ایجنڈا پہلے سے بھیجا گیا ہے (کیوں کہ امارت کے جدید انتخاب سے پہلے یہ ممکن نہ تھا) اور نہ یہ ایجنڈا جو اس وقت آپ مرتب کریں گے ان کو بھیجا اور بر وقت پہنچایا جاسکتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں مجلسِ شوریٰ کا اجلاس منعقد کرنا کوئی بے ضابطہ کارروائی تو نہ ہوگی ؟ اس پر ارکانِ شوریٰ کی متفقہ رائے یہ سامنے آئی کہ نہیں، ان تینوں حضرات کی غیر حاضری کے باوجود اجتماع کی کارروائی باضابطہ کارروائی ہوگی۔ کیونکہ شوریٰ کے دو ارکان تو حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔ ان کے سلسلے میں تو ایجنڈے کے بھیجنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہے مولانا سید امین صاحب تو مجلسِ نمائندگان نے

دوسرے تمام ارکان کی طرح انھیں بھی مطلع کر دیا گیا تھا کہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ مجلس نمائندگان کے اجلاس کے بعد شوریٰ کا اجتماع بھی منعقد ہو، نیز فی الجملہ وہ مسائل جو اس اجلاس میں پیش آ سکتے ہیں وہ فلاں فلاں ہیں۔ اب اگر وہ اس اجلاس میں موجود نہیں ہیں تو اس سے اس اجلاس کے باضابطہ ہونے پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ اس اظہار رائے اور متفقہ فیصلے کے بعد ایجنڈے کی ترتیب کا کام شروع کر دیا گیا۔

جب ایجنڈا مرتب کر لیا جا چکا تو امیر جماعت نے فرمایا کہ باہر سے آئے ہوئے بہت سے رفقاء جلد واپس جانا چاہتے ہیں، اور بعض جماعتی مسائل پر ان سے گفتگوئیں کرنی ہیں۔ اس لیے دو یا تین ابتدائی نشستوں میں میں شریک نہ ہو سکوں گا اور ان کی صدارت میرے بجائے مولانا صدرالدین صاحب کریں گے۔ چنانچہ وہ بیرونی رفقاء سے ملاقاتیں کرنے کے لیے اجلاس سے چلے گئے اور اجلاس کی کارروائی مولانا صدرالدین صاحب کی صدارت میں جاری رہی۔ جب تیسری نشست کے اختتام کے بعد امیر جماعت کو ملاقاتوں سے فراغت ملی تو چوتھی نشست سے انھوں نے پھر سے اجلاس کی شرکت اور صدارت شروع کی۔ ان تینوں ابتدائی نشستوں میں حسب ذیل کارروائی انجام پائی۔

(ا) گذشتہ اجتماعاتِ شوریٰ کی کارروائی کی خواندگی اور ایک ابہام کی وضاحت کے بعد اس کی منظوری۔

(ب) گذشتہ اجتماعاتِ شوریٰ کے فیصلوں کی روشنی میں مرتب شدہ جماعت کی سالانہ رپورٹ کی خواندگی۔

اس کے بعد کی نشستوں میں امیر جماعت کے زیر صدارت ایجنڈے کے مسائل پر غور ہوا۔ جو فیصلے کیے گئے ان میں سے قابل ذکر فیصلے مختصراً یہ ہیں:

بیت المال کی رپورٹ : سب سے پہلے بیت المال کی آمد و صرف کی رپورٹ جس کے ساتھ آڈیٹر کی رپورٹ بھی منسلک تھی، پڑھی گئی۔ رپورٹ کے جائزے میں خصوصیت سے یہ پیش نظر رکھا گیا تھا کہ یہ رپورٹ سال گزشتہ کے بجٹ سے کہاں تک مطابقت رکھتی ہے۔

آڈیٹر کی رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ حسابات باقاعدہ اور صحیح ہیں۔ بیت المال کی رپورٹ کی منظوری کے بعد پالیسی اور لائحہ عمل کا مسئلہ زیر بحث آیا۔

پالیسی اور لائحۂ عمل : جماعت کی سابقہ طے شدہ پالیسی اور اس کے متعلقات پر مجلس شوریٰ منعقدہ ۵۵ء میں نظر ثانی کا مسئلہ زیر غور آیا تھا اور غور و تحیص کے بعد ایک کمیٹی کی تشکیل بھی کر دی گئی تھی تاکہ وہ موصول شدہ تجویزوں اور مشوروں کو پیش نظر رکھ کر اس سلسلے میں اپنی سفارشات پیش کرے۔ چنانچہ اس کمیٹی کی سفارشات شوریٰ کے اس اجلاس میں پیش ہوئیں۔ مجلس شوریٰ نے ان سفارشات پر غور کیا لیکن غور کرتے وقت مناسب سمجھا گیا کہ صرف انہی ترمیمات تک غور و خوض کو محدود نہ رکھا جائے جن کی کمیٹی نے سفارش کی ہے بلکہ پوری پالیسی ، لائحہ عمل اور لائحہ عمل کے نفاذ کے لیے عملی تدابیر کو پڑھ لیا جائے اور ان میں اگر کسی طرح کی مزید ترمیمات کی ضرورت محسوس ہو تو ان پر بھی غور کر لیا جائے۔ اس فیصلے کے مطابق ان سب کو پڑھا گیا اور جس کسی مقام پر کوئی ترمیم سامنے لائی گئی اس پر غور و خوض ہوا۔ بالآخر چند جزئی ترمیمات کے ساتھ سابقہ پالیسی، لائحہ عمل اور لائحہ عمل سے متعلق عملی تدابیر کو از سر نو منظور کر لیا گیا۔

نیز لائحہ عمل کو قابل اشاعت شکل دینے کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے ارکان حسب ذیل ہوں گے:-

۱۔ مولانا ابو اللیث صاحب امیر جماعت ۔ ۲۔ مولانا صدر الدین صاحب (۳) جناب محمد شفیع صاحب مونس ۔

میقاتی پروگرام

لائحہ عمل کی روشنی میں موجودہ میقات (۴ سال) کے لیے جماعتی پروگرام مرتب کرنے کا کام حسب ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا۔

۱۔ مولانا ابو اللیث صاحب امیر جماعت (۲) مولانا صدر الدین صاحب اصلاحی (۳) جناب سید حامد حسین صاحب (۴) محمد یوسف صاحب، قیم جماعت۔

قیم جماعت اس کمیٹی کے داعی ہوں گے۔ کمیٹی کی سفارشات فیصلے کے لیے شوریٰ کے سامنے پیش ہوں گی ۔

تنظیمی حلقوں کی تشکیل جدید

جماعت کے جدید دستور کی رو سے حلقوں کے ذمہ دار، قیمین کے بجائے امرائے حلقہ ہوں گے اور ان کی ذمہ داریاں قیمین کے مقابلہ میں نسبتاً زیادہ وسیع ہوں گی۔ اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ حلقہ جات کے حدود پر دوبارہ غور کر لیا جائے۔

اس سلسلے میں خاص طور سے تین باتوں کو نگاہ میں رکھا گیا۔

اوّل یہ کہ جہاں تک ممکن ہو، امرائے حلقہ جات کی ہمہ وقتی خدمات حاصل ہو سکیں ۔

دوم یہ کہ مالیات اور صاحب صلاحیت کارکنوں کے لحاظ سے ہر حلقہ جلد سے جلد خود کفیل ہو سکے ۔

سوم یہ کہ اس بات کی کوشش کی جائے کہ ملک کے زیادہ سے زیادہ رقبہ میں ہماری دعوت کے پھیلنے اور بار آور ہونے کا نظم ہو سکے۔

چنانچہ ارکان شوریٰ کے مشورے سے امیر جماعت نے فیصلہ کیا کہ :
(الف) پورے ملک میں کل ۱۵ تنظیمی حلقے قائم کیے جائیں گے ۔
(ب) ان حلقوں کی تفصیل حسب ذیل ہوں گی :
(۱) **حلقۂ بنگال و آسام** : ایک نیا حلقہ قائم کیا جائے گا جو مغربی بنگال اور آسام دونوں صوبوں پر مشتمل ہوگا ۔
(۲) **حلقۂ شمالی بہار** : موجودہ حلقۂ شمالی بہار کو بغیر کسی ردوبدل کے ایک تنظیمی حلقے کی حیثیت سے برقرار رکھا جائے گا ۔
چنانچہ حسب سابق اس حلقے میں ذیل کے اضلاع شامل رہیں گے :
دربھنگہ ، مظفرپور ، سارن ، چمپارن ، پورنیہ ، سہرسہ ۔
(۳) **حلقۂ جنوبی بہار** : موجودہ حلقۂ جنوبی بہار میں صوبۂ اڑیسہ کو بھی شامل کیا جائے گا۔ چنانچہ اب یہ حلقہ صوبۂ اڑیسہ کے جملہ اضلاع اور صوبۂ بہار کے مندرجہ ذیل اضلاع پر مشتمل ہوگا۔
دھنباد ، مونگیر ، بھاگل پور ، سنتھال پرگنہ ، پٹنہ ، شاہ آباد ، گیا ، رانچی ، ہزاری باغ ، پلامو ، سنگھ بھوم ، مان بھوم
— پورے صوبۂ یوپی (بشمول دہلی و مالیر کوٹلہ) میں کل چار تنظیمی حلقے ہوں گے —
(۴) **حلقۂ مشرقی یوپی** :۔ موجودہ حلقۂ مشرقی یوپی میں ضلع سلطان پور بھی شامل کیا جائے گا۔ چنانچہ یہ حلقہ حسب ذیل اضلاع پر مشتمل ہوگا :
سلطان پور ، گورکھ پور ، بستی ، دیوریا ، اعظم گڑھ ، بلیا ، بنارس ، مرزاپور ، غازی پور ، جون پور ، گونڈہ ، بہرائچ
(۵) **حلقۂ لکھنؤ** : اس حلقہ میں مندرجہ ذیل اضلاع شامل ہوں گے :

سیتاپور، ہردوئی، لکھنؤ، فیض آباد، بارہ بنکی، رائے بریلی، اناؤ، کان پور، پرتاب گڑھ، الہ آباد، فتح پور، باندہ، جھانسی، ہمیر پور، جالون۔

(۶) **حلقۂ رام پور:** موجودہ حلقۂ رام پور میں لکھیم پور کھیری، سہارن پور اور مظفر نگر تین نئے اضلاع شامل کیے جائیں گے، چنانچہ اب یہ حلقہ ذیل کے اضلاع پر مشتمل ہوگا۔

مظفر نگر، سہارن پور، بجنور، مراد آباد، رام پور، بریلی، بدایوں، شاہجہان پور، پیلی بھیت، لکھیم پور کھیری، نینی تال، گڑھوال، الموڑہ۔

(۷) **حلقۂ دھلی:** موجودہ حلقۂ دہلی سے سہارن پور اور مظفر نگر دو ضلع الگ کرکے فرخ آباد، مین پوری، ایٹہ، اٹاوہ اور علی گڈھ، یہ پانچ ضلعے شامل کیے جائیں گے چنانچہ اب یہ حلقہ حسب ذیل اضلاع پر مشتمل ہوگا:

مالیر کوٹلہ، دہلی، دہرہ دون، میرٹھ، بلند شہر، آگرہ، متھرا، فرخ آباد، مین پوری ایٹہ، اٹاوہ، علی گڈھ۔

(۸) **حلقۂ راجستھان:** یہ حلقہ اپنی موجودہ شکل میں بغیر کسی ترمیم کے برقرار رکھا جائے گا۔

(۹) **حلقۂ بھوپال:** موجودہ حلقۂ بھوپال میں سے ناگپور، بھنڈارا، چاندہ اور وردھا کو نکال کر یہ حلقہ بقیہ اضلاع پر مشتمل ہوگا۔ چنانچہ اس حلقہ میں صوبۂ جدید مدھیہ پردیش کے جملہ اضلاع (بہ استثناء ضلع برہان پور) شامل ہوں گے۔

(۱۰) **حلقۂ حیدرآباد:** موجودہ حلقۂ جنوبی حیدرآباد میں سے ضلع عثمان آباد اور سابق صوبۂ آندھرا کے اضلاع خارج کرکے اس حلقے کے بقیہ حصے میں اضلاع عادل آباد، بلگام، بلاری، بیجاپور اور دھارواڑ کو شامل کیا جائے گا۔ چنانچہ اب یہ حلقہ حلقۂ حیدرآباد کے نام سے حسب ذیل اضلاع پر

مشتمل ہوگا۔

گلبرگہ، بیدر، رائچور، بیجاپور، دھارواڑ، بلگام، بلاری، عادل آباد نظام آباد، حیدر آباد، میدک، کریم نگر، ورنگل، کھمم، نلگنڈہ، محبوب نگر۔

(۱۱) **حلقۂ آندھرا:** ایک نیا تنظیمی حلقہ قائم کیا جائے گا جس میں سابق صوبۂ آندھرا کے جملہ اضلاع شامل ہوں گے۔

(۱۲) **حلقۂ مغربی مہاراشٹر:** موجودہ حلقۂ بمبئی کے بجائے ایک نیا تنظیمی حلقہ بنایا جائے گا جس کا نام حلقۂ مغربی مہاراشٹر ہوگا، اس حلقے میں مندرجہ ذیل اضلاع شامل ہوں گے۔

عثمان آباد، شولاپور، کولھاپور، ستارا جنوبی، ستارا شمالی، احمد نگر، ناسک مشرقی خاندیش، مغربی خاندیش، برہان پور، پونا، تھانہ، قلابہ، رتنا گری، بمبئی اور جدید صوبہ گجرات کے جملہ اضلاع۔

(۱۳) **حلقۂ مشرقی مہاراشٹر:** یہ بھی ایک نیا تنظیمی حلقہ ہوگا جس میں اضلاعِ ذیل شامل ہوں گے:

اورنگ آباد، بیڑ، پربھنی، ناندیڑ، امراؤتی، اکولہ، ایوت محل، بلڈانہ، ناگپور، بھنڈارا، چاندہ، وردھا۔

(۱۴) **حلقۂ مدراس:** موجودہ حلقۂ ارکاٹ، ٹاملستان، میسور اور مدراس کو ملاکر حلقۂ مدراس کے نام سے ایک نئے تنظیمی حلقہ کی شکل دی جائے گی۔ اس حلقہ میں صوبۂ مدراس (بہ استثنار مالابار) اور صوبۂ میسور شامل ہوں گے۔

(۱۵) **حلقۂ کیرلا:** یہ تنظیمی حلقہ بغیر کسی ردو بدل کے اپنی موجودہ شکل میں برقرار رہے گا۔

اجتماع عام

اجتماع عام کے مسئلہ پر غور ہوا اور حسب ذیل باتیں طے پائیں:

(ا) کل ہند اجتماع نہ کیا جائے۔ اس کے بجائے منطقہ وار عام اجتماعات کیے جائیں۔

(ب) اس غرض کے لیے کل چھ منطقے ہوں گے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

منطقہ (۱) حلقہ دہلی کے علاوہ یو، پی کے بقیہ تین حلقے یعنی حلقہ مشرقی یوپی حلقہ لکھنؤ اور حلقہ رام پور

منطقہ (۲) حلقہ دہلی، حلقہ راجستھان اور حلقہ بھوپال۔

〃 (۳) حلقہ شمالی بہار، حلقہ جنوبی بہار اور حلقہ بنگال و آسام۔

〃 (۴) حلقہ مشرقی مہاراشٹر اور حلقہ مغربی مہاراشٹر۔

〃 (۵) حلقہ مدراس، حلقہ حیدرآباد اور حلقہ آندھرا۔

〃 (۶) حلقہ کیرلا۔

(ج) ان اجتماعات کے لیے موزوں تاریخوں کا تعین بعد میں کیا جائے۔ اگر ملک کے عام انتخابات (جنرل الیکشنس) کے مارچ ۵۷ء تک منعقد ہو جانے کا فیصلہ ہو جائے تو یہ اجتماعات انتخابات کے بعد کیے جائیں۔ لیکن اگر انتخابات مؤخر کر دیے جائیں تو اجتماعات مارچ ۵۷ء تک کر لیے جائیں۔[۱]

---

[۱] خیال تھا کہ اجلاس شوریٰ کے ختم ہونے کے کچھ دنوں بعد ہی یہ فیصلہ سامنے آجائے گا کہ انتخابات اپنے وقت پر ہو رہے ہیں یا نہیں، لیکن اب تک یہ بات قطعی طور پر معلوم نہیں ہو سکی ہے اور اگر صورت حال اسی طرح غیر واضح رہی اور انتخابات کے ہونے کے سلسلے میں کسی قطعی فیصلے میں زیادہ تاخیر ہوئی تو انتخابات سے قبل اجتماعات کا انعقاد مشکل ہو جائے گا۔

مرکزی شعبہ جات

جماعت کے مرکزی شعبوں کے انتظامی معاملات زیرِ غور آئے اور حسب ذیل فیصلے کئے گئے ۔

(۱) **شعبۂ تنظیم :** گذشتہ مجلسِ شوریٰ کے فیصلے کے مطابق شعبۂ تنظیم میں مزید ایک شخص کے اضافے کا معاملہ سامنے آیا اور اس اضافے کی شدید ضرورت کا احساس کیا گیا۔ اس سلسلے میں چند رفقائے جماعت کے نام پیش کئے گئے اور طے پایا کہ امیر جماعت دو ایک ماہ کے اندر کسی موزوں شخص کا انتخاب کرلیں گے۔

(۲) **شعبۂ تصنیف وتالیف :** اس شعبے میں مزید افراد کی ضرورت عرصے سے محسوس کی جارہی تھی۔ چنانچہ یہ مسئلہ گزشتہ مجلس شوریٰ میں بھی زیرِ بحث آیا تھا۔ اس سلسلے میں اس مرتبہ دو رفقاء کے نام مجلسِ شوریٰ کے سامنے آئے۔ غور وخوض کے بعد ان حضرات کا تقرر فی الجملہ منظور کرلیا گیا لیکن چونکہ اس تقرر کو قطعی اور آخری شکل دینے کے لیے ضروری تھا کہ متعلقہ امور میں خود ان حضرات سے بھی گفتگو کرلی جائے ۔ اس لئے طے پایا کہ امیر جماعت ان اشخاص سے گفتگو کرلیں اور اگر متعلقہ امور میں شوریٰ میں آنے والی گفتگو کے مطابق معاملہ طے ہوجائے تو ان کے تقرر کو آخری اور قطعی شکل دے دیں۔

ہندی میں ترجمہ اور تصنیف وتالیف کے لیے کچھ ماہ قبل مولوی شہباز صاحب اصلاحی کا تقرر کیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ اس سلسلے کی تیاریوں میں مصروف تھے لیکن اب مجلسِ شوریٰ کے سامنے ان کے کچھ ایسے عذرات آئے جن کی بنا پر طے کیا گیا کہ اس کام کے لیے ان کے بجائے کسی دوسرے موزوں شخص کا انتخاب کیا جائے۔

ماہنامہ "زندگی"

"زندگی" کے نظم کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا، طے پایا کہ :

(ا) "زندگی" کی ادارت کا کام مولانا سید احمد صاحب عروج قادری کے بجائے مولانا سید حامد علی صاحب کے سپرد کیا جائے۔

(ب) "زندگی" کے حساب کتاب اور انتظام کا کام مکتبہ کے کسی فرد سے لینے کے بجائے (جیسا کہ کچھ عرصے سے ہوتا رہا ہے) اس کام کے لیے الگ سے کسی موزوں شخص کا تقرر کیا جائے۔

تربیت کا پروگرام رفقائے جماعت کے لیے جامع تربیتی پروگرام مرتب کرنے کے لیے حسب ذیل افراد پر مشتمل کمیٹی کی تشکیل کی گئی:-

۱۔جناب سید حامد حسین صاحب (۲) مولانا سید حامد علی صاحب۔

سالانہ بجٹ سال آئندہ کے لیے بجٹ پیش ہو کر منظور ہوا، تنظیمی حلقوں کے لیے ہمہ وقتی امراء کے تقرر کی تجویز، نیز دوسرے نئے انتظامات کے باعث مصارف میں کافی اضافہ سامنے آیا۔ جس کی وجہ سے بجٹ میں تقریباً پندرہ ہزار روپیہ کا خسارہ تھا، یعنی آئندہ سال کی متوقع آمدنی زیر تجویز مصارف سے پندرہ ہزار کے بقدر کم تھی۔ طے پایا کہ رفقاء سے خصوصی اعانت کی اپیل کی جائے اور ان کی اعانتوں کے بعد جو خسارہ رہ جائے اُسے رفقاء سے قرض لے کر پورا کیا جائے۔

آخر میں امیر جماعت نے بتایا کہ اجلاس شوریٰ کے بعد وہ اپنے علاج اور آرام نیز بعض خانگی ضروریات کے تحت اپنے وطن جانا چاہتے ہیں موصوف کے اندازے کے مطابق انھیں دو تین ماہ تک مرکز سے غیر حاضر رہنا پڑے گا۔ چنانچہ ارکانِ شوریٰ کے مشورے سے امیر جماعت نے فیصلہ کیا کہ ان کی غیر موجودگی میں مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی

قائم مقام امیر ہوں گے۔
دعا پر اجتماع برخاست ہوا۔

دستخط محمد یوسف قیّم جماعت
۲۸ر ۷۔ ۵۶ء
(شائع شدہ زندگی، جون، جولائی ۵۶ء)

مجلسِ شوریٰ

منعقدہ ۵ تا ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ

جماعت اسلامی ہند کے مرکز میں ۹ نومبر ۵۶ء تا ۱۹ نومبر ۵۶ء مجلسِ شوریٰ کا اجتماع منعقد ہوا۔ اس اجتماع کی شرکت کے لیے تمام ارکانِ شوریٰ کو دعوت نامہ بھیجا گیا تھا۔ مجلسِ شوریٰ کے دو ارکان سید عبدالقادر صاحب اور مولانا سید امین صاحب کے علاوہ جو اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے۔ باقی تمام ارکانِ شوریٰ شریک اجتماع ہوئے۔

پروگرام کے مطابق ۵ ربیع الآخر کو بعد نماز جمعہ اجتماع کی کارروائی امیر جماعت مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی ندوی کی صدارت میں شروع ہوئی جو ۱۵ ربیع الآخر کے دوپہر تک جاری رہی۔

یہ اجتماع خصوصیت سے جس مسئلہ پر غور و فیصلہ کے لیے طلب کیا گیا تھا وہ میقاتی پروگرام کا مسئلہ تھا۔ گزشتہ اجلاس شوریٰ منعقدہ ذی قعدہ ۷۵ھ میں اس مقصد کے لیے ایک سب کمیٹی کی تشکیل کی گئی تھی۔ چنانچہ اس کمیٹی کا

مرتب کردہ خاکہ مجلس شوریٰ کے اس اجلاس میں پیش ہوا اور ضروری ترمیمات کے بعد منظور ہوا۔

پروگرام کی تفصیلات

میقاتی پروگرام میں یہ بتایا گیا ہے کہ جماعت کو اپنے اصول و نظریات کی روشنی میں موجودہ میقات (اب سے لے کر شوال ۹۰ھ تک) میں کیا کام کرنے ہیں، اور انھیں وہ کس طرح انجام دے گی۔

اس پروگرام کے دو خاص جز ہیں۔ ایک داخلی استحکام اور دوسرا دعوت، ان کے علاوہ مذہبی تعلیم کے مسئلہ کو بھی مناسب اہمیت دی گئی ہے جن کی ضروری تفصیلات حسب ذیل ہیں:

داخلی استحکام

ایک اسلامی تحریک کی حیثیت سے، جیسا کہ انبیائی تحریکات کی تاریخ اور انبیائی اسوے سے پوری طرح واضح ہے۔ ہماری تحریک کا سب سے اہم اور ضروری مرکز توجہ جماعت کا داخلی پہلو ہے اس داخل کے تقاضے، تربیت اور تنظیم دو باہم مربوط اجزاء پر مشتمل ہیں۔ ایک اسلامی تحریک کی علم بردار جماعت کی حیثیت سے اس ذیل میں ہم نے اپنے میقاتی پروگرام میں جن امور کے اہتمام کو پیش نظر رکھا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ رفقائے جماعت کو ایمانیات کی پختگی زیادہ سے زیادہ حاصل ہو۔

۲۔ ان کے درمیان زیادہ سے زیادہ فکری ہم آہنگی پیدا ہو۔

۳۔ ان کے انفرادی و اجتماعی کردار کی صحیح تعمیر اور دعوت کا کام کرنے کے لئے

ان کے اندر ضروری صلاحیت واستعداد اور عملی جذبے کی نشوونما ہو۔

۴۔ جماعت کا داخلی نظم ٹھیک طور سے مستحکم ہو جائے۔

دعوت کسی دعوت کے دعوت ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اسے ارد گرد کے دوسرے انسانوں تک پہنچایا جائے۔ اس لیے اس کام کی اہمیت بھی معلوم ومسلّم ہے۔ لہٰذا یہ کام ہمارا دوسرا اہم اور ضروری مرکز توجہ ہے۔ دعوت قرآنی کے ایک عالم گیر دعوت ہونے کے باعث اس کا مخاطب بلاامتیاز قوم وملت ہر شخص ہے۔ اس لیے جبکہ ہمارے ملک میں مسلم اور غیر مسلم دونوں ہی قسم کی ملتیں پائی جاتی ہیں۔ ہماری تحریک دونوں ہی قسم کے لوگوں کو اپنا مخاطب قرار دیتی ہے۔ اس عام تخاطب کے پیش نظر دعوت کے سلسلے میں میقاتی پروگرام کی ترتیب میں خاص طور سے جن امور کو اہمیت دی گئی ہے۔ وہ درج ذیل ہیں:

مسلمانوں کے ذیل میں ——— منفی طور سے

۱۔ ان کو قومی کش مکش اور قوم پرستانہ رویہ سے دور رکھنے کی کوشش اور ان کو غیر اسلامی افکار ونظریات اور تحریکوں سے بچانے کی جدوجہد کی جائے۔

۲۔ ان کی جو کمزوریاں دعوت کی طرف ان کے متوجہ ہونے میں مانع ثابت ہو رہی ہیں — مثلاً خوف وہراس، مستقبل کی طرف سے ناامیدی اور عدم استقلال وغیرہ — ان کا ازالہ کیا جائے۔

نیز **مثبت طور** سے یہ کہ:

۱۔ ان کو ان کے مقصدِ زندگی (اقامت دین) سے روشناس کرایا اور ان کو اس مقصد کی جدوجہد کے لیے آمادہ کیا جائے۔

۲۔ ان میں ان کے ایک اصولی جماعت ہونے کا شعور بیدار کر کے انھیں اس کے بنیادی تقاضوں کو پورا کرنے کا احساس دلایا جائے اور

۳۔ انھیں اس بات پر بھی مطمئن کیا جائے کہ اسلام ہی ان کی مشکلات و مسائل کا واقعی حل ہے۔

غیر مسلموں کے ذیل میں منفی طور سے۔

۱۔ اسلام، جماعت اسلامی کی دعوت اور خود جماعت کے بارے میں مختلف اسباب کے تحت ان میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان کا ازالہ کیا جائے۔

۲۔ مغربی افکار و نظریات بالخصوص سوشلزم پر تنقید کی جائے اور ان پر یہ حقیقت پوری طرح بے نقاب کر دی جائے کہ ان مادی فلسفوں اور نظاموں میں ملک اور بنی نوع انسان کے مسائل کا حل نہیں ہے۔

نیز مثبت طور سے

ان کو اسلام کا صحیح تعارف کرایا جائے اور اس کی اس حیثیت کو کہ فی الواقع وہی ملک اور بنی نوع انسان کے مسائل کا واحد حل ہے، ان پر پوری طرح واضح کیا جائے اور انھیں ٹھیک طور سے واقف کرایا جائے اور صرف اسلام ہی صحیح طریق زندگی ہے جو واقعاتی حقائق کے عین مطابق ہے۔

مذہبی تعلیم کا مسئلہ

اس مسئلہ کی اہمیت بھی بالکل واضح ہے اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف تو ملک میں رفتہ رفتہ جبری تعلیم کی اسکیم کو نافذ کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف تعلیم کا جو نصاب رائج کیا گیا ہے وہ اپنے اندر گوناگوں قسم کی خرابیاں رکھتا ہے۔ یوں تو متعدد خرابیاں ایسی ہیں کہ جن میں سے کسی ایک کی بھی موجودگی مقاصد تعلیم کے صحیح حصول کو ناکام بنا سکتی ہے، لیکن اس نصاب کی سب سے بڑی خرابی جس کا انتہائی بُرے اور دُور رس نتائج پیدا کرنے کا موجب ثابت ہونا بالکل ظاہر ہے اور جسے کوئی صاحب عقل و ہوش نظر انداز نہیں کر سکتا، اس کا یہ پہلو ہے

کہ وہ صریحًا مسلمان بچوں کے عقائد کے خلاف ہے، جہاں تک تعلیم کے لازمی قرار دیئے جانے کا تعلق ہے، یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے کیونکہ تعلیم انسان کی بنیادی ضروریات میں داخل ہے اور ایک اسٹیٹ کا اہم فریضہ ہے کہ وہ اس کا مناسب انتظام کرے، جس کے لیے ضروری ہے کہ حکومت کو یہ بھی اختیارات حاصل ہوں کہ وہ تعلیم کو لازمی قرار دے دے۔ لیکن اسی کے ساتھ اس کا یہ بھی ایک نہایت اہم فرض ہے کہ وہ ان مقاصد و متعلقات کو پورے طور پر ملحوظ رکھے جن کے پیش نظر اسے یہ اختیارات حاصل ہیں نہ کہ ان اختیارات کا غلط استعمال کرکے پیش نظر مقاصد کے بالکل برعکس ایک ایسا نصاب تعلیم مسلط کردے جو بچوں کے بنیادی عقائد ہی کے خلاف ہو۔ ایسے نصاب تعلیم کی موجودگی میں نہ صرف یہ کہ مقاصد تعلیم کو حاصل کر لینا قطعًا ناممکن ہے بلکہ اس تعلیم کے نتائج کا زیر تعلیم بچوں کے حق میں انتہائی مضر اور تباہ کن ثابت ہونا بالکل ایک فطری بات ہوگی۔

اس صورت حال کا کھلا ہوا تقاضا یہ ہے کہ جبری تعلیم کے نصاب میں مناسب طریقے سے اصلاح کرانے کی کوشش کی جائے نیز اسی کے ساتھ ایسی تدابیر اختیار کی جائیں جن سے بچوں کو اس کے مضر اثرات سے بچایا جا سکے۔ چنانچہ یہ دونوں باتیں طے کی گئیں اور اسی کے ذیل میں مذہبی تعلیم کے مسئلہ کو بھی میقاتی پروگرام میں رکھا گیا ہے۔

داخلی استحکام کے لئے پروگرام

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ جماعت کا داخلی پہلو تنظیم اور تربیت دو اجزاء پر مشتمل ہے۔ تنظیم کے سلسلے کے تمام اہم کام یعنی مختلف مرکزی شعبوں کے نظم و نسق کی نگرانی، جماعت کے عام نظم کو ٹھیک ٹھیک قائم رکھنا، تمام تنظیمی حلقوں سے ربط اور ان پر نگاہ رکھنا اور حالات کے مطابق انھیں ہدایات دیتے رہنا، یہ سب شعبۂ تنظیم کے فرائض ہیں اس کے علاوہ جماعت کے تربیتی پروگرام کے

نفاذ کا بھی یہی شعبہ ذمہ دار ہے۔

یہ شعبہ قیم جماعت اور ایک معاون قیم پر مشتمل تھا لیکن اب متعلقہ کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے ایک اور معاون قیم مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اب یہ شعبہ قیم جماعت اور دو معاونین قیم پر مشتمل ہوگا جو اپنے حسب ذیل تنظیمی و تربیتی فرائض امیر جماعت کی ہدایات کے تحت انجام دے گا۔

تنظیمی نقطۂ نظر سے یہ کہ :

۱۔ تمام مرکزی شعبہ جات یعنی دار التصنیف، ابتدائی اور ثانوی درس گاہیں، مکتبہ، ماہنامہ زندگی، سہ روزہ دعوت اور مقامی دار الاشاعتوں کی عام نگرانی کا فرض انجام دے گا۔

۲۔ تنظیمی حلقوں کی رپورٹیں مقررہ وقت کے اندر وصول کرکے ان پر کئے گئے تبصروں سے امرار حلقہ جات کو بروقت مطلع کرے گا۔

۳۔ تنظیمی حلقوں کی مالیاتی رپورٹیں مقررہ وقت پر وصول کرکے ان کی جانچ کرے گا۔ نیز دورے کے موقع پر مالیات سے متعلق ان کے رجسٹروں کا جائزہ لیا جائے گا۔ تربیتی نقطۂ نظر سے وہ اس کا ذمہ دار ہوگا کہ جماعت کے طے شدہ تربیتی پروگرام کو پیش نظر رکھ کر مرکز میں مقیم ارکانِ جماعت اور امرائے حلقہ جات کی تربیت کرے اور اس سلسلہ میں حسب ضرورت مناسب تدابیر اختیار کرے۔

دعوت کا پروگرام

پروگرام کے دوسرے اہم جزو دعوت کے سلسلے میں اس امر کی بڑی اہمیت ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے لیے ان کے ذہن و استعداد اور مختلف خصوصیات کو پیش نظر رکھ کر ضروری مواد فراہم کیا جائے تاکہ اس کا مطالعہ انھیں جماعت کی دعوت سے بخوبی روشناس کرا سکے۔

دارالتصنیف اور لٹریچر کی تیاری

جماعتی لٹریچر کی تیاری کا کام براہ راست مرکز کی ذمہ داری

ہے چنانچہ اسی غرض کے لیے تصنیف و تالیف کا شعبہ قائم ہے۔ اس میقات میں اس شعبہ کو مختلف موضوعات پر جو کتابیں تیار کر لینی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

مسلم ذہین طبقے کے لیے:

۱۔ دین اور اس کے مقتضیات پر (دو کتابیں)

۲۔ فلسفۂ اشتراک کی تردید پر (ایک کتاب)

۳۔ سوشلزم کے عملی پہلو پر تنقید، ہندوستان کے حالات کے پیش نظر ــــ ایک کتاب۔

۴۔ نظریۂ وحدت ادیان کی تردید پر (ایک کتاب)

۵۔ غیر اسلامی تحریکات اور نظاموں پر تنقید اور اسلام کا تعارف بہ حیثیت ایک نظام۔ (ایک کتاب)

ان کے علاوہ۔

آخرت کے دلائل اور تقاضے
رسالت کے دلائل اور تقاضے
} دونوں کے لیے الگ الگ کتاب لکھنے کی تیاری

مسلم عوام کے لئے ــــ

۱۔ ملک اور بنی نوع انسان کے مسائل کا حل اسلام ہے۔ اشتراکیت نہیں دونوں نظاموں کا فرق، اس موضوع پر (ایک کتاب)

۲۔ توحید، آخرت اور رسالت پر (ایک کتاب)

۳۔ دین اور اس کے مقتضیات پر (ایک کتاب)

غیر مسلموں کے لئے ـــــ

۱۔ توحید، آخرت اور رسالت پر (ایک کتاب)

۲۔ دین اور اس کا تصور پر (ایک کتاب)

۳۔ تعلیمات قرآن پر (ایک کتاب)

ان کے علاوہ ـــــ

۴۔ مختلف ضروری کتابوں کا ہندی اور انگریزی ترجمہ۔

لٹریچر کی تیاری کے علاوہ لوگوں کو دعوت سے متعارف کرانے کے سلسلے میں جن دوسرے مختلف ذرائع کا میقاتی پروگرام میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے خاص قابل ذکر ذرائع کی ضروری تفصیل یہ ہے۔

دارالاشاعتیں تنظیمی حلقہ جات میں علاقائی زبانوں کے موجودہ دارالاشاعتوں کو مستحکم کیا جائے گا اور جہاں نئے دارالاشاعتوں کی ضرورت ہوگی وہاں حسب وسعت نئے دارالاشاعت قائم کیے جائیں گے۔ نیز یہ کہ دارالاشاعتوں کے قیام و استحکام کے لیے حسب ضرورت و گنجائش مرکز سے مالی امداد دی جائے گی۔

سہ روزہ "دعوت" اخبار "دعوت" میں دعوتی پہلو غالب ہوگا اور مسلمانوں کے ضمن میں دعوت کے ساتھ ان کی معاشرتی و اخلاقی اصلاح اور ملی مسائل کو زیادہ اہمیت دی جائے گی۔ رہا رفقائے جماعت کی تربیت کا پہلو تو اسے بھی نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ موقع موقع سے اس کی طرف بھی توجہ کی جاتی رہے گی۔ "دعوت" کا معیار بلند اور اس کے حلقۂ اشاعت کو وسیع کرنے کی جدوجہد کی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس کی اشاعت اب کی بہ نسبت دوگنی سے زائد ہو جائے۔

ماہنامہ "زندگی" "زندگی" میں دعوتی پہلو کے مقابلہ میں تربیت کا پہلو غالب

رہے گا اور دعوتی پہلو کے سلسلے میں اس رسالے سے عام فکری رہنمائی کا کام لیا جائے گا "زندگی" کے معیار کو بلند کرنے کی طرف پوری توجہ کی جائے گی۔ اسی کے ساتھ اس کی توسیع اشاعت کے لیے بھی کوشش کرنی ہے تاکہ اب کی بہ نسبت اس کی اشاعت کم سے کم دوگنی ہو جائے۔

اجتماعات: اس میقات میں مرکز کے زیر اہتمام ذیل کے اجتماعات ہوں گے۔

۱۔ جماعت کا ایک کل ہند اجتماع کیا جائے گا۔ اور

۲۔ ایک بار جماعت کے منطقہ وار اجتماعات کرائے جائیں گے۔

دورے: دوروں کا پروگرام اس طرح بنایا جائے گا کہ

(ا) امیر جماعت اس میقات میں کم سے کم دو دورے تمام تنظیمی حلقوں اور مرکزی مقامات کے کر سکیں۔

(ب) ہر حلقہ میں سال میں کم از کم ایک مرتبہ قیم جماعت یا کسی معاون قیم کا دورہ ہو سکے۔

حلقۂ تعارف کی توسیع مختلف ذرائع سے کام لے کر زیادہ سے زیادہ لوگوں کو دعوت سے روشناس کرانے کی جدوجہد کی جائے گی تاکہ مسلمانوں میں کم از کم ۲۵ ہزار افراد کو اور غیر مسلموں میں کم از کم پانچ سو افراد کو اس میقات میں اس طرح متعارف کرایا جا سکے کہ اسلامی دعوت اور اس کے تقاضوں سے پوری طرح واقف ہو جائیں۔

مذہبی تعلیم کے سلسلے میں اس ذیل میں جن تدابیر کے اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ مسلمانوں پر دینی تعلیم کی صحیح اہمیت واضح کر کے ان میں اس تعلیم کا عام احساس پیدا کیا جائے گا۔

۲۔ ان کو اس طرف متوجہ کیا جائے گا کہ وہ بطور خود دینی درس گاہیں قائم کریں۔ تاکہ ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت صحیح خطوط پر ہو سکے۔

۳۔ پیش نظر مقصد کے لیے صحیح نصاب تعلیم کیا ہو سکتا ہے اور اس کی ضروری خصوصیات کیا ہونی چاہئیں؟ یہ واضح کرنے اور جماعت کے مرتب کئے ہوئے نصاب تعلیم کو مدارس و مکاتب اور عام مسلمانوں میں رائج کرنے کی جدوجہد کی جائے گی۔ نیز اس سلسلے میں مزید درسیات کی تیاری اور اساتذہ کی ٹریننگ کا مناسب انتظام کیا جائے گا تاکہ اس نصاب تعلیم کے مطابق بچوں کی تعلیم و تربیت کا کام ٹھیک طور سے انجام پا سکے۔

میقاتی پروگرام کے مذکورہ اجزاء کو عملی جامہ پہنانے کے سلسلے میں مذکورہ بالا تدابیر اختیار کرتے وقت یہ بھی ملحوظ رکھا جائے گا کہ ہماری قوتوں کے صرف میں صحیح توازن و تناسب برقرار رہ سکے۔ یعنی یہ کہ ہمارے لیے سب سے اہم داخلی استحکام و تربیت کا پہلو ہے اور اس کے بعد دعوت کا۔

تنظیمی حلقوں سے متعلّق باتیں

میقاتی پروگرام سے متعلق جو ضروری باتیں تنظیمی حلقہ جات کو خصوصیت سے پیش نظر رکھنی ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

داخلی استحکام سے متعلق تنظیمی اور تربیتی نقطۂ نظر سے یہ کام کرنے ہیں: (ا) مرکز کو اپنی رپورٹیں وقت مقررہ پر بھیجیں۔

(ب) اپنے حلقے کے ارکان پر اس پہلو سے کہ وہ رکنیت کے کم سے کم

مطلوبہ معیار پر برقرار ہیں یا نہیں، نگاہ رکھیں۔ نیز حسب ضرورت ان کی اصلاح و تنبیہ کرتے رہیں اور اگر جماعت سے کسی رکن کے اخراج کی ضرورت محسوس ہو تو اس کے بارے میں مرکز کو مطلع کریں تاکہ معاملہ کا بروقت فیصلہ ہو سکے۔

(ج) حسب ضرورت اپنے اپنے حلقے کا برابر دورہ کرتے رہیں اور دوروں کے موقع پر دوسرے امور کے ساتھ خصوصیت سے مقامی بیت المالوں کے حسابات کا بھی معائنہ کیا جائے۔

ان کے علاوہ

(د) یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ اپنے اپنے حلقے کے ارکان کی تربیت کے بھی اصل ذمہ دار وہی ہیں اور انہی کو اس سلسلے میں طے شدہ تربیتی پروگرام کو زیر عمل لانے کا پورے طور پر اہتمام کرنا ہے۔

دعوت سے متعلق

اس ذیل میں تنظیمی حلقوں کو حسب ذیل کام انجام دینے ہیں:

میثاقی منصوبہ

ہر حلقے کی مجلس مشاورت "میثاقی پروگرام" کی روشنی میں امور ذیل کے بارے میں اپنے حلقہ کا میثاقی منصوبہ تیار کرے گی۔

(ا) کتنے مسلمانوں اور کتنے غیر مسلموں کو دعوت سے متعارف کرانا ہے۔

(ب) "زندگی" اور "دعوت" کے معیار کو بلند کرنے اور ان کی اشاعت کی توسیع کے سلسلے میں حلقہ کس قدر حصہ لے گا۔

(ج) ذیلی مکتبے، دارالمطالعے اور تعلیم بالغان کے مراکز کتنی کتنی تعداد میں قائم کیے جائیں گے۔ نیز یہ کہ اسٹڈی سرکلس، شخصی روابط اور مذاکرات وغیرہ، تعارف دعوت کے مختلف ذرائع کا کس مقدار میں اہتمام کیا جائے گا۔

دعوتی لٹریچر

ہر حلقے کو اپنی ضرورت کے مطابق جماعت کا دعوتی لٹریچر فراہم کرنا ہے تاکہ لٹریچر کی کمی، توسیعِ دعوت کے کام میں مانع نہ ہو، جن حلقوں کے وسائل اس قدر محدود ہیں کہ وہ حسبِ ضرورت دعوتی لٹریچر کا انتظام نہیں کر سکتے، ان کو تعارفی لٹریچر کی حد تک مرکز سے پچاس فی صد کمیشن پر کتابیں فراہم کرنے کا انتظام کیا جائے۔

اجتماعات کا نظم

اس سلسلے میں امورِ ذیل کو پیشِ نظر رکھنا ہے۔

(۱) ہفتہ وار ایک مقامی اجتماع لازمًا کیا جائے گا جس میں تربیتی پہلو غالب ہو۔

۲۔ جہاں کہیں بہ آسانی ممکن ہو ماہانہ اجتماعات بھی کیے جائیں جن میں دعوتی پہلو نمایاں ہو۔

۳۔ اس میقات میں کم از کم دو حلقہ وار اجتماعات منعقد کیے جائیں۔

پریس سے رابطہ

تنظیمی حلقوں کو اخبارات اور رسائل سے بھی ربط قائم کرنے کی کوشش کرنی ہے اور غیر مسلم اخبارات اور رسائل کے سلسلہ میں خاص طور سے یہ بھی پیشِ نظر رکھنا ہے کہ ان میں اسلام، جماعت کی دعوت اور خود جماعت کے سلسلے میں جو غلط باتیں شائع ہوتی رہتی ہیں ان کی بروقت اصلاح کی جاتی رہے اور ان کے سامنے ان پہلوؤں کو صحیح شکل میں واضح کیا جائے۔ جن کے متعلق صحیح واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے ان کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

مذہبی تعلیم سے متعلق

اس مسئلے کے ذیل میں اوپر جن تدابیر کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کے بارے میں بھی ہر حلقہ کو پہلے ہی سے مناسب اندازہ مقرر کر لینا چاہیے کہ اس میقات کے اندر اسے کس قدر

کام کر لینا ہے تاکہ ایک طرف اس ضمن کی مختلف کوششیں صحیح طور پر بار آور ہو سکیں اور دوسری طرف حلقہ کی قوتوں کے صرف میں توازن و تناسب برقرار رکھا جا سکے۔

میثاقی پروگرام کے سلسلے میں یہ بھی طے ہوا ہے کہ تمام تنظیمی حلقوں کے امراء کو مرکز میں مجتمع کیا جائے تاکہ اس پروگرام کی اہمیت اور اس کے طریق نفاذ کے متعلق ان سے بالمشافہ بات چیت کی جا سکے اور اس ضمن میں ان کو متعلقہ فرائض اور ذمہ داریاں سمجھائی جا سکیں۔ امید ہے کہ امرائے حلقہ جات کا یہ اجتماع انشاءاللہ وسط فروری تک ہو سکے گا۔

اس کے علاوہ یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ امرائے حلقہ جات کو سال میں ایک مرتبہ مرکز میں جمع کیا جایا کرے تاکہ مرکز اور حلقوں کا باہمی ربط اور زیادہ مستحکم ہوتا رہے اور باہمی تبادلۂ خیالات کے گوناگوں فوائد خاطر خواہ طور پر حاصل کئے جا سکیں۔

محمد یوسف، قیم جماعت

۲۲-۱۲-۵۶ء

تربیتی خاکہ

منظور کردہ مجلس شوریٰ منعقدہ ۵ تا ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ

ارکان جماعت کی تربیت کے لیے مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۵ ربیع الآخر تا ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ میں مندرجہ ذیل تربیتی خاکہ منظور کیا ہے واضح رہے کہ یہ خاکہ میقاتی نہیں ہے بلکہ طویل المیعاد ہے۔

مقاصدِ تربیت

تربیت کے سلسلے میں جو مقاصد پیش نظر رکھے گئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ایمانیات خصوصاً ایمان باللہ و ایمان بالآخرت کی پختگی نیز تصورِ خدا و آخرت کا استحضار۔

۲۔ فکری ہم آہنگی۔

۳۔ انفرادی و اجتماعی کردار کی تعمیر۔

۴۔ داخلی نظم کا استحکام۔

۵۔ دعوتی کام کرنے کے لیے صلاحیت و استعداد اور عملی جذبے کی نشوونما۔

مقاصدِ تربیت کی تشریح

ان مقاصد کی تشریح حسب ذیل ہے :

ایمانیات | ایمانیات کے سلسلے میں جو چیز مطلوب ہے، وہ یہ ہے :

۱۔ وجود باری تعالیٰ اور توحید کا پختہ یقین ۔
۲۔ صفاتِ الٰہی اور ان کے تقاضوں کا استحضار صحیح توازن کے ساتھ ۔
۳۔ زندگی بعد موت پر پختہ یقین ۔
۴۔ آخرت کی جواب دہی اور دوزخ اور جنت کے مناظر کا استحضار ۔
۵۔ اللہ کی رضا اور آخرت کی کامرانی واقعتہً زندگی کا حقیقی مقصود بن جائے ۔
۶۔ ایمان بالرسول کی پختگی اور اس کے تقاضوں کا صحیح شعور
۷۔ اسلام کے واحد دینِ حق ہونے پر کامل یقین ۔
۸۔ محبت خدا اور رسول ؐ کا دلوں پر غلبہ ۔

فکری ہم آہنگی | فکری ہم آہنگی جن پہلوؤں سے مطلوب ہے، وہ یہ ہیں :

۱۔ جماعت کے عقیدے، نصب العین، طریق کار اور ذمہ داریوں کی تشریحات ۔
۲۔ جماعت کی بنیادی پالیسی ۔
۳۔ جماعت کا لائحہ عمل اور پروگرام ۔
۴۔ تحریکِ اسلامی کا مزاج اور دوسری تحریکوں سے اُس کا فرق بلحاظ مقصد، طریق کار اور تنظیم ۔
۵۔ جماعت اسلامی اور دیگر جماعتوں کا فرق ۔
۶۔ تحریک اسلامی کے تقاضے اور مراحل ۔
۷۔ موجودہ مرحلہ میں ہماری تحریک کے تقاضے ۔

۸۔ دوسری جماعتوں سے تعاون کے حدود و شرائط۔
۹۔ الجماعت نہ ہونے کی صورت میں جماعت اسلامی کا موقف۔
۱۰۔ نظام باطل سے تعلق کی نوعیت۔

انفرادی و اجتماعی کردار کی تعمیر | انفرادی و اجتماعی کردار کی تعمیر جس معیار پر مطلوب ہے، وہ یہ ہے:

۱۔ عقیدہ کے لوازم (بیان کردہ دستور جماعت)
۲۔ نصب العین کی تشریح (دستور جماعت)
۳۔ ذمہ داریاں (دستورِ جماعت)
۴۔ معیار مطلوب (دستور جماعت)
۵۔ پالیسی میں داخلی استحکام کے ذیل میں مندرج مطلوبہ صفات۔
۶۔ حقوق العباد کی ادائیگی اور مرحمت و مواساۃ۔
۷۔ راہ خدا میں استقامت اور جذبۂ ایثار و قربانی۔

داخلی نظم کا استحکام | داخلی نظم کے استحکام سے مراد ہے۔

۱۔ دستور جماعت کی پابندی۔
۲۔ امرار اور مامورین کا اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو محسوس کرنا اور ان سے عہدہ برآ ہونا۔ اور ان کے مابین حسنِ تعاون

دعوتی کام | دعوتی کام کرنے کے لیے صلاحیت و استعداد اور عملی جذبے کی نشوونما سے مراد یہ ہے کہ:

۱۔ دین میں دعوت کی اہمیت نیز اس کی فرضیت و افادیت کا احساس دلوں میں راسخ ہو۔
۲۔ رفقاء میں افہام و تفہیم، تقریر و تحریر اور مذاکرے کی صلاحیتوں کو ابھارا جائے۔

۳۔ سوسائٹی کے مختلف طبقات میں دعوت پہنچانے اور انھیں تحریک کی طرف بتدریج بڑھانے کے طریقے بتائے جائیں۔

مقاصدِ تربیت کے حصول کی عملی تدابیر

ایمانیات کی پختگی و استحضار ایمانیات کی پختگی و استحضار کے لیے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جائیں گی:

الف: قرآن پاک سے صحیح تعلق استوار کیا جائے گا۔

۱۔ مقالات، تقریروں اور ہدایات کے ذریعہ اس تعلق کی اہمیت وافادیت اُجاگر کر کے۔

۲۔ عربی زبان سیکھنے کا شوق پیدا کر کے۔

۳۔ 'زندگی' میں قرآن مجید کے منتخب اجزاء کی وقتاً فوقتاً ایسی تفسیر شائع کر کے جو قرآن سے تعلق پیدا کرنے اور اس سے تذکّر حاصل کرنے کا موجب بنے۔

۴۔ ترجموں اور تفاسیر سے قرآن پاک کے انفرادی واجتماعی مطالعہ کے پروگرام بنا کے۔

ب: توحید، رسالت، آخرت، خصوصاً آخرت سے متعلق اسلامی لٹریچر سے منتخبات کی نشاندہی کی جائے گی، نیز لٹریچر مہیا کیا جائے گا۔

ج: "زندگی" میں ان موضوعات پر مقالات آئیں گے۔

د: قرآن پاک اور احادیث سے اس مقصد کے لیے منتخبات کی نشاندہی کی جائے گی۔

ہ: اس مقصد کے تحت احادیث کے مجموعے، ترجمے اور تشریح کے ساتھ

مرتب اور شائع کیے جائیں گے۔

فکری ہم آہنگی

فکری ہم آہنگی کے لیے حسب ذیل تدابیر اختیار کی جائیں گی۔

۱۔ قرآن پاک سے ایسے منتخبات کی نشاندہی کی جائے گی جو انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی تفصیلات پر مشتمل ہو۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتی جدوجہد پر ایک کتاب تیار کی جائے گی۔

۳۔ دعوت دین، روداد وں اور جماعت کے لٹریچر سے منتخبات کی نشاندہی کی جائے گی۔

۴۔ "زندگی" کے اشارات کے ذریعہ اس مقصد کو حاصل کیا جائے گا۔

۵۔ "زندگی" کے مقالات کے ذریعہ اس مقصد کو حاصل کیا جائے گا۔

۶۔ اس مقصد کے تحت کچھ نئی کتابیں لکھی جائیں گی۔

۷۔ امرائے حلقہ سے متعلقہ مسائل پر مذاکرات کیے جائیں گے۔

۸۔ امرائے حلقہ مرکز سے حاصل شدہ فکر کو مقامی امراء تک پہنچائیں گے، نیز مذاکرات اجتماعی مطالعے اور تبادلۂ خیالات کے ذریعہ ارکان میں اس فکر کو استوار کیا جائے گا۔

تعمیر سیرت و کردار

تعمیر سیرت و کردار کے سلسلہ میں حسب ذیل تدابیر اختیار کی جائیں گی۔

۱۔ قرآن پاک سے صحیح تعلق استوار کیا جائے گا۔

۲۔ قرآن پاک، حدیث، سیرت اور لٹریچر سے انفرادی و اجتماعی کردار کے مختلف پہلوؤں کے لیے منتخبات کی نشاندہی کی جائے گی۔

۳۔ انفرادی احتساب اور توبہ کا جذبہ شدت سے ابھارا جائے گا۔

یہ سب کام "زندگی" کے ذریعہ، "دعوت" کے ذریعہ، مذاکرات کے

۴۔ عبادات کی اہمیت پوری طرح واضح کی جائے گی اور عبادات میں صحیح روح پیدا کرنے کی طرف متوجہ کیا جائے گا۔

۵۔ تعمیر کردار کی اہمیت کو واضح کیا جائے گا۔

۶۔ تواصی بالحق کی ضرورت واہمیت کی وضاحت کی جائے گی۔

ذریعہ، امرائے حلقہ اور امرائے مقامی کے ذریعہ اور ہدایات کے ذریعہ انجام پائے گا۔

۷۔ حقوق العباد کی ادائیگی اور مرحمت اور مواسات کے مواقع پر اپنی ذمہ داریوں کو انجام دینے کی طرف متوجہ کیا جائے گا۔

۸۔ دعوتی جدوجہد۔

۹۔ امرائے حلقہ مرکز سے تحریری وذاتی ربط رکھیں گے اور مقامی امراء کی رہنمائی ونگرانی کریں گے اور انھیں تعمیر سیرت وکردار کے سلسلے میں مشورے دیتے رہیں گے۔

۱۰۔ مقامی امراء مقامی ارکان جماعت کی رہنمائی وتربیت کریں گے۔

داخلی نظام کا استحکام

داخلی نظم کے استحکام کے لیے حسب ذیل تدابیر بروئے کار لائی جائیں گی۔

۱۔ "زندگی" کے ذریعہ وقتاً فوقتاً ہدایات دی جاتی رہیں گی۔

۲۔ شعبۂ تنظیم اور امرائے حلقہ کے درمیان تحریری وشخصی ربط بڑھایا جائے گا۔

۳۔ مرکز کے ذمہ دار اصحاب دورے کریں گے۔

۴۔ اسلامی نظم اجتماعی کے اجزائے ترکیبی اور ان کی شرعی اہمیت کے بارے میں

قرآن، حدیث اور لٹریچر سے منتخبات، کی نشاندہی کی جائے گی اور اس کی روشنی میں احتساب اور جائزہ لیا جاتا رہے گا۔

۵۔ دستور کا نفاذ اس کی روح کے ساتھ کیا جائے گا۔

۶۔ جماعت کی پالیسی کو ٹھیک ٹھیک نافذ کیا جائے گا۔

۷۔ بوقت ضرورت تطہیر ارکان کی تدبیر پر عمل کیا جائے گا۔

۸۔ شعبۂ تنظیم اور امرائے حلقہ صحیح طور پر اور بر وقت اپنے فرائض انجام دینے کی کوشش کریں گے۔

۹۔ امرائے حلقہ وقتاً فوقتاً دورے کریں گے۔

۱۰۔ باہمی نزاعات کو بر وقت حل کیا جائے گا۔

دعوت کا جذبہ و صلاحیت

دعوت کا جذبہ بیدار کرنے اور اس کی صلاحیت و استعداد کو نشو و نما دینے کے لیے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جائیں گی۔

۱۔ دعوت کی اہمیت، فرضیت اور افادیت سے متعلق قرآن، حدیث، سیرت اور لٹریچر سے منتخبات کی نشاندہی کی جائے گی۔

۲۔ رودادوں اور لٹریچر سے دعوتی کام کرنے کے طریقوں کی نشاندہی کی جائے گی۔

۳۔ تقسیم کار کے اصول پر ارکان کی صلاحیتوں کے پیش نظر ان سے باقاعدگی کے ساتھ کام لینے کی کوشش کی جائے گی۔

۴۔ ارکان کی تیاری کے لیے مناسب و موزوں مواقع فراہم کیے جائیں گے مثلاً اسٹڈی سرکلس اور اجتماعات وغیرہ

۵۔ امرائے حلقہ اور باصلاحیت رفقاء اپنی دعوتی سرگرمیوں کے وقت موزوں ارکان کو حسب موقع و ضرورت اپنے ہمراہ رکھیں گے۔

۶۔ مرکز، امرائے حلقہ اور امرائے مقامی حسب ضرورت ہدایات دیتے رہیں گے۔

تربیتی پروگرام کے نفاذ اور نگرانی کا طریقہ

۱۔ مرکز سے متعلق ارکانِ جماعت کی تربیت مرکز کے ذمّے ہوگی۔

۲۔ امرائے حلقہ کی تربیت بھی مرکز کے ذمّہ ہوگی۔

۳۔ امرائے حلقہ مقامی امرار کی تربیت کریں گے اور مقامی امرار مقامی ارکان کی۔

۴۔ تربیتی خاکے کے پیشِ نظر تربیت کا میثاقی پروگرام بنایا جائے گا۔

۵۔ تربیت کے میثاقی پروگرام کے پیشِ نظر ہر حلقہ کے لیے ایک جامع تربیتی منصوبہ بنایا جائے گا جس میں حلقہ کے حالات کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

۶۔ مرکز امرائے حلقہ سے اور امرائے حلقہ مقامی امراء سے اس منصوبے کے متعلق رپورٹیں طلب کرتے اور ہدایات اور مشورے دیتے رہیں گے۔

۷۔ شعبۂ تنظیم کے ذمہ دار اپنے دوروں کے موقع پر صحیح صورت حال کا جائزہ لیں گے اور مناسب ہدایات دیں گے۔

محمد یوسف قیم جماعت
(شائع شدہ زندگی دسمبر ۵۶ء اور جنوری ۵۷ء)

مجلس شوریٰ

منعقدہ ۱۴ر تا ۲۵ر جون ۱۹۵۷ء

الحمدللہ کہ حسب اعلان ۱۵ر ذی قعدہ ۷۶ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۹۵۷ء کو مجلس شوریٰ کا اجتماع مرکز جماعت اسلامی ہند واقع رام پور میں شروع ہوا تھا۔ جس میں حسب ذیل ارکان نے شرکت کی۔

جناب محمد عبدالحی صاحب، مولانا صدرالدین صاحب، مولانا وی پی محمد علی صاحب جناب سید حامد حسین صاحب، جناب سید ضیاء الہدیٰ صاحب، مولانا محمد عزیر صاحب صائب المظاہری، مولانا اختر احسن صاحب، جناب وحیدالدین خاں صاحب، جناب محمد شفیع صاحب مونس۔ جناب انعام الرحمٰن خاں صاحب۔ قیم جماعت محمد یوسف۔

مولانا سید حامد علی صاحب اور جناب محمد یوسف صاحب صدیقی نیز جناب سید عبدالقادر صاحب اور مولانا سید امین صاحب شریک اجتماع نہ ہوسکے۔ اول الذکر دونوں حضرات حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تھے اور مؤخرالذکر دونوں حضرات نے اپنی شرکت سے معذوری کے بارے میں پہلے ہی سے امیر جماعت کو مطلع کر دیا تھا۔

اجتماع کی کارروائی نمازِ جمعہ کے بعد ۳ ۱/۲ بجے امیر جماعت مولانا ابواللیث صاحب ندوی اصلاحی کی صدارت میں شروع ہوئی۔ سب سے پہلے گزشتہ مجلس شوریٰ منعقدہ نومبر ۵۶ء کی روداد پڑھ کر سنائی گئی۔ اس کے بعد جماعت کی سالانہ رپورٹ نیز آمد و صرف کی رپورٹ مع رپورٹ آڈیٹر کی خواندگی ہوئی اور ان کو منظور کیا گیا۔

کفاف و مشاہرہ

اس کے بعد کارکنان جماعت کے کفاف و مشاہرہ کا مسئلہ زیرِ غور آیا۔ یہ مسئلہ نومبر ۵۶ء کی شوریٰ میں بھی زیرِ بحث آیا تھا اور اس موقع پر چند بنیادی اصول طے کر دینے کے بعد ایک کمیٹی بنا دی گئی تھی تاکہ وہ ان طے شدہ اصولوں کی روشنی میں معیارِ کفاف اور گریڈوں کے تعین وغیرہ کے بارے میں اپنی سفارشات پیش کرے۔ چنانچہ اس اجتماع میں اس کمیٹی کی رپورٹ برائے غور و فکر پیش ہوئی اور بحث و تمحیص کے بعد ترمیم و اضافہ کے ساتھ ان کو آخری طور سے منظور کر لیا گیا۔ چونکہ مسئلہ خاصا اہم اور پیچیدہ تھا اس لیے شوریٰ کی کئی نشستیں اس پر صرف ہوئیں۔

ثانوی درس گاہ

ثانوی درس گاہ کو مفید اور بہتر بنانے کا مسئلہ بھی پچھلی شوریٰ میں زیرِ غور آیا تھا لیکن وقت کی قلت کی بنا پر اسے آئندہ کے لیے ملتوی کر دیا گیا تھا۔ کفاف کے مسئلہ سے فراغت کے بعد اس پر غور ہوا اور کچھ دیر گفتگو کے بعد مناسب سمجھا گیا کہ حالات کے جائزہ و تحقیق اور اس کے پیش نظر سفارشات پیش کرنے کے لیے ایک عارضی کمیٹی بنا دی جائے، جو شوریٰ کے دوران ہی میں اپنی سفارشات مرتب کر کے پیش کرے۔ کمیٹی کے ارکان حسب ذیل ہیں:

جناب محمد شفیع صاحب مونس (داعی)

مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی

مولانا اختر احسن صاحب اصلاحی

جناب سید حامد حسین صاحب

مولانا وی، پی محمد علی صاحب

چنانچہ کمیٹی نے اپنی سفارشاتی رپورٹ مرتب کی جو مجلس میں برائے غور و فیصلہ پیش ہوئی اور ضروری بحث و تحیص اور معمولی رد و بدل کے ساتھ منظور کرلی گئی اور طے کیا گیا کہ :

۱۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں دعوتی کام زیادہ توجہ اور سرگرمی سے انجام دیا جائے گا تاکہ ایک طرف ذہین و فعال عناصر تحریک کی طرف آئیں اور دوسری طرف ایسے طلبا میسر آتے رہیں جو اونچے معیار کی دعوتی خدمات انجام دینے کی غرض سے علم دین حاصل کرنے کے خواہش مند ہوں ۔

۲۔ اخبار "دعوت" وغیرہ میں ایسے مضامین شائع ہوتے رہیں گے جو تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اس اہم ترین خدمت کی طرف مائل کرتے رہیں۔

۳۔ جماعت سے تعلق رکھنے والے جو لوگ جماعت کے متعارف حلقوں میں ثانوی درس گاہ کے خلاف ذہنیت ابھاریں، انھیں مضبوطی سے روکا جائے گا۔

۴۔ اچھی صلاحیت کے طلبار کو متعینہ تعداد میں پینتیس (۳۵) روپیہ اور پندرہ روپیہ ماہانہ کے بقدر وظائف دیئے جائیں گے تاکہ وہ اپنے مصارف کے لئے ٹیوشن کے محتاج نہ رہیں اور ان کا وقت تعلیمی مشاغل ہی کے لیے وقف رہے۔ اس سلسلے میں رام پور کے ایک صاحب خیر کی ایک پیش کش پہلے سے موجود ہے، جسے سردست ایک حد تک کافی سمجھا گیا، مزید اور مستقل انتظام کے لیے مزید

کوشش کی جائے گی۔

۵۔ سیکولر سائڈ سے متعلق مضامین کے سلسلے میں حسبِ وسعت وضرورت طلبار کی مناسب رہنمائی کا انتظام کیا جائے گا۔

۶۔ طلبار کی ذہنی تربیت پر پوری توجہ رکھنے کے لیے درس گاہ کے اسٹاف کو خصوصی ہدایت کی جائے گی کہ وہ اس باب میں اپنے فرائض کو پوری طرح محسوس کرتے رہیں اور اس غرض کے لیے طلبار سے قریبی ربط رکھیں۔

۷۔ طلبا، کی ذہنی تربیت کے لیے خاص طور پر یہ بھی ضروری ہے کہ امیر جماعت اور قیم جماعت سے بھی ان کا ربط رہے اور وہ ان کی ذہنی تربیت پر نگاہ رکھیں۔

ان کے علاوہ کمیٹی کی ایک سفارش یہ بھی تھی کہ قلت وقت کی بنا پر وہ ثانوی درس گاہ کے جملہ مسائل پر تفصیل کے ساتھ غور کرنے کا حق ادا نہیں کر سکی ہے، اس بنا ایک نئی کمیٹی کی تشکیل کی جائے جو اپنی سفارشات آئندہ مجلس شوریٰ میں پیش کرے۔ چنانچہ اس تجویز کو بھی منظور کر لیا گیا اور حسب ذیل ارکان پر مشتمل کمیٹی بنا دی گئی۔

جناب محمد شفیع صاحب مونسؔ (داعی)
جناب سید حامد حسین صاحب
مولانا سید حامد علی صاحب
مولانا جلیل احسن صاحب

ابتدائی درس گاہ

کچھ عرصہ قبل امیر جماعت نے ابتدائی درس گاہ کے حالات کا جائزہ لینے اور اس کی روشنی میں درس گاہ کو زیادہ مفید بنانے کے سلسلے میں اپنی سفارشات

پیش کرنے کے لیے تین ارکان شوریٰ پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی تھی جس نے من جملہ اور باتوں کے ایک سفارش یہ بھی پیش کی تھی کہ درس گاہ کے موجودہ معیار مطلوب کو اس معیار سے بدل دیا جائے جو "تعلیمات" نامی پمفلٹ میں درج ہے، لیکن چونکہ اس تبدیلی سے موجودہ درجات اور اساتذہ میں اضافہ کا سوال بھی وابستہ تھا۔ اس لیے امیر جماعت نے کمیٹی کی یہ سفارش شوریٰ میں برائے غور پیش کی۔ اس پر کافی دیر تبادلۂ خیالات ہوا۔ اور بالآخر طے کیا گیا کہ درس گاہ کے جملہ مسائل پر مفصل طور سے غور کرنے کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو اپنی رپورٹ آئندہ مجلس شوریٰ میں پیش کرے۔

کمیٹی کے ارکان حسب ذیل ہوں گے۔

جناب محمد عبد الحی صاحب (داعی) مولانا سید حامد علی صاحب، جناب محمد شفیع صاحب مونس، محمد یوسف صاحب، قیم جماعت۔

جدید تعلیم کے اداروں میں تعلیم کے لئے داخلہ

جدید نظام تعلیم جسے تعلیم کے مادہ پرستانہ نظریہ نے جنم دیا ہے۔ اس کی قباحتیں اور مضرتیں اسلامی نقطۂ نظر سے نہایت درجہ شدید ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جدید تعلیم کے اداروں میں رفقاء جماعت کا داخلہ ہمیشہ ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے الا یہ کہ کوئی دینی مصلحت اس نظام تعلیم سے فائدہ اٹھانے کی متقاضی ہو اور اس غرض سے جدید تعلیم کے کسی ادارہ میں تعلیم حاصل کرنا ناگزیر سمجھا جائے چنانچہ مسئلہ کی نوعیت کے پیش نظر ارکان شوریٰ نے اس کے بارے میں مختلف پہلوؤں سے بہ تفصیل اظہار خیال کیا۔ اس ضرورت کا عام احساس تھا کہ رفقائے جماعت پر ان قباحتوں اور مضرتوں کو اچھی طرح واضح کرتے رہنا چاہیئے جو ان اداروں میں تعلیم پانے کی صورت میں لازم و پیش آتی ہیں تاکہ اس ضمن میں ان کی صحیح ذہنی تربیت

ہوتی رہے اور وہ ایسا کرنے سے خود کو باز رکھیں۔ رہا اس سلسلے میں ان پر ضابطہ کی کوئی پابندی عائد رکھنے کا معاملہ، تو طے کیا گیا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔

ہندی ماہنامہ کا اجراء ان مسائل کے علاوہ ارکان اور ہمدردوں کی بھیجی ہوئی تجویزوں پر بھی غور ہوا۔ جن میں ایک خاص قابل ذکر تجویز ہندی ماہنامہ کے اجرار کے بارے میں تھی۔ چنانچہ طے کیا گیا کہ اگر ممکن ہوا تو مرکز کی طرف سے ایک ہندی ماہنامہ جاری کیا جائے گا۔

سالانہ بجٹ آخر میں گزشتہ قمری سال کے باقی دو ماہ یعنی ذی قعدہ اور ذی الحجہ ۷۶ھ کا بجٹ پیش کیا گیا "میقاتی پروگرام" کی وجہ سے جماعت کے کاموں میں جو توسیع پیش نظر ہے۔ اس کی وجہ سے سالانہ بجٹ میں مبلغ پانچ ہزار روپے کا خسارہ متوقع ہے۔ اس رقم کو انشاءاللہ رفقار سے قرض لے کر پورا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کاموں میں برکت عطا فرمائے۔

محمد یوسف، قیم جماعت

(شائع شدہ زندگی، جولائی واگست ۵۷ء)

مجلس شوریٰ

منعقدہ ماہ مئی ۱۹۵۸ء

الحمدللہ کہ مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس ۲ مئی ۵۸ء کو بعد نماز جمعہ مرکز جماعت اسلامی ہند رام پور میں زیر صدارت امیر جماعت مولانا ابو اللیث صاحب ندوی اصلاحی منعقد ہوا۔ اور ۱۴ مئی ۵۸ء تک جاری رہا۔ اس دوران میں کل ۲۶ نشستیں منعقد ہوئیں، اجلاس میں مجلس شوریٰ کے جملہ ارکان شریک تھے۔

اجلاس کی پہلی نشست گذشتہ اجلاس شوریٰ کی روداد کی خواندگی سے شروع ہوئی۔ اس کے بعد جماعت کی سالانہ رپورٹ جو مرکز کے مختلف شعبوں اور تنظیمی حلقوں کی کارگزاریوں پر مشتمل تھی، پڑھ کر سنائی گئی۔ چونکہ سال گزشتہ کی روداد اور جماعت کی سالانہ رپورٹ دونوں خاصی تفصیلی تھیں۔ نیز سالانہ رپورٹ پر مختلف پہلوؤں سے غور و فکر اور تبادلۂ خیال ہوتا رہا، اور ارکان مجلس نے رپورٹ کے بعض اجزاء کے متعلق اپنے اپنے تاثرات کا اظہار کر کے مفید مشورے بھی دیئے، اس لیے اجلاس شوریٰ کی کئی ایک نشستیں اس کام میں صرف ہو گئیں۔

اس کے بعد حسب ذیل مسائل زیر غور آئے اور ان کے بارے میں فیصلے کئے گئے۔

ثانوی درس گاہ

مجلس شوریٰ کے گزشتہ اجلاس میں ثانوی درس گاہ کو مفید اور بہتر بنانے کا مسئلہ زیر غور آیا تھا اور اس کے سلسلے میں کچھ تجویزیں منظور کر کے ایک کمیٹی بنا دی گئی تھی تاکہ وہ درس گاہ کے جملہ مسائل پر تفصیل کے ساتھ غور کر کے اپنی رپورٹ شوریٰ کے آئندہ اجلاس میں پیش کرے۔ چنانچہ کمیٹی کی رپورٹ برائے غور و فیصلہ اجلاس شوریٰ میں پیش ہوئی۔ جو ضروری بحث و تمحیص کے بعد معمولی رد و بدل کے ساتھ منظور کر لی گئی۔ منظور شدہ باتیں درج ذیل ہیں :

درس گاہ کا تعارف

ایک پمفلٹ شائع کیا جائے۔ جس میں درس گاہ ثانوی کے مقصد، اس کے حصول کے طریقوں، اس کی اہمیت، اس کی تاریخ، تعلیم و تربیت کے نظم، داخلہ کی شرائط و وظائف، غرض ان تمام باتوں کا تذکرہ ہو جو ضروری خیال کی جائیں۔ اس پمفلٹ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔ خاص طور سے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں۔

- ثانوی درس گاہ کے متعلمین اور اس کے فارغ طلبا رکو ترغیب دی جائے کہ "دعوت" نیز "زندگی" کے ذریعہ درس گاہ کا مختلف پہلوؤں سے تعارف کراتے رہیں اور "دعوت" "زندگی" وغیرہ میں دعوتی و علمی مختلف موضوعات پر اسلامی نقطۂ نظر سے مضامین و مقالات لکھتے رہیں تاکہ اس طرح درس گاہ کا بالواسطہ تعارف ہوتا رہے۔
- ثانوی درس گاہ کے تعارف کے سلسلے میں "دعوت" اپنا پورا حصہ ادا کرے۔
- امرائے حلقہ کو متوجہ کیا جائے کہ وہ درس گاہ کے تعارف اور اچھے طلباء کو اس میں داخلہ کی حسب حالات ترغیب دلائیں۔

• ناظم درس گاہ اپنی درس گاہ کا تعارف خود بھی پوری طرح کراتے رہیں اور یہ بھی دیکھتے رہیں کہ دوسرے جن ذرائع سے تعارف ہونا چاہیئے ان سے یہ کام کس حد تک انجام پا رہا ہے۔

داخلہ : اس ذیل میں حسب ذیل تجویزیں منظور ہوئیں :

• داخلے کے معیار کی سختی سے پابندی کی جائے۔

• اُمیدوار داخلہ :

(۱) بی، اے کے مساوی علمی صلاحیت و قوت مطالعہ رکھتا ہو۔ ثانوی درجہ میں ایسے طلبا بھی لیے جا سکتے ہیں جو اگرچہ اس معیار کے نہ ہوں مگر بہت اچھے علمی ذوق و صلاحیت کے ہوں اور علوم جدیدہ میں سے کسی فن کا انگریزی میں بطور خود مطالعہ کر سکتے ہوں۔

(۲) تحریک سے گہرا تعلق اور عملی رابطہ رکھتا ہو۔

(۳) مقاصد درس گاہ سے پوری طرح متفق ہو۔

____ داخلے کے لئے حسب ضرورت انٹرویو اور ٹیسٹ کے ذریعہ بھی اندازہ کیا جائے گا ____

سیکولر سائڈ : علوم جدیدہ میں رہنمائی کے لیے ایک ایسے شخص کی خدمات حاصل کی جائیں جو معاشرتی علوم میں سے کم از کم کسی ایک کا ماہر ہو، اور بقیہ مطلوبہ مضامین میں تیاری کے بعد یا دوسروں کے تعاون سے رہنمائی کرا سکے بقدر ضرورت عربی اور قرآن و حدیث سے بھی واقف ہو تاکہ مزید تیاری کے بعد دینی بصیرت کے ساتھ طلباء کی رہنمائی کر سکے۔

نصاب تعلیم : سیکولر سائڈ میں رہنمائی کے پیش نظر اس کا ایک باقاعدہ نصاب مرتب کرنے اور اس اضافے نیز عربی تعلیم کے نصاب پر اور وجوہ سے نظر ثانی

کی ضرورت محسوس کی گئی، اور اس کے پیش نظر ایک نصاب کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی۔ کمیٹی حسب ذیل ارکان پر مشتمل ہوگی۔

(۱) مولانا ابواللیث صاحب (امیر جماعت) (۲) مولانا اختر احسن صاحب اصلاحی۔

(۳) مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی (۴) جناب فضل الرحمٰن صاحب فریدی۔

(۵) جناب انیس الدین احمد صاحب چھتر پوری (۶) محمد یوسف (قیم جماعت) (داعی)

طلبہ کی تربیت: تربیتی مقاصد کے پیش نظر ناظم ادارہ ایک باقاعدہ منصوبہ کے تحت طلباء کے لیے مختلف علمی، عملی اور دعوتی پروگرام بنائے اور جو بھی پروگرام زیر عمل لائے جائیں، ان کی ٹھیک طرح نگرانی کرتا رہے۔

عمارت: تعلیم، رہائش، دفتر نیز دوسرے لوازم و متعلقات کے لیے معقول عمارت کا بندوبست کیا جائے۔

لائبریری: (ا) درسی کتب کے بقدر ضرورت نسخے فراہم کیے جائیں۔

(ب) جدید علوم سے متعلق کتب کی فراہمی کی طرف بھی توجہ کی جائے۔

ناظم ادارہ: اس وقت ادارہ کی نظامت کا مستقل انتظام نہیں ہے۔ طے کیا گیا کہ ادارہ کے لیے ایک مستقل ناظم کا تقرر کیا جائے۔ اس غرض کے لیے مختلف نام بھی زیر غور آئے لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا اور آخر میں نظامت کے لئے موزوں فرد کے تقرر کا معاملہ امیر جماعت کے حوالہ کر دیا گیا۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ ارکان شوریٰ کے سامنے اس سلسلہ میں کوئی موزوں نام آئے تو اس سے وہ امیر جماعت کو مطلع کر دیں۔ یہی بات سیکولر سائڈ اور عربی کے معلمین کے تقرر کے بارے میں بھی طے ہوئی۔

تعلیمی کمیٹی: ثانوی درس گاہ کے تعلیمی مسائل، انتظامی امور، نصاب تعلیم، طریق تعلیم، ضروریات تعلیم، داخلہ، وظائف

نیز روزمرہ کے مختلف مسائل پر غور کرنے کے لئے ایک مستقل تعلیمی کمیٹی کی تشکیل کی گئی جو حسب ذیل ارکان پر مشتمل ہوگی:۔

(۱) ناظم ثانوی درس گاہ (داعی) (۲) مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی

(۳) مولانا حامد علی صاحب (۴) جناب افضل حسین صاحب

(۵) محمد یوسف (قیم جماعت)

(جیساکہ اوپر ذکر آچکا ہے نصاب پر غور کرنے کے لئے الگ سے ایک کمیٹی کی تشکیل کی گئی ہے۔ رہا نصاب سے متعلق تعلیمی کمیٹی کا کام تو اس کے بارے میں طے کیا گیا کہ آئندہ جب کبھی معمولی طور سے نصاب میں کسی اصلاح وترمیم کی ضرورت پیش آئے تو تعلیمی کمیٹی اس ضرورت کو پورا کرے۔ اس کے علاوہ نصاب تعلیم پر نظر ثانی اور نئے نصاب کے مطابق عمل درآمد سے پہلے موجودہ نصاب تعلیم میں کمیٹی کسی معمولی ترمیم واصلاح کی ضرورت سمجھے تو وہ اس ضرورت کو بھی پورا کرسکتی ہے۔)

ثانوی درس گاہ سے متعلق کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں چند اور بھی سفارشات پیش کی تھیں جن کے بارے میں طے کیا گیا کہ ان میں سے (الف) (ب) اور (ج) کو تعلیمی کمیٹی اور (س) کو ناظم ادارہ کے حوالہ کردیا جائے۔ یہ سفارشات درج ذیل ہیں:

(الف) درس گاہ کا ایک دستور العمل مرتب اور شائع کیا جائے۔

(ب) دینی اور علمی حیثیت سے طلبہ کی معلومات بڑھانے کے لیے غیر درسی تدبیریں بھی اختیار کی جائیں مثلاً سیرت اور فقہ وغیرہ کا اردو میں ایک نصاب مرتب کیا جائے۔ جس کا دورانِ تعلیم میں مطالعہ طلبہ کے لیے ضروری ہو، نیز مختلف اسلامی موضوعات، اسلامی مفکرین اور ائمہ وخدام دین کی زندگیوں پر توسیعی لیکچرس کا انتظام ہو جس کے لیے ناظم درس گاہ حسب ضرورت وموقع اساتذہ ودیگر ارباب علم

کا تعاون حاصل کرے۔

(ج) طرزِ تعلیم کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنایا جائے۔

(س) طلبہ مقامی طور پر نیز بیرونجات میں حسب گنجائش دعوتی کاموں میں حصّہ لیں اور ناظم ادارہ کے سامنے اس کی رپورٹ پیش کرتے اور ان سے ضروری رہنمائی حاصل کرتے رہیں۔

ابتدائی درس گاہ

مجلس شوریٰ کے گزشتہ اجلاس میں ابتدائی درس گاہ سے متعلق اس کے موجودہ درجات میں اضافہ کی تجویز زیر غور آئی تھی، جس پر گفتگو کے بعد درس گاہ کے جملہ مسائل پر مفصّل طور سے غور کرنے کے لیے ایک کمیٹی مقرر کر دی گئی تھی اس کمیٹی کی رپورٹ اور سفارشات اجلاس شوریٰ میں برائے غور پیش ہوئیں اور بحث و گفتگو کے بعد حسب ذیل باتیں طے کی گئیں:

نصاب کمیٹی درس گاہ کا معیار مطلوب متعین کیا گیا اور ایک نصاب کمیٹی کی تشکیل کی گئی جو طے شدہ معیار مطلوب کے پیش نظر مدت تعلیم کی تعیین کر کے تعلیم کا نصاب مرتب کرے گی۔ کمیٹی اپنے کام کے سلسلے میں ملک کے ماہرین تعلیم کے مشورے بھی حاصل کرے گی اور اس کی رپورٹ مجلس شوریٰ کے آئندہ اجلاس میں پیش ہوگی۔

یہ کمیٹی حسب ذیل ارکان پر مشتمل ہوگی:

(۱) ناظم درس گاہ بحیثیت عہدہ (داعی) (۲) جناب راؤ شمشاد علی خاں صاحب (دہلی)، (۳) جناب فضل الرحمٰن صاحب فریدی (۴) جناب ماسٹر ضیاء الدین صاحب (بدایوں)۔

طلباء کی تربیت

طلباء کی اخلاقی و عملی تربیت کے نقطۂ نظر سے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ طلبا جو مقامی ہیں اور جن کو اپنے گھروں پر قیام کی اجازت رہی ہے ان کے بھی زیادہ سے زیادہ اوقات اساتذہ اور اتالیقوں کی معیت و نگرانی میں بسر ہوں۔ اس لیے طے کیا گیا کہ مقامی طلباء کو بھی دارالاقامہ میں رکھا جائے اور اس سلسلہ میں اقامت گاہ اور اتالیقوں کا مزید نظم کیا جائے البتہ مقامی طلبا کے سلسلہ میں اجازت ہوگی کہ ان کے کھانے کا نظم ان کے گھروں پر ہو سکے۔

● درس گاہ کی خصوصی اہمیت اور اس کا مقصد تعلیم صحیح طور سے طلباء کے ذہن نشین کرایا جائے تاکہ ان میں اسلامی ذہن، حصولِ تعلیم کا شوق اور تربیت سے مستفید ہونے کا زیادہ سے زیادہ جذبہ پیدا ہو سکے۔

● درس گاہ کے اخلاقی و تعلیمی معیار کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ شرائط داخلہ کی سختی کے ساتھ پابندی کی جائے۔ خصوصیت سے حسب ذیل باتیں ملحوظ رکھی جائیں:

(ا) کسی بھی جماعت میں ایسے بچے داخل نہ کیے جائیں جن کی عمریں اس جماعت کے لیے متعینہ عمر سے زائد ہوں۔

(ب) ایسے لوگوں کے بچوں کو داخل نہ کیا جائے جن کی زندگی غیر اسلامی ہو اور جس کے اثرات ان کے بچوں تک منتقل ہو رہے ہوں۔

(ج) صرف انہی لوگوں کے بچوں کا داخلہ کیا جائے جن کے بارے میں یہ اطمینان ہو جائے کہ وہ درس گاہ کے تعلیمی نظریہ اور اس کے مقصد سے پورا اتفاق رکھتے ہیں۔

(د) درمیانی درجات میں داخلہ کرتے وقت تعلیمی معیار کو پیش نظر رکھنے کے

ساتھ طلبار کی اخلاقی حالت کی طرف سے بھی اطمینان کر لیا جائے۔

• امتحانات کے نظم کو زیادہ سے زیادہ بہتر اور معیاری بنانے کے سلسلہ میں طے کیا گیا کہ درس گاہ کے آخری دو درجات کے امتحانات کے لیے ایک بورڈ کی تشکیل کی جائے۔ بورڈ کے ارکان کا تقرر امیر جماعت کریں گے۔

• درس گاہ کی طرف سے جو "درسیات" تیار کی گئی ہیں ان کا سیٹ ابھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ خاص طور سے اسلامیات اور فقہ کے عنوانات پر تو کچھ بھی کام نہیں ہوا ہے۔ بہرحال ضرورت ہے کہ اس سیٹ کو مکمل کرنے کی کوشش کی جائے۔

• کمیٹی کی ایک سفارش یہ بھی تھی کہ درس گاہ کے اہم مسائل پر غور کرنے کے لیے ایک منتقل کمیٹی بنائی جائے۔ چنانچہ طے کیا گیا کہ ایک منتقل تعلیمی کمیٹی کی تشکیل کی جائے جس کے ارکان کا تقرر امیر جماعت کریں۔

دستور کی بعض دفعات کی تعبیر

دستور جماعت کی بعض دفعات کی تعبیر کے سلسلے میں کچھ ارکان جماعت نے استفسارات کیے تھے اور محسوس کیا گیا تھا کہ ان کے مفہوم کی تعبیر مجلس شوریٰ سے کرائی جائے چنانچہ وہ دفعات بغرض تعبیر پیش کی گئیں اور ضروری غور و بحث کے بعد ان کی تعبیرات متعین کی گئیں جو حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ دفعہ ۵۹ ۔ دستور جماعت کی اس دفعہ کے تحت کسی بیت المال کے خازن اور محاسب کے تقرر کے لیے متعلقہ امیر اپنی مجلس شوریٰ یا اپنی مجلس مشاورت یا مقامی ارکان جماعت کے مشورے میں اس طریق فیصلہ کا پابند نہ ہوگا جو دستور کی دفعہ ۴۴ (ب) دفعہ ۵۱ (۸) یا دفعہ ۵۵ میں درج ہے۔

۲۔ دفعہ ۶ (۶) اگر کوئی رکن جماعت حصول معاش وغیرہ کے لیے غیر معینہ مدت کے لیے انڈین یونین سے باہر چلا جائے تو خواہ وہ پھر یہاں واپس آنے کا ارادہ رکھتا

ہو' اس پر دستور جماعت کی اس دفعہ کی رو سے ترک سکونت کا اطلاق ہوگا۔

کفاف و مشاہرہ

کارکنان جماعت کے کفاف و مشاہرہ سے متعلق جو اصول و قواعد مجلس شوریٰ کے گزشتہ اجلاس میں منظور کیے گئے تھے اور جن کے مطابق محرم الحرام ۸۲ھ سے عمل درآمد ہو چکا تھا ان میں سے بعض کے سلسلے میں نظر ثانی کی ضرورت پر گفتگو ہوئی اور بعض ترمیمات منظور کی گئیں۔ اس کے علاوہ کفاف و مشاہرہ سے متعلق بعض چیزیں برائے توضیح بھی پیش ہوئیں اور مجلس شوریٰ نے ان کی توضیحات کیں۔

رخصتوں کے طے شدہ اصول و قواعد میں بھی بعض ترمیمات و توضیحات کی گئیں۔

آڈیٹر کا تقرر: مرکزی بیت المال کے حسابات کی جانچ کے لیے آڈیٹر کا تقرر کرنا تھا جس کے سلسلے میں دو ایک نام سامنے آئے، تھوڑی سی بحث و گفتگو کے بعد جناب توسل حسین صاحب رکن جماعت رام پور کا انتخاب عمل میں آیا، اور ایک سال کے لیے ان کو آڈیٹر مقرر کیا گیا۔ اس نئے تقرر کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ سابق آڈیٹر بعض موانع و مصروفیات کی وجہ سے وقت پر اپنا کام انجام دینے سے معذور تھے۔

شعبۂ تصنیف و تالیف میں ایک رکن کا اضافہ:- مولوی جلال الدین صاحب انصر شعبۂ تصنیف و تالیف کے تحت تقریباً دو سال سے ایک طرف تو اپنی علمی تیاری کر رہے تھے اور دوسری طرف تصنیفی خدمات بھی انجام دینے تھے اجلاس میں شعبہ کے ایک باقاعدہ رکن کی حیثیت سے ان کے تقرر کا مسئلہ پیش ہوا

اور تقرر کردیا گیا۔

سالانہ بجٹ سال آئندہ یعنی محرم الحرام تا ذی الحجہ ۷۸ھ کا بجٹ پیش ہوا۔ جسے ضروری غور و گفتگو کے بعد منظور کر لیا گیا۔ "میثاقی پروگرام" کے تحت توسیع کار کی وجہ سے گزشتہ سال کی طرح یہ بجٹ بھی خسارہ کا بجٹ تھا۔ اس خسارہ کو انشاء اللہ رفقائے جماعت سے قرض لے کر پورا کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دستخط محمد یوسف، قیم جماعت
(شائع شدہ زندگی۔ مئی و جون ۵۸ء)

مجلس شوریٰ

منعقدہ ۱۸ر تا ۲۷ر ذی قعدہ سنہ ۱۳۷۸ھ

الحمد للہ کہ مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس ،۲۸ر مئی ۵۹ء کو ۳ بجے سہ پہر جماعت کے مرکز رام پور میں شروع ہوا اور ۵ر جون صبح کے ساڑھے گیارہ بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ مولانا سید امین صاحب عمر آبادی نے شرکت اجلاس کے سلسلے میں اپنی معذوری سے پہلے ہی مرکز کو مطلع کر دیا تھا۔ ان کے علاوہ مجلس شوریٰ کے باقی جملہ ارکان اجلاس میں شریک تھے۔

اجلاس کا افتتاح صدر مجلس مولانا ابو اللیث صاحب اصلاحی ندوی کے چند افتتاحی کلمات سے ہوا۔ موصوف نے اس بات پر اپنے انتہائی رنج و افسوس کا اظہار کیا کہ مولانا اختر احسن صاحب مرحوم جو مجلس شوریٰ کے قدیم رکن تھے اور جو اپنی انتہائی مجبوریوں کے ساتھ بھی حتی الوسع مجلس شوریٰ کے اجلاس کا ناغہ نہیں کرتے تھے۔ آج ہم میں موجود نہیں ہیں اور یہ ایک ایسی کمی ہے جسے ہم سب بشدت محسوس کر رہے ہیں۔ اس کے بعد مولانا کی علمی و عملی خصوصیات نیز دینی اور جماعتی خدمات کی طرف مختصراً اشارہ کرتے ہوئے امیر جماعت نے حاضرین سے

دعائے مغفرت کی درخواست کی، چنانچہ سب حاضرین نے دعا کی۔

اس کے بعد اجلاس کے ایجنڈے کے مطابق کارروائی شروع ہوئی اور سب سے پہلے گزشتہ اجلاس شوریٰ کی روداد جماعت کی سالانہ رپورٹ اور بیت المال کے آمد و صرف کی رپورٹ مع رپورٹ آڈیٹر پڑھ کر سنائی گئی جن کو ضروری بحث و گفتگو کے بعد منظور کر لیا گیا۔

روداد اور رپورٹوں کی خواندگی و منظوری کے بعد یکے بعد دیگرے ایجنڈے کے دیگر مسائل برائے غور پیش ہوئے۔ اس ضمن کی ضروری کارروائی درج ذیل ہے:

مسلم کنونشن بعض ارکان شوریٰ کی تجویز پر موجودہ فسادات اور ان کے ذیل میں امیر جماعت کے بیان، شائع شدہ سہ روزہ دعوت (ماہانہ ایڈیشن ماہ مئی ۵۹ء) میں مسلم کنونشن کی ضرورت پر اظہار خیال کیا گیا تھا۔ جس پر گفتگو ہوئی۔ ان فسادات پر ارکان شوریٰ نے اپنی گہری تشویش اور رنج کا اظہار کیا۔ چونکہ فسادات کے موضوع پر امیر جماعت کا بیان پہلے شائع ہو چکا تھا۔ نیز مجلس شوریٰ کے اجتماع سے پہلے امرائے حلقہ جات کے اجتماع میں بھی یہ مسئلہ زیر غور آیا تھا۔ اور اس کے ذیل میں فسادات کے موضوع پر جماعت کے نقطۂ نظر کا اظہار کرتے ہوئے رفقاء کو ضروری ہدایات دی جا چکی تھیں اس لیے اس موضوع پر مزید غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ البتہ امیر جماعت کے بیان کے اس حصے پر جس میں مسلم کنونشن کی ضرورت پر اظہار خیال کیا گیا تھا، کسی قدر تفصیل کے ساتھ گفتگو اور تبادلۂ خیال ہوا۔ جس کے دوران امیر جماعت نے ملک کی کچھ دیگر جماعتوں کے سربراہ کاروں اور اہل فکر حضرات کی گفتگوؤں اور خطوط کا بھی تذکرہ کیا۔ جن میں کنونشن یا مشاورتی اجتماع کی ضرورت کا اظہار کیا گیا تھا۔ بالآخر باہمی گفتگو اور تبادلۂ خیال کے بعد مجلس شوریٰ نے امیر جماعت

کے بیان سے اتفاق ظاہر کرتے ہوئے کنونیشن کی ضرورت کی تائید کی ۔

پالیسی کمیٹی کی تشکیل

بعض ارکان شوریٰ کی طرف سے یہ خیال سامنے آیا تھا کہ جماعت کی پالیسی پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور اس ضمن میں کچھ ارکان جماعت کی طرف سے بھی کچھ تجویزیں موصول ہوئی تھیں۔ چنانچہ اس مسئلے پر غور کیا گیا اور گفتگو اور تبادلۂ خیال کے بعد بالآخر طے پایا کہ: ۱۔ جماعت کی پالیسی اور لائحہ عمل پر نظر ثانی کے پیش نظر ایک کمیٹی کی تشکیل کی جائے جو حسب ذیل افراد پر مشتمل ہو:

امیر جماعت مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی ندوی (داعی) مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی، مولانا سید حامد علی صاحب، جناب سید حامد حسین صاحب، جناب محمد یوسف صاحب صدیقی۔

۲۔ کمیٹی حسب ذیل کام انجام دے گی ۔

(۱) جماعت کے صاحب فکر و رائے افراد کی رائیں زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گی اور اس غرض کے لیے حسب ضرورت و وسعت بالمشافہ تبادلۂ خیال کے مواقع پیدا کرے گی اور اپنی سفارشات میں جماعت کے عمومی رجحان کو اپنے اصول و نظریات کے تحت جس حد تک پیش نظر رکھنا ممکن ہو پیش نظر رکھے گی۔

(۲) پالیسی کے بارے میں اپنی مرتب کردہ سفارشات کی روشنی میں لائحہ عمل اور تدابیر کے سلسلے میں بھی اپنی تجویزیں پیش کرے گی۔

(۳) اپنی رپورٹ زیادہ سے زیادہ ۱۵ اکتوبر ۵۹ء تک مرکز کے حوالے کر دے گی۔

یہ بھی طے پایا کہ:

کمیٹی کی رپورٹ موصول ہو جانے پر مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا جائے

گا تاکہ اس کی سفارشات و تجاویز پر غور ہو سکے ۔ ارکانِ جماعت کی طرف سے اس سلسلے میں جو تجاویز موصول ہوئی تھیں وہ اس کمیٹی کے حوالے کر دی گئیں ۔

(نوٹ : جہاں تک موجودہ میقاتی پروگرام کا تعلق ہے ۔ میقات کے آخر تک بدستور نافذ العمل رہے گا اِلّا یہ کہ آئندہ مجلسِ شوریٰ اس میں کوئی خاص ترمیم تجویز کرے ۔

ابتدائی درس گاہ کی مدت تعلیم میں توسیع

مجلسِ شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ماہ مئی ۵۸ء میں ابتدائی درس گاہ کا معیارِ مطلوب متعین کر کے ایک کمیٹی کی تشکیل کی گئی تھی جس کے سپرد یہ کام تھا کہ وہ ملک کے ماہرینِ تعلیم سے مشورہ کر کے معیار مطلوب کے پیشِ نظر مدتِ تعلیم اور نصابِ تعلیم سے متعلق اپنی سفارشات مرتب کرے ۔ چنانچہ کمیٹی کی سفارشاتی رپورٹ اجلاس شوریٰ میں پیش ہوئی جسے ایک دو معمولی ترمیمات کے بعد منظور کر لیا گیا ۔

مجلس شوریٰ کے تازہ فیصلے کی رو سے اب درس گاہ کی مدت تعلیم ۸ سال کے بجائے ۱۰ سال ہوگئی ہے ۔ چنانچہ آئندہ میقات کے شروع (جولائی ۵۹ء) میں نویں جماعت قائم کی جارہی ہے ۔ دسویں جماعت کا اضافہ انشاء اللہ جولائی ۶۰ء میں ہوگا ۔

ثانوی درسگاہ کے مسائل

فارغ شدہ طلبار کے لیے اسکالرشپ : گزشتہ اجلاسِ شوریٰ میں ثانوی درسگاہ سے متعلق کمیٹی کی جو رپورٹ پیش ہوئی تھی ۔ اس میں فارغ شدہ طلبار کے لیے اسکالرشپ کی بھی ایک تجویز تھی جو سہواً زیرِ غور آنے سے رہ گئی تھی ۔ چنانچہ یہ تجویز جو درج ذیل ہے ، برائے غور پیش ہوئی :-

(ثانوی درس گاہ سے) فارغ ہونے والے طلبا اگر دعوتی، تنظیمی، تدریسی یا صحافتی صلاحیت رکھتے ہوں تو ان سے فائدہ اٹھانے کی تدبیریں سوچی جائیں۔ اور اگر وہ علمی و تحقیقی میدان میں آگے بڑھنے کے لائق سمجھے جائیں اور ان کی تعلیم کم ہو تو اس کے بعد کہ وہ ایم، اے کے مساوی استعداد پیدا کر لیں، اگر وہ اہل ہوں تو انھیں ریسرچ اسکالرشپ دے کر دو سال کے لیے متعینہ موضوع پر ریسرچ کا موقع دیا جائے۔

طے پایا کہ جب اس تجویز سے تعلق رکھنے والا کوئی عملی مسئلہ سامنے آئے تو اس پر غور کر لیا جائے۔

آڈیٹر کا تقرر

گزشتہ اجلاس شوریٰ منعقدہ مئی ۵۸ء کے موقع پر جناب توسل حسین صاحب رام پور کو مرکزی بیت المال کا ایک سال کے لیے آڈیٹر مقرر کیا گیا تھا اس لیے آڈیٹر کے مستقل تقرر کا مسئلہ زیر غور آیا اور مجلس شوریٰ نے موصوف کو مستقل آڈیٹر مقرر کر دیا۔

مقامی امرا اور حلقوں کے امراء کے بارے میں استصواب

مقامی امرا اور امراءِ حلقہ جات کا تقرر دستور جماعت کے تحت امیر جماعت کرتے ہیں اور مقامی اور حلقہ کے ارکان کے مشورے بھی بالترتیب پیش نظر رکھے جاتے ہیں اور اب تک اس پر عمل درآمد کی شکل یہ رہی ہے کہ جہاں کسی مقام یا حلقہ کی امارت کے لیے نئے تقرر یا تبدیلی کا سوال سامنے آیا ہے تو اس کے بارے میں متعلقہ ارکان کا مشورہ حاصل کر لیا گیا ہے لیکن اب یہ بھی مناسب سمجھا گیا ہے کہ ایک مقررہ وقت پر مقامی ارکان اور حلقہ کے ارکان سے استصواب کر لیا جایا کرے۔ چنانچہ اس کے لیے مجلس شوریٰ کے مشورے سے حسب ذیل ضابطے

طے کیئے گئے۔

۱۔ ہر میقات کے شروع میں تمام تنظیمی حلقوں کے ارکان سے استصواب کیا جائے کہ ان کی دانست میں کون شخص ان کے حلقے کی امارت کے لیے سب سے موزوں ہے۔

۲۔ ہر میقات کے شروع اور وسط میں تمام مقامی جماعتوں کے ارکان سے استصواب کیا جائے کہ ان کی دانست میں کون شخص ان کے یہاں کی مقامی امارت کے لئے سب سے موزوں ہے۔

(نوٹ: امراء حلقہ جات کے تقرر کے سلسلے میں شروع میقات ہی میں استصواب کر لیا گیا تھا اس لیے اس میقات میں دوبارہ استصواب کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ امراء حلقہ جات کو ہدایت کی جاتی ہے کہ مقامی امارتوں کے بارے میں مقامی ارکان سے استصواب کر کے ان کے مشوروں اور اپنی رایوں سے مرکز کو جلد از جلد مطلع کر دیں۔)

ادارۂ ادب اسلامی

ادارۂ ادب اسلامی ہند کے بارے میں بعض ارکان شوریٰ کا یہ خیال سامنے آیا کہ جماعت کے بعض رفقاء اسے ایک غیر مفید ادارہ سمجھتے ہیں اور اس کے ساتھ ان کا رویہ عدم دلچسپی بلکہ یک گو نہ مخالفانہ نوعیت کا ہے انھوں نے اظہار خیال کرتے ہوئے یہ کہا کہ یہ ادارہ ایک مفید خدمت انجام دے رہا ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ اس کے ساتھ ہمدردی اور عملی تعاون کیا جائے۔ اس خیال کے سامنے آنے پر بعض ارکان نے ادارے سے متعلق افراد کے ذہن و کردار کے بارے میں کچھ سوالات کیے۔ بالآخر امیر جماعت نے فرمایا کہ ہم بھی سمجھتے ہیں کہ ادارہ فی الواقع ایک مفید کام انجام دے رہا ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ ہمارا رویہ ہمدردانہ ہی رہے گا۔ جس کے

سلسلے میں رفقائے جماعت کو مناسب فہمائش کردی جائے گی۔ عام ارکانِ شوریٰ نے بھی اس کی تائید کی۔

کل ہند اجتماع

جماعت کا جو چار سالہ میقاتی پروگرام نومبر ۵۶ء میں منظور کیا گیا تھا اس کی رو سے حلقہ وار اور منطقہ وار اجتماعات کے علاوہ جماعت کو اپنا ایک کل ہند عام اجتماع بھی منعقد کرنا ہے اور اب چونکہ میقات کا صرف آخری سال باقی رہ گیا ہے اس لیے امرائے حلقہ جات کے اس اجتماع میں بھی جو اجلاس شوریٰ سے پہلے منعقد ہوا تھا اس مسئلے پر بات چیت ہوئی تھی اور معلوم کیا گیا تھا کہ ان کے خیال میں اجتماع کے لیے کون سا مقام و وقت موزوں ہے ــــــ اور اب چونکہ مجلس شوریٰ کے لیے اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرلینا ضروری تھا اس لیے مقام و وقت کے انتخاب و تعین کا مسئلہ زیرِ غور آیا۔ مختلف ارکانِ شوریٰ نے دہلی، لکھنؤ اور بمبئی وغیرہ کا نام لیا اور وقت کے سلسلے میں نومبر، فروری اور اپریل کے مہینوں کا ذکر کیا، بالآخر طے پایا کہ:

۱۔ مقام کے انتخاب کا آخری فیصلہ متعلقہ حالات کا جائزہ لے کر کیا جائے گا ویسے سب سے بہتر مقام دہلی ہے اور اس کے بعد لکھنؤ۔

۲۔ زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ اجتماع رمضان المبارک کے بعد منعقد ہو، اس لیے اپریل کے مہینے کی موزوں تاریخیں متعین کی جائیں۔

سالانہ بجٹ

ایجنڈے کا ایک اہم جزء یہ تھا کہ اجلاس میں سالِ آئندہ کا بجٹ (محرم تا ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ کے آمد و صرف کا تخمینہ) پیش ہو۔ چنانچہ بجٹ پیش ہوا اور اسے منظور کرلیا گیا۔

بجٹ میں آمد و صرف کا تخمینہ بالترتیب -/۴۸،۹۶۰ اور -/۶۵،۹۲۰ کیا گیا ہے۔ اس طرح خسارہ -/۱۶،۹۶۰ ہے جس میں ایک بڑی رقم (-/۶،۰۰۰) کل ہند

اجتماع کے مصارف کا تخمینہ اور گزشتہ سال کا واجب الادا قرض مبلغ -/۸,۸۰۰ شامل ہے۔ اسے پورا کرنے کے لیے رفقائے جماعت کو خصوصی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ بھی طے کیا گیا کہ جب تک مرکز کی مالی حالت درست نہیں ہوتی اس وقت تک مقامی بیت المال ۴۰ فی صد کی بجائے اپنی آمد کا ۵۰ فی صد حلقہ کے بیت المال میں اور حلقوں کے بیت المال ۲۰ فی صد کی بجائے اپنی آمد کا ۳۰ فی صد مرکزی بیت المال میں داخل کریں گے۔

مورخہ ۵ رجون کو دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا۔

محمد یوسف، قیم جماعت

(شائع شدہ زندگی جولائی ۱۹۵۹ء)

مجلس شوریٰ

منعقدہ ۸ر جولائی تا ۲۰ر جولائی ۱۹۶۰ء

مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس مرکز جماعت اسلامی ہند رام پور میں ۱۳ر محرم ۸۰ھ کو بعد نماز جمعہ زیر صدارت مولانا ابواللیث صاحب ندوی اصلاحی شروع ہوا اور ۲۵ر محرم کو بحمداللہ خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ مندرجہ ذیل ارکان شوریٰ اجلاس کی جملہ کارروائیوں میں شریک رہے۔

۱۔ جناب انیس الدین احمد صاحب
۲۔ جناب کے سی عبداللہ صاحب مولوی
۳۔ مولانا شمس پیرزادہ صاحب
۴۔ جناب محمد مسلم صاحب
۵۔ مولانا نظام الدین صاحب
۶۔ جناب محمد عبدالحی صاحب
۷۔ جناب افضل حسین صاحب
۸۔ جناب وحید الدین خاں صاحب
۹۔ جناب سید حامد حسین صاحب
۱۰۔ محمد یوسف (قیم جماعت)

مولانا سید حامد علی صاحب اور جناب محمد یوسف صاحب صدیقی بھی شریک اجتماع ہوئے لیکن اول الذکر اپنی خرابی صحت کی بنا پر صرف شروع کی دو تین دنوں کی

کارروائیوں میں حصّہ لے سکے اور مؤخرالذکر اپنی کچھ خانگی مجبوریوں کی بنا پر اوّل وآخر کے کچھ دنوں کی نشستوں میں شرکت نہ کرسکے۔

مندرجہ ذیل ارکان اپنی معذوریوں کی وجہ سے اجلاس میں شریک نہ ہو سکے:

۱۔ مولانا صدرالدین صاحب۔ ۲۔ مولانا محمد عزیر صاحب۔ ۳۔ جناب انعام الرحمٰن خاں صاحب۔

اجتماع کی کارروائی امیر جماعت کی افتتاحی تقریر سے شروع ہوئی۔ جس میں آپ نے مجلس شوریٰ کی ذمہ داریوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے توجہ دلائی کہ اس موقع پر ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو پوری دیانت اور احساس ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنے کا اللہ سے عہد بھی کرنا چاہیے۔ اور ان سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہونے کے لیے اس سے توفیق ونصرت بھی طلب کرنی چاہیے۔

آپ نے اجتماع کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یوں تو مجلس شوریٰ کا ہر اجلاس اہم ہوتا ہے کیونکہ اس میں جماعت کے ضروری مسائل غور وفیصلہ کے لیے پیش کیے جاتے ہیں لیکن اس اجتماع کی ایک خصوصی اہمیت بھی ہے۔ کیونکہ اس میں اس میقات کے لیے ہمیں لائحہ عمل اور پروگرام طے کرنا ہیں اور یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ کیوں کہ جو کچھ اس ذیل میں طے کیا جائے گا وہی آئندہ چار سال تک کے لیے ہمارے رفقاء اور کارکنوں کی جدوجہد کا حقیقی محور ہوگا۔ اس لئے ان کے اوقات، صلاحیتوں اور ان کے مال کے لیے بہترین مصرف تلاش کرنا ہماری اصل ذمہ داری ہے۔ اور اس سلسلے میں ہمیں اپنے کو عنداللہ وعندالناس مسئول سمجھنا چاہیئے اور اسی احساس کے تحت ہمیں اپنا یہ کام انجام دینا چاہیے۔ اور اس کے لیے اللہ سے رہنمائی ونصرت طلب کرنی چاہیے۔

اس کے بعد امیر جماعت اور ارکانِ شوریٰ نے مل کر اللہ تعالیٰ سے نصرت و رہنمائی کے لیے دعا کی۔

ایجنڈے کی پہلی شق گزشتہ اجلاس شوریٰ کی روداد کی خواندگی تھی چنانچہ قیم جماعت نے گزشتہ اجلاس کی روداد پڑھ کر سنائی۔ بعض ارکان شوریٰ نے جن باتوں کی توضیح چاہی ان کی توضیح کی گئی اور اس کے بعد جملہ ارکان شوریٰ اور امیر جماعت نے روداد کے آخر میں اپنے دستخط ثبت کیے۔

بعدازاں قیم جماعت نے سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ پھر ایجنڈے کے دیگر مسائل زیرِ غور آئے اور ان کے بارے میں فیصلے کئے گئے۔

ترمیم دستور

دستور جماعت کی مختلف دفعات میں ترمیم کے سلسلے میں بھی کچھ تجاویز تھیں۔ جن پر غور ہوا اور مجلس نے ان کے ذیل میں سفارشات مرتب کیں اور شعبۂ تنظیم کے ذمے یہ کام سپرد کیا کہ طے شدہ سفارشات کے پیش نظر ایک مسودہ بمشورۂ امیر جماعت تیار کر کے مجلس نمائندگان کے ارکان کے پاس روانہ کر دے تاکہ مجلس نمائندگان کے آئندہ اجلاس کے موقع پر ان پر غور و فکر کیا جا سکے۔

پالیسی پر نظرِ ثانی

گزشتہ مجلس شوریٰ منعقدہ فروری ۶۰ء میں پالیسی کمیٹی کی رپورٹ بھی برائے غور پیش ہوئی تھی لیکن اس وقت یہ طے کیا گیا تھا کہ اس رپورٹ پر غور و فیصلہ آئندہ نظم کے سپرد کر دیا جائے۔ چنانچہ مذکورہ رپورٹ اس اجلاس میں زیرِ غور آئی۔ تھوڑی سی گفتگو کے بعد یہ ضروری سمجھا گیا کہ ایک عارضی کمیٹی کا تقرر کر دیا جائے جو رائج الوقت شائع شدہ پالیسی اور مذکورہ رپورٹ کو سامنے رکھ کر نئی پالیسی کا خاکہ مرتب کر کے اجلاس کے دوران ہی میں غور و فیصلہ کے لئے

پیش کرے۔ یہ کمیٹی امیر جماعت، مولانا شمس پیرزادہ صاحب، جناب محمد یوسف صاحب صدیقی اور جناب سید حامد حسین صاحب پر مشتمل تھی، لیکن صدیقی صاحب اپنی اچانک علالت کی بنا پر کمیٹی کی میٹنگ میں شرکت نہیں کر سکے۔ بقیہ ارکان کمیٹی نے اپنی رپورٹ دوسرے دن اجلاس میں پیش کی جسے غور و خوض اور جزوی رد و بدل کے بعد جماعت کی آئندہ پالیسی کے طور پر منظور کیا گیا اور راجح الوقت پالیسی، لائحہ عمل اور ٹھوس عملی تدابیر کو منسوخ قرار دیا گیا۔

جماعت اسلامی ہند کی پالیسی

(۱) ہماری دعوت کے مخاطب مسلم اور غیر مسلم دونوں ہی ہوں گے۔ البتہ مسلم ملّت دین کے ساتھ اپنے مخصوص لگاؤ کی بنا پر ہماری دعوت کی اولین مستحق ہوگی اور اس بنا پر ہماری زیادہ توجہ کی بھی۔

(۲) ہماری شرعی ذمہ داری کا تقاضا ہے کہ دعوت کا کام کسی تخصیص و امتیاز کے بغیر ہر طبقے کے لوگوں میں کیا جائے۔ البتہ دعوتی کام انجام دیتے وقت ہر طبقے کے بااثر افراد کو خصوصیت سے پیش نظر رکھنا ہوگا۔ اور چونکہ تحریک و دعوت کے لیے زیادہ مفید و کارآمد وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو شر بے زار اور خیر پسند ہوں۔ اس لیے اس مقصد کے لیے ایسے ہی لوگوں کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرنا ہوگی۔

(۳) ہمیں اپنا دعوتی کام اس ڈھنگ پر انجام دینا ہوگا کہ دعوت اپنے حقیقی محرک کے ساتھ صحیح شکل میں مخاطب کے ذہن نشین ہو جائے یعنی نجاتِ اُخروی کو زندگی کے اصل مسئلہ کی حیثیت سے پیش کیا جائے، اور نظام باطل کی بنیادوں پر تنقید کرتے ہوئے دعوت کے بنیادی نکات توحید، آخرت اور رسالت کو دل و دماغ میں راسخ کیا جائے۔ البتہ تقریب فہم کے لیے اسے

اس حیثیت سے بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ وہ فلاح آخرت کے ضامن ہونے کے ساتھ دنیوی مسائل کے حل کے لیے بھی بہترین نظام زندگی ہے۔

۴۔ مسلمانوں میں دعوتی کام انجام دیتے وقت دعوت کے عملی تقاضوں کو بھی تفصیل و وضاحت کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت ہوگی تاکہ ان میں غیر اسلامی افکار و نظریات اور تحریکات سے اجتناب، اپنے ایک اصولی ملت ہونے کا احساس، غیر اسلامی نظام زندگی سے بیزاری اور اسلامی نظام زندگی کے قیام کا جذبہ ابھر سکے۔

۵۔ بیرون ملک کے وہ مسائل جن پر اظہار خیال کرنا دین و انسانیت کا تقاضا ہو مثلاً عالمی امن و امان، بنیادی انسانی حقوق، انسانی ہمدردی اور اخوت اسلامی وغیرہ ان پر حسب ضرورت بے لاگ اور منصفانہ اظہار خیال کیا جائے گا اور کسی عمومی مصیبت کے وقت عملی ہمدردی بھی کی جائے گی۔

۶۔ اندرون ملک کے وہ مسائل جو اسلام اور اس کے تقاضوں یا مفادات پر قابل لحاظ اثرات ڈالتے ہوں۔ ان کے سلسلے میں بے لاگ اور منصفانہ اظہار خیال کیا جائے گا اور بوقت ضرورت رائے عامہ بھی ہموار کی جائے گی اور جو افراد یا جماعتیں ہمارے نقطۂ نظر کی تائید و حمایت کر سکتی ہوں ان سے اپنے اصولوں کے تحت اشتراک و تعاون بھی حاصل کیا جائے گا۔

۷۔ ملک کے ایسے مسائل جو شخصی یا اجتماعی آزادی خیال و ضمیر، انسانی حقوق، مختلف گروہوں اور طبقوں کے باہمی تعلقات پر اچھا یا برا اثر ڈالتے ہوں یا اخلاق و معاشرت کے بناؤ بگاڑ، ملک کے امن و امان اور باشندگان ملک کی حقیقی فلاح و بہبود سے گہرا تعلق رکھتے ہوں۔ ان کے سلسلے میں بے لاگ اور منصفانہ اظہار خیال کیا جائے گا اور اگر حالات متقاضی ہوں تو حسب استطاعت و ضرورت رائے عامہ بھی ہموار کی جائے گی اور دوسرے افراد اور جماعتوں سے اشتراک و تعاون بھی

کیا جائے گا۔

۸۔ ملک میں ہونے والی ایسی کوششیں جن سے انسدادِ فساد، ازالۂ منکرات اور قیامِ معروف میں مدد ملتی ہو، ان کے سلسلے میں ہمارا رویہ ہمدردانہ اور مؤیدانہ ہوگا۔

۹۔ ہمارا یہ دینی فریضہ ہے کہ ہم عام انسانوں سے مرحمت و مواساۃ کا رشتہ مضبوط تر کریں۔ اس لئے انفرادی طور پر فرض کی ادائیگی کے ساتھ اس سلسلے میں حسب استطاعت وگنجائش اجتماعی کوشش بھی عمل میں لائی جائے گی۔

۱۰۔ مسلمانوں کے ضمن میں ان کی دینی تعلیم و تربیت اور ان کی اخلاقی و معاشرتی اصلاح نیز ان کے اندر اسلامی نظم و اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ ہندوستان میں وہ اسلام کی صحیح قولی و عملی شہادت دے سکیں۔

۱۱۔ جس دین کے ہم داعی ہیں اس کا یہ واضح تقاضا ہے، نیز اس کا قیام اس پر موقوف ہے کہ اس کے داعی کی عملی زندگی زیادہ سے زیادہ اس کا نمونہ ہو، اس لیے ہمیں اپنی اصلاح و تربیت کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرنی ہوگی۔

توضیح

پالیسی کی توضیح کے طور پر حسب ذیل باتیں طے ہوئیں:

(۱) پالیسی کی دفعہ ۶ کے ذیل میں فی الحال دو مسائل خاص طور سے پیش نظر رکھے جائیں گے۔

ا۔ وہ کوششیں جو مسلمانوں کے پرسنل لا پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔

ب۔ موجودہ نظام تعلیم کی مضرتیں جو ملک کے بچوں اور نوجوانوں پر بالعموم اور مسلمان بچوں اور نوجوانوں پر بالخصوص اثر انداز ہو رہی ہیں۔

۲۔ پالیسی کی دفعہ ۷ میں شخصی اور اجتماعی آزادیٔ خیال کے ذیل میں ان کوششوں کی مذمت کرنا جن کے نتیجے میں کلیت پسندی اور آمریت کے رجحانات فروغ پا سکیں اور کلیت پسندی و آمریت کے مقابلے میں ان کوششوں کی تائید کرنا بھی شامل ہے جن

سے ملک میں جمہوریت کو فروغ حاصل ہو۔

موجودہ چھوت چھات اور معاشرتی عدم مساوات، فرقہ پرستی، نسل پرستی لسانی تعصبات، طبقہ واری کش مکش، کلچرل سرگرمیاں اور خاندانی منصوبہ بندی کی کوششوں کی مذمت بھی اسی دفعہ کے دائرے میں داخل ہے۔

باشندگان ملک کی حقیقی فلاح وبہبود کے سلسلے میں حکومت کی ترقیاتی اسکیموں کے بارے میں یہ نقطۂ نظر ملحوظ رکھا جائے گا کہ وہ اس لحاظ سے تو غلط ہیں کہ ان میں صرف مادی ترقی کو بطور مقصد سامنے رکھا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقی فلاح ایک ایسے جامع اور مکمل نظام زندگی پر موقوف ہے جو دنیوی اور اخروی ہر طرح کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو لیکن اس کے کچھ اجزا ہمارے نقطۂ نظر سے بھی صحیح ہو سکتے ہیں۔ مثلاً رفاہ عام کے کام، اس لیے ایسے کاموں کی تائید کی جائے گی۔

۳۔ پالیسی کی دفعہ ۸ میں فسادات، شراب نوشی، فحش لٹریچر کی اشاعت کی روک تھام کی کوششیں خاص طور سے مراد ہیں۔

پروگرام

طے کیا گیا کہ جماعت کا نیا پروگرام اسی طے شدہ پالیسی پر مبنی ہوگا اور تمام حلقے اپنی مجلس مشاورت کے ذریعہ اپنے مخصوص حالات و ضروریات کے تحت اپنا پروگرام خود وضع کریں گے جو فی الحال صرف دو سال کے لیے ہوگا اور بقیہ دو سالوں کے لیے اس مدت کے اختتام پر وضع کیا جائے گا اور یہ پروگرام مرکز کی منظوری کے بعد نافذ ہوگا۔

یہ بھی طے کیا گیا کہ کسی تنظیمی حلقے میں کتنے غیر مسلموں کو دعوت پہنچانی ہے اس کے بارے میں ہر حلقے کی مجلس مشاورت خود فیصلہ کرے گی اور اس کے لئے کوئی باقاعدہ ہدف مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ ان کو متعارف کے درجے تک لے آنے کے لئے ہدف مقرر کرنا ہوگا۔ غیر مسلموں کو متعارف کے درجے میں شمار

کرنے کے لیے کچھ متعین کتابیں مطالعہ کرانے کی قید نہ ہوگی بلکہ ہر وہ غیر مسلم متعارف سمجھا جا سکتا ہے جس کے بارے میں کارکنوں کو یہ اطمینان ہو جائے کہ انھوں نے اسلام کی دعوت ٹھیک طور سے سمجھ لی ہے۔

مسلمانوں میں کتنے لوگوں کو دعوت سے متعارف بنانا ہے۔ اس کے لیے کوئی ہدف متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ اس کا ہدف مقرر کیا جانا چاہیئے۔ کہ مسلمانوں میں کتنے لوگوں کو متفقین کے درجے تک لے آنا ہے۔ متفقین سے مراد وہ لوگ ہوں گے جو دعوت کے تعارف کے نتیجے میں دعوت کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے پر آمادہ ہوں مگر کسی وجہ سے نظم جماعت میں شامل نہ ہو سکیں۔

زندگی، کانتی، اور دعوت (اور کیرلا حلقہ کے لیے پربودھنم) کے لیے ہدف مقرر کیئے جانے چاہیئیں۔

ہدف کے بارے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیئے کہ وہ درحقیقت اپنی سعی وعمل کی جانچ کا ایک معیار ہے اور اس پر آمادہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ مقصد نہیں کہ وہ ہر حال میں پورا ہی ہونا چاہیئے۔ کمیت سے زیادہ کیفیت پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

رفقاء کی تربیت کے ذیل میں طے پایا کہ اس کی اصل ذمہ داری امراء حلقہ جات پر ہوگی جسے وہ مرکز کی ہدایت کے تحت انجام دیں گے اور اس ضمن میں انھیں شخصی ارتباط اور شخصی حالات کا جائزہ اور اس کے مطابق مشورے دیتے رہنے کو خاص طور سے ملحوظ رکھنا ہوگا اور مقامی طور پر اور پورے حلقے کے لیے تربیت کے ہنگامی اور مستقل پروگرام بھی بنائے جا سکتے ہیں۔

مقاصد تربیت کے ذیل میں طے پایا کہ مقاصد تربیت مذکورہ خاکہ (شائع شدہ زندگی ماہ جمادی الثانی ۷۶ھ) اور ان کے علاوہ جن مقصدوں کو سامنے رکھنے کی

ضرورت ہو، ان کو حسب حالات سامنے رکھا یا ان کو مقدم و مؤخر کیا جا سکتا ہے۔

مقاصد تربیت کے حصول کے لیے حسب ذیل طریقے سامنے رکھنا چاہییے:-

ا۔ قرآن پاک، سیرت اور صالح لٹریچر کا گہرا مطالعہ جو فکر و عمل کو مقاصد تربیت کے لیے تیار کر سکے، صالح لٹریچر کے ذیل میں جماعت کا بنیادی لٹریچر اور ایسی کتابیں خاص طور سے داخل ہیں جن میں دین کی بنیادی باتوں توحید، آخرت اور رسالت، عبادات اور انفرادی اور اجتماعی اخلاق سے بحث کی گئی ہو۔

ب۔ دعوت کے لیے عملی جدوجہد۔

ج۔ خدمتِ خلق۔

یہ بھی طے کیا گیا کہ جماعت کے عملی پروگرام کے لئے تقسیم قوت کا اصول طے کرنا تو صحیح نہیں ہے کیونکہ اول تو قوت کی تقسیم کا کوئی متعین پیمانہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے حالات و ضروریات کے تحت بھی قوت میں کمی بیشی ناگزیر ہوتی ہے اور تیسرے اپنے ناگزیر کاموں کو پالیسی میں متعین کر لینے اور اس کے مطابق عملی پروگرام مرتب کر لینے کے بعد تقسیم قوت کا منشا، خود بخود ایک حد تک پورا ہو جاتا ہے۔ البتہ یہ ایک مسلّم بات ہے کہ پالیسی کے پیش نظر جو کام کئے جا سکتے ہیں وہ باعتبار اہمیت و ضرورت ایک ہی درجہ کے نہیں ہو سکتے بلکہ اصل دعوت و تحریک سے اپنی نسبت اور تعلق کی بنیاد پر باہم مختلف ہو سکتے ہیں اس لیے پالیسی کے مطابق پروگرام طے کرنے اور اس پر عمل درآمد کے وقت ان کاموں کی اہمیت کے تناسب اور ان میں حتی الوسع صحیح اعتدال و توازن کو ملحوظ رکھنا بہرحال ضروری ہے اور اس پر ذمہ دارانِ جماعت کو نگاہ رکھنی چاہیئے۔

مرکز سے متعلق پروگرام کے سلسلے میں تصنیفی ضروریات اور ان کے مناسب

انتظام، دارالاشاعتوں کی ترقی واستحکام، تحریک کے لیے ضروری کتابوں کی فراہمی اور امیر جماعت اور شعبۂ تنظیم کے ارکان کے دوروں وغیرہ کے مسائل زیر غور آئے اور ان کے متعلق فیصلے کئے گئے۔ تصنیفی ضرورتوں کے سلسلے میں مناسب افراد کے حصول میں دشواری محسوس کی گئی اس لیے طے کیا گیا کہ مرکز تصنیفی ضرورتوں کے لیے مناسب افراد کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرے خواہ ہمہ وقتی کارکن کی حیثیت سے یا جز وقتی اور ضرورتوں کی تعیین بھی مرکز خود کرے گا البتہ بعض ارکان کی طرف سے یہ مشورہ سامنے آیا کہ انگریزی میں ایک پمفلٹ غیر مسلموں کے پیش نظر اسلام کے تعارف سے متعلق شائع کیا جائے اور ایسا ہی ایک پمفلٹ مسلمانوں کے پیش نظر بھی نیز مسلمانوں ہی کے پیش نظر ایک اور پمفلٹ جماعت کے تعارف کے لئے۔

ہندی اخبار کے اجراء کا مسئلہ بھی زیر غور آیا لیکن طے ہوا کہ ابھی یہ قبل از وقت ہے۔ دوروں کے سلسلے میں طے ہوا کہ ان کے لیے حتی الوسع زیادہ سے زیادہ وقت نکالنا چاہیئے۔

اجتماعات کے سلسلے میں طے ہوا کہ آئندہ جو کل ہند اجتماع ہونے والا ہے اس کے علاوہ اسی میقات میں کوئی اور کل ہند اجتماع ہو یا نہ ہو، اس پر جب ضرورت محسوس ہوگی تو غور کیا جائے گا۔ البتہ اسی میقات میں ایک بار منطقہ وار اجتماعات کئے جانے کا فیصلہ کیا گیا اور منطقے وہی ہوں گے جو اس سے پہلے متعین کئے گئے تھے۔

ثانوی درس گاہ

مجلس شوریٰ میں ثانوی درس گاہ کی ضرورت اور افادیت کا مسئلہ بھی زیر غور آیا۔ جس مقصد کے لیے یہ درس گاہ قائم ہوئی تھی اس سے تو عام طور سے ارکان شوریٰ نے اتفاق ظاہر ہی کیا لیکن طلبار کی موجودہ تعداد اور اس میں کسی خاص اضافے کی توقع نہ ہونے اور اس کے مقابل میں جو

مصارف ہو رہے ہیں ان کے پیشِ نظر طے کیا گیا کہ اسے یکم صفر ۸۳ھ سے ختم کر دیا جائے اور ساتھ ہی یہ بھی طے کیا گیا کہ موجودہ طلبار میں سے جو اپنی دینی تعلیم جاری رکھنے کے خواہش مند ہیں ان کو تا تکمیل تعلیم موجودہ وظیفہ دیا جاتا رہے۔

یہ بھی طے کیا گیا کہ اگر کچھ ایسے ذہین اور تعلیم یافتہ نوجوان مل سکیں جو ضروری علمِ دین کے حصول کے بعد جماعت کی ان تصنیفی ضروریات کے لیے کارآمد ہو سکتے ہوں جو ثانوی درس گاہ کے قیام میں مدنظر تھیں تو ان کو دینی تعلیم کے لیے وظیفہ دیا جا سکتا ہے۔ ایسے طلبار کی تعداد فی الحال بیک وقت تین ہوگی

درس گاہ ثانوی کے موجودہ کارکنوں کے سلسلے میں بھی غور کیا گیا کہ جماعت ان کی خدمات سے کس طرح فائدہ اٹھا سکتی ہے اور اس سلسلے میں ارکان شوریٰ نے کچھ مشورے بھی دیئے جو نوٹ کر لئے گئے۔

زندگی

مولانا حامد علی صاحب نے اپنی خرابیِ صحت کی بنا پر زندگی کی ادارت کا کام انجام دینے سے معذوری کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ یہ مسئلہ بھی مجلس میں زیرِ غور آیا اور فیصلہ کیا گیا کہ ان کو ادارت سے سبکدوش کر دیا جائے اور ان کی بجائے جناب وحیدالدین خاں صاحب کو مدیرِ زندگی، مقرر کیا جائے لیکن جناب وحیدالدین خاں صاحب اپنے بعض عذرات کی بنا پر ادارت کی باضابطہ ذمہ داریاں قبول کرنے پر راضی نہیں ہو سکے اور اسی دوران میں ثانوی درسگاہ کو ختم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا اس لیے طے کیا گیا کہ جناب وحیدالدین خاں صاحب کی بجائے مولانا سید احمد صاحب عروج قادری کو مدیرِ زندگی مقرر کیا جائے۔

حلقوں پر نظرِ ثانی

موجودہ تنظیمی حلقوں پر نظرِ ثانی اور حتی الوسع ان کی تعداد کو کم کرنے کے بارے میں بھی ایک تجویز پیش ہوئی تھی جو منظور کر لی گئی اور یہ کام مرکز کے حوالے کیا گیا۔

حسابات و آڈٹ رپورٹ مجلس کے سامنے مرکز نیز مختلف مرکزی شعبوں کے آمد و صرف کے حسابات پیش کیے گئے اور ان سے متعلق آڈٹ رپورٹ پڑھ کر سنائی گئی۔ آڈیٹر نے حسابات کو درست قرار دیا تھا۔

آڈیٹر کا تقرر جناب توسل حسین صاحب صدیقی رکن جماعت رام پور گزشتہ دو سال سے جماعت کے آڈیٹر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے لیکن موصوف چونکہ بہت مصروف شخص ہیں اور آڈٹ کا کام وقت پر انجام دینے کے سلسلے میں ان کو زحمتیں پیش آتی ہیں اس لیے ان کی بجائے جناب عبدالحی صاحب کو آڈیٹر مقرر کیا گیا۔

بجٹ مجلس شوریٰ میں مرکز کا سالانہ بجٹ بھی پیش ہوا۔ کل آمدنی کا سرسری اندازہ اڑتالیس ہزار روپیہ اور خرچ کا تہتر ہزار روپیہ ہے اس طرح پچیس ہزار کے قریب خسارہ آتا ہے۔ چنانچہ طے پایا کہ اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے رفقائے جماعت کو توجہ دلائی جائے اور پھر بھی جو کمی رہ جائے اسے قرض سے پورا کیا جائے۔

اس کے بعد دعا پر اجتماع ختم ہوا۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

دستخط محمد یوسف، قیم جماعت اسلامی ہند

۲۷ جولائی ۱۹۶۰ء

(شائع شدہ زندگی، اگست ۱۹۶۰ء)

مجلس شوریٰ

منعقدہ ۱۸؍ اپریل ۶۱ء تا ۲۳؍ اپریل ۱۹۶۱ء

مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس مرکز جماعت اسلامی ہند دہلی میں ۱۸؍ اپریل ۱۹۶۱ء کو بعد نماز ظہر ۳ بجے سے زیر صدارت مولانا ابو اللیث صاحب اصلاحی ندوی شروع ہوا اور ۲۳؍ اپریل ۱۹۶۱ء کو بحمد اللہ خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ مندرجہ ذیل ارکان اجلاس کی جملہ کارروائیوں میں شریک رہے۔

مولانا شمس پیرزادہ صاحب، جناب وحید الدین خاں صاحب، جناب انیس الدین احمد صاحب، جناب محمد مسلم صاحب، جناب کے سی عبد اللہ صاحب مولوی، جناب محمد عبد الحی صاحب، مولانا نظام الدین صاحب، جناب افضل حسین صاحب، جناب سید حامد حسین صاحب، محمد یوسف (قیم جماعت)

مولانا محمد عزیر صاحب اور جناب محمد یوسف صاحب صدیقی اپنی علالت کی وجہ سے کچھ بعد کو تشریف لائے۔ اس لئے مقدم الذکر ابتدائی چند نشستوں کے علاوہ بقیہ تمام کارروائی میں شریک رہے اور مؤخر الذکر صرف پہلے روز

شریکِ اجتماع نہ ہو سکے۔ جناب انعام الرحمٰن خاں صاحب بھی ریلیف کے کاموں کی مصروفیت کی وجہ سے بعد کو تشریف لائے اور ابتدائی چند نشستوں میں شریک نہ رہ سکے۔

مولانا صدرالدین صاحب اور مولانا سید حامد علی صاحب اپنی خانگی معذوریوں کی بنا پر شرکت نہ کر سکے۔

اجتماع کی کارروائی امیر جماعت کی افتتاحی تقریر سے شروع ہوئی، مولانا موصوف نے فرمایا کہ آج کا یہ اجتماع بظاہر تو ویسے ہی معمولی شوریٰ کا اجتماع ہے جو ہر سال منعقد ہوتا رہتا ہے اور اس کے ایجنڈے میں وہی امور داخل ہیں جو ہر سال زیرِ غور آتے رہتے ہیں۔ لیکن اس اجتماع کی ایک مخصوص اہمیت بھی ہے کیوں کہ حقیقت کے لحاظ سے یہ اجتماع غیر معمولی نوعیت کا حامل ہے۔ مخصوص مسائل جو مدھیہ پردیش کے تازہ فسادات سے پیدا ہوئے ہیں وہ دراصل اس بات کا محرک بنے ہیں کہ مقررہ مدت سے پہلے ہی اجلاس شوریٰ طلب کر لیا جائے۔ چنانچہ ایجنڈے میں "حالات حاضرہ اور اس کے مقتضیات پر غور" خصوصیت کے ساتھ شامل کیا گیا۔

اجتماع کی اس مخصوص اہمیت کے پیشِ نظر مولانا محترم نے ارکان شوریٰ سے خواہش کی کہ وہ ان مسائل پر جو مدھیہ پردیش کے فسادات سے پیدا ہو گئے ہیں پوری طرح غور و فکر کرتے رہیں تاکہ مجلس کسی صحیح نتیجے پر پہنچ سکے۔ آخر میں مولانا محترم اور ارکان شوریٰ نے اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ سے نصرت و رہنمائی کے لیے دعا فرمائی۔ جس کے بعد ایجنڈا ترتیب دیا گیا اور اسی کے مطابق کارروائی شروع کی گئی۔

ایجنڈے کی پہلی شق گزشتہ اجلاسِ شوریٰ کی خواندگی تھی جس کے بعد جماعت کی سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی گئی۔ پھر ایجنڈے کے دیگر مسائل زیرِ غور آئے اور ان کے بارے میں فیصلے کیے گئے۔

فسادات اور تحقیقاتی کمیشن: جبل پور اور ساگر وغیرہ کے

فسادات کے سلسلے میں حکومت مدھیہ پردیش کی جانب سے جو تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا گیا ہے اس میں جماعت کے حصہ لینے یا نہ لینے کے بارے میں تبادلۂ خیال ہوا نیز متاثرہ علاقوں کے مظلومین جو مقدمات میں ماخوذ ہیں، ان کو ہر ممکن امداد پہنچانے کے بارے میں بھی گفتگو ہوئی اور ذیل کی قرارداد منظور کی گئی ۔

جبل پور و ساگر کے واقعات و حالات سے یہ مہیب صورت حال کھل کر سامنے آتی ہے کہ ہمارا ملک انسانیت و اخلاق کے نقطۂ نظر سے پستیوں میں گرتا جارہا ہے اور اسی کا یہ ایک نتیجہ ہے کہ سماج دشمن اور فرقہ پرست عناصر جب چاہتے ہیں ملک کے امن و امان کو برباد کر دیتے ہیں اور جو لوگ امن و امان کے محافظ ہیں اور جن پر اصلاح حال کی ذمہ داری ہے ان میں ایسے لوگ موجود ہیں جو نہ صرف یہ کہ اپنے فرائض کی ادائیگی سے قاصر رہتے ہیں بلکہ ان کا رویہ صورت حال کی خرابی میں مزید اضافہ کا موجب ہو رہا ہے ۔

جماعت اسلامی ہند کی مجلس شوریٰ اس صورتِ حال کو انتہائی تشویش کی نظر سے دیکھتی ہے اسے ملک و ملت کے لیے انتہائی تباہ کن سمجھتی ہے۔

یہ واقعہ اور بھی اپنی جگہ انتہائی افسوسناک ہے کہ حکومت نے اس قسم کے سیکڑوں واقعات کے سلسلے میں محض اپنے عملہ کی اطلاعات پر بھروسہ کرنا کافی سمجھا اور اس بات کی تحقیقات سے ہمیشہ گریز کیا کہ ان واقعات کے اصل اسباب کیا ہیں اور اس مرتبہ اگر حکومت نے جبل پور و ساگر میں پہلی بار تحقیقاتی کمیشن کا فیصلہ کیا بھی تو اب تک اس نے ایسی فضا بنانے کی کوشش نہیں کی جس میں یہ توقع کی جا سکے کہ حقیقی مجرم سامنے آجائیں گے ۔ بلکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ اب تک جو واقعات خود کانگرس اور دوسری پارٹیوں کے ذمہ داروں کے بیانات سے سامنے آچکے ہیں ان کی بھی پردہ پوشی ہو جائے ۔

اول تو کمیشن خود ایک نفری ہے اور اس کا بھی دائرہ کار محدود ہے، دوسرے آزادانہ تحقیقات کے لیے ضروری تھا کہ جس سرکاری عملہ پر کوتاہی وغفلت اور جانب داری کے الزامات ہیں ان کا تبادلہ کیا جاتا، لیکن نہ صرف یہ کہ وہ سارا عملہ بدستور موجود ہے بلکہ پیہم اطلاعات شائع ہو رہی ہیں کہ وہ اب بھی اپنے مختلف اقدامات کے ذریعہ مسلمانوں میں خوف وہراس پیدا کرنے میں مصروف ہے اور بہت سے ایسے لوگ جو اس تحقیقات میں گواہی دے سکتے تھے ان کی بڑی تعداد کو کسی نہ کسی مقدمہ میں ماخوذ کر کے ان کی گواہیوں کو غیر مؤثر بنا دیا گیا ہے۔

ان حالات میں عدالتی تحقیقات کے نام سے جو کچھ کیا جا رہا ہے اس سے اس منشاء کے پورا ہونے کی ہرگز توقع نہیں کی جا سکتی جس کے لیے عدالتی تحقیقات کی ضرورت تھی اور اسی لیے اس میں حصہ لینا مجلس شوریٰ کے نزدیک وقت اور مال کا ضیاع ہے۔

مجلسِ شوریٰ نہایت افسوس کے ساتھ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ جماعت اسلامی اس عدالتی تحقیقات میں کوئی حصہ نہ لے ــــ البتہ اگر اب بھی آزادانہ تحقیقات کے لیے جس سازگار ماحول کی ضرورت ہے وہ پیدا کر دیا جائے اور حکومت ان عمومی مطالبات کے مطابق جو مسلمانوں نیز غیر مسلم پارٹیوں اور وفود کی جانب سے پیش کیے جاتے رہے ہیں۔ کمیشن میں مزید دو ججوں کے اضافے کے ساتھ تحقیقات میں حصہ لینے کے لیے تیاری کا مناسب موقع بھی دے تو جماعت اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کر سکتی ہے۔

مجلسِ شوریٰ اس بات کا بھی فیصلہ کرتی ہے کہ متاثر علاقوں کے مظلومین جو مقدمات میں ماخوذ ہیں ان کو ہر ممکن مدد پہنچائی جائے۔

مسلم کنونشن: مسلم کنونشن کے انعقاد کے بارے میں ملک کے مختلف

حلقوں کی طرف سے جو تجاویز سامنے آرہی تھیں، نیز مجلس شوریٰ منعقدہ ۵۹ء
نے کنونشن کے بارے میں جو فیصلے کئے تھے ان کے پیش نظر اس مسئلے پر مزید تبادلہ
خیال کیا گیا اور ذیل کی تجویز منظور کی گئی :

"مسلم کنونشن کی ضرورت کا عام احساس مسلمانوں میں بہت پہلے سے چلا
آرہا ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۹ء میں مجلس شوریٰ اس کے متعلق ایک تجویز بھی منظور کرچکی
ہے لیکن اُس وقت بوجوہ کنونشن منعقد نہ ہوسکا۔ اب حالات نے اس ضرورت
کو اتنا شدید اور ناگزیر بنادیا ہے کہ کنونشن کے طلب کئے جانے کے سلسلہ میں
مختلف حلقوں کی طرف سے تجاویز سامنے آرہی ہیں۔ مجلس شوریٰ اس طلب
و احساس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور کنونشن کے انعقاد کے سلسلے میں اپنے
پورے تعاون کی پیش کش کرتی ہے۔

۲۔ مجلس کے نزدیک یہ کنونشن اسی وقت نتیجہ خیز ہوسکے گا جب اس میں
مسلمانوں کے تمام نقاط فکر کی نمائندگی ہو اور اس بات کا خاص طور سے اہتمام
کیا جائے کہ شخصی اور گروہی اختلافات خدانخواستہ اس موقع پر ابھر کر ایک نیک
مقصد کو نقصان نہ پہنچائیں۔

۳۔ مجلس کے نزدیک کنونشن کی کامیابی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ کنونشن
میں مختلف نقطۂ نظر کے حاملین اپنے اپنے مخصوص نظریات پر زور دینے کے بجائے
اپنی پوری توجہ اپنے درمیان زیادہ سے زیادہ مشترک نقاطِ فکر تلاش کرنے اور
مشترکہ مقاصد کو حاصل کرنے کی طرف مبذول کریں۔

۴۔ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ان کی فلاح کا واحد ذریعہ کتاب وسنت
کی کامل اتباع ہے اس لیے یہ مجلس یہ توقع رکھتی ہے کہ شرکاء کنونشن اپنے غور وفکر
کی بنیاد اسی متفقہ اصل کو قرار دیں گے اور پیش آمدہ مسائل پر غور کرتے وقت ایک

مایوس اقلیت کے مقام سے بالاتر ہو کر خیرِ اُمّت کے قائدانہ مقام سے غور کریں گے۔"

ارکانِ شوریٰ اور ارکانِ جماعت کی تجاویز

اجلاس میں بعض ارکان شوریٰ نے اپنی تجاویز پیش کی تھیں اور بعض ارکانِ جماعت کی تجاویز کو بھی اہم سمجھتے ہوئے برائے غور و فیصلہ پیش کیا تھا۔ ان میں سے بعض تجاویز ان مسائل سے متعلق تھیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اس لئے ان مسائل پر غور کرتے وقت ایسی تجاویز کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا تھا۔ بقیہ تجاویز کو اکثریت کی تائید حاصل نہ ہو سکی۔ اس لئے وہ رد ہو گئیں۔ عام ارکانِ جماعت نے بعض مشورے بھی دیئے تھے جو نوٹ کر لئے گئے البتہ ان کی بعض ایسی تجاویز جن کو امیر جماعت یا کسی رکن شوریٰ نے دستور کی دفعہ ۳۰ کے تحت اہم نہیں سمجھا، زیرِ غور نہ آسکیں۔

حسابات اور آڈٹ رپورٹ

مجلس کے سامنے مرکز نیز مختلف مرکزی شعبوں کے آمد و صرف کے حسابات پیش کئے گئے، اور ان سے متعلق آڈٹ رپورٹ پڑھ کر سنائی گئی۔ آڈیٹر صاحب نے حسابات کو درست قرار دیا۔

بجٹ

مجلس شوریٰ میں مرکز کا سالانہ بجٹ بابت محرم لغایت ذی الحجہ ۸۰ھ بھی پیش ہوا۔ کل آمدنی کا سرسری اندازہ ۴۶ ہزار روپے اور خرچ کا اندازہ ۷۴،۶۰۰ روپے ہے۔ اس طرح ۲۹ ہزار روپیوں کے قریب خسارہ آتا ہے۔ چنانچہ طے پایا کہ اس خسارہ کو پورا کرنے کے لئے رفقائے جماعت کو توجہ دلائی جائے اور پھر بھی جو کمی رہ جائے اسے قرض سے پورا کیا

جائے۔

اس کے بعد دعا پر اجتماع ختم ہوا۔

اَللّٰھُمَّ انصر من نصر دین محمّد علیہ الصلوۃ والسلام واجعلنا منھم۔ آمین!

محمد یوسف، قیم جماعت اسلامی ہند

۲۶ر اپریل ۱۹۶۱ء

(شائع شدہ زندگی، جون ۱۹۶۱ء)

مجلس شوریٰ

منعقدہ ۱۵؍جولائی ۱۹۶۱ء تا ۱۸؍جولائی ۱۹۶۱ء

مجلس شوریٰ کا اجلاس مرکز جماعت اسلامی ہند دہلی میں حسب اعلان ۱۴؍جولائی ۶۱ء کو بعد نماز جمعہ ۳ بجے سے شروع ہو جانا چاہیئے تھا لیکن بارش اور دیگر موانع کے باعث کچھ ارکان شوریٰ بروقت مرکز جماعت نہ پہنچ سکے تھے اس لئے کورم پورا نہ ہو سکا۔ اور اجلاس کی کارروائی شروع نہ کی جا سکی۔ دوسرے دن صبح جوں ہی بقدر کورم ارکان شوریٰ تشریف لے آئے۔ شوریٰ کا اجلاس زیر صدارت مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی ندوی شروع ہو گیا اور ۱۸؍جولائی ۶۱ء کو بحمد اللہ خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ مندرجہ ذیل ارکان اجلاس کی جملہ کارروائیوں میں شریک رہے۔

مولانا نظام الدین صاحب۔ جناب محمد مسلم صاحب، جناب وحید الدین خاں صاحب، جناب انعام الرحمٰن خاں صاحب، مولانا سید حامد علی صاحب، جناب افضل حسین صاحب، مولانا شمس پیرزادہ صاحب، مولانا محمد عزیز صاحب، جناب محمد یوسف صاحب صدیقی، جناب سید حامد حسین صاحب اور محمد یوسف، قیم جماعت۔

جناب انیس الدین احمد صاحب جو راستہ کی دشواریوں کے باعث تاخیر سے پہنچے تھے۔ ابتدائی چند نشستوں کے علاوہ بقیہ تمام کارروائی میں شریک رہے اور جناب عبدالحی صاحب اپنی معذوری کی وجہ سے صرف آخری دو دنوں کی نشستوں میں شریک ہو سکے۔

مولانا صدرالدین صاحب اور جناب کے، سی عبداللہ صاحب مولوی اپنی خانگی معذوریوں کی بنا پر شریک نہ ہو سکے۔

اجتماع کی کارروائی امیر جماعت کی افتتاحی تقریر سے شروع ہوئی۔ مولانا نے فرمایا کہ:

"شوریٰ کا اجلاس اب سے دو ڈھائی ماہ پہلے ہوا تھا اس کے بعد اتنی جلد شوریٰ کا اجلاس دوبارہ طلب کرنے کے چند خاص محرکات ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ گزشتہ اجلاس کے موقع پر ملکی انتخابات کے مسئلے پر کچھ گفتگو ہوئی تھی اور اگرچہ اس وقت اجمالی طور پر یہ طے کر دیا گیا تھا کہ آئندہ الیکشن میں ہمیں عملاً کوئی حصہ نہیں لینا ہے لیکن پھر بھی ضرورت محسوس کی گئی تھی کہ کم از کم ذہنی طور پر ہمیں اس کے بارے میں اپنے قطعی رویہ اور پالیسی کا فیصلہ کر لینا چاہیے اور چونکہ وقت کم تھا اور یہ مسئلہ اپنے اندر گوناگوں پیچیدگیاں رکھتا تھا اس لیے طے کیا گیا تھا کہ خاص اس مقصد کے لئے ایک الگ نشست بعد میں بلائی جائے۔ ہر چند اس مقصد کے لیے اس قدر جلد اجلاس طلب کرنا ضروری نہ تھا لیکن اس مسئلے کے بارے ہمارا ذہن جس قدر جلد یکسو ہو سکے بہتر ہی ہوگا اور علاوہ ازیں جو دوسرے محرکات شوریٰ طلب کرنے کے موجب ہوئے ہیں وہ بہرحال تعجیل ہی کے طالب تھے۔

دوسرا خاص محرک کنونشن اور اس کے متعلقات پر غور کرنا ہے۔ گزشتہ شوریٰ کے موقع پر کنونشن کے موضوع پر پوری تفصیل کے ساتھ غور کیا گیا تھا۔ اور کچھ فیصلے کئے گئے تھے۔ ہر چند کنونشن کے بعد جو حالات سامنے آئے ہیں وہ بحیثیت مجموعی ایسے نہیں ہیں جو اس وقت ہمارے پیش نظر نہ رہے ہوں، لیکن

پھر بھی اس کے کچھ پہلو نئے بھی ہیں اور ان سے جماعت کے مفاد و مصالح کے متاثر ہونے کا شدید احتمال ہے۔ اس لیے ان پر غور کر لینا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر اس کنونشن نے اپنے ابتدائی تصور و نقشہ کے خلاف کچھ مخصوص اسباب و وجوہ کی بنا پر کچھ ایسی شکل اختیار کر لی ہے کہ اس میں جماعت کو مدعو نہیں کیا گیا اور مدعو نہ کرنے کا اثر یہ مرتب ہوا ہے کہ جماعت کا تعارف ایک فرقہ پرست اور اینٹی نیشنل جماعت کی حیثیت سے کرایا جانے لگا ہے۔ جس کے مفاسد واضح ہیں اور اس کی اصلاح و تدارک کی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں ممکن ہے جدید حالات میں ہمیں کنونشن کے ذیل میں اپنی طے شدہ باتوں پر بھی مزید غور و فکر کی ضرورت محسوس ہو۔

تیسرا خاص محرک یہ تھا کہ گزشتہ اجلاس شوریٰ کے موقع پر بھاری ایجنڈے کی وجہ سے ہم ایک ضروری مسئلہ کی طرف توجہ نہیں دے سکے تھے یعنی تحریک و جماعت کے عمومی حالات کا جائزہ اور اس کے مطابق ضروری تدابیر پر غور و خوض موجودہ میقاتی پروگرام کو شروع ہوئے ایک سال ہوگیا ہے اس لیے مناسب ہوگا کہ اس موقع پر یہ کام بھی انجام پا سکے۔ میں چاہتا ہوں کہ عام حالات بالخصوص جماعت کے اندرونی حالات کے بارے میں آپ حضرات کے احساسات اور مشورے کھل کر سامنے آسکیں تاکہ ان سے پورا فائدہ اٹھایا جا سکے۔

آخر میں امیر جماعت نے فرمایا کہ جماعت کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ شوریٰ اپنے مقررہ وقت پر شروع نہ ہو سکی اور اس کی وجہ کورم کا پورا نہ ہونا تھا۔ مجھے یہ توقع تو نہیں ہے کہ رفقاء نے دہلی پہنچنے میں قصداً یا بے وجہ تاخیر کی ہوگی لیکن اگر واقعی اس میں کوتاہی یا تساہل کو دخل ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور ہمیں اپنے فرائض کو پورے احساسِ ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

امیر جماعت کی افتتاحی تقریر کے بعد ایجنڈا ترتیب دیا گیا۔ جس کی پہلی شق گزشتہ اجلاس شوریٰ کی روداد کی خواندگی تھی۔ پھر ایجنڈے کے دیگر مسائل زیر غور آئے اور ان کے بارے میں فیصلے کئے گئے۔

مسلم کنونشن مسلم کنونشن منعقدہ جون ۱۹۶۱ء کے بارے میں مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ اپریل ۱۹۶۱ء میں ایک تجویز منظور کی تھی جسے پریس میں شائع کیا جا چکا ہے۔ منظور شدہ تجویز کے پیش نظر کنونشن کی کامیابی کے لیے جو کوششیں جماعت کی طرف سے عمل میں لائی گئیں اور اس سلسلہ میں کنونشن کے ذمہ داروں سے امیر جماعت کی زبانی یا تحریری گفتگو ہوئی تھی امیر جماعت نے ان کی تفصیلی روداد سے ارکان مجلس کو باخبر کیا۔ جس کے بعد ارکان شوریٰ نے کنونشن کے بارے میں اپنے اپنے علاقوں کے عام اور سنجیدہ اصحاب کے تاثرات بیان کیے۔ جن کو سامنے رکھتے ہوئے مجلس نے کنونشن کے بارے میں حسب ذیل قرارداد منظور کی:

مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۰ اپریل ۱۹۶۱ء میں کنونشن کی ضرورت سے اتفاق کرتے ہوئے کنونشن کے مفید اور نتیجہ خیز ہونے کے لیے اس بات کو ضروری قرار دیا تھا کہ اس میں مسلمانوں کے تمام اہم اور قابل لحاظ مکاتب فکر کی نمائندگی ہو اور ساتھ ہی اس بات کی کوشش کی جائے کہ کنونشن میں مختلف نقطہ ہائے نظر کے حاملین اپنے اپنے مخصوص نظریات پر زور دینے کے بجائے اپنی اپنی پوری توجہ اپنے درمیان زیادہ سے زیادہ مشترک نقاط فکر تلاش کرنے اور مشترک مقاصد کو حاصل کرنے کی طرف مبذول کریں۔

۲۔ مجلس کو افسوس ہے کہ کنونشن کے ذمہ دار کنونشن کے انعقاد اور اس کی کارروائیوں میں ان دونوں باتوں کو مدنظر نہ رکھ سکے۔ کنونشن میں مسلمانوں کے مختلف

نقاط فکر کے لوگوں کی نمائندگی کا مقصد صرف اس صورت میں پورا ہو سکتا تھا جب خود مسلمانوں کی اپنی مختلف جماعتوں اور مکاتب فکر کو اس میں نمائندگی کا موقع دیا جاتا لیکن داعیان کنونشن نے مسلمانوں کی متعدد جماعتوں اور ان کے مکاتب فکر کے نمائندوں کو بالقصد اور بالاعلان مدعو نہیں کیا اور جن لوگوں کو مدعو کیا گیا ان کو خود اپنے بقول ان کی کسی جماعتی حیثیت میں نہیں بلکہ محض ان کی ذاتی حیثیتوں میں مدعو کیا گیا اور ان کی اگر کوئی جماعتی حیثیت تھی بھی تو وہ زیادہ سے زیادہ صرف ان پارٹیوں کے نمائندہ ہونے کی جو مسلمانوں کی نہ اپنی پارٹیاں ہیں اور نہ اسلام اور مسلمانوں کا مفاد ان کے پیش نظر ہے اور اس بنا پر ان کے نمائندوں کو نہ تو مسلمانوں کے مسئلوں سے کوئی خاص دلچسپی ہو سکتی تھی اور نہ انھیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق ہی حاصل تھا۔ مجلس کو اس بات پر مزید افسوس ہے کہ کنونشن میں شریک کرنے یا اس سے علیحدہ رکھنے کا مدار سیکولرزم کے عقیدہ کو ماننے یا نہ ماننے کو قرار دیا گیا تھا جو نہ صرف یہ کہ مسلمانوں میں باہمی تفریق پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوا بلکہ جو اپنے اثرات و مضمرات کے ساتھ ان کی وحدت ملی کی اساس کو مجروح کر دینے والا اور اپنے وسیع معنی و مفہوم میں خود اسلام کے بعض بنیادی تصورات سے ٹکرانے والا بھی ہے۔

۳۔ سیکولرزم کی قید کی بنا پر کنونشن کی نوعیت عملاً ایک مخصوص نقطۂ نظر کے حاملین کے اجتماع سے زیادہ نہ تھی تو اس میں اس کا موقع ہی کیا تھا کہ مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے مابین مشترک نقاط تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی اور اس طرح مسلمانوں کے ملّی انتشار کو کم کرنے اور ان میں ایک طرح کی وحدت فکر و عمل پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ کنونشن کی کارروائیوں کے ذریعہ ان کے رہے سہے اتفاق و اشتراک کو بھی سخت نقصان پہنچنے کا

اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ کنونشن کی اصل غرض یہ تھی کہ تقسیم کے بعد مسلمان جن ہیک طرفہ فسادات کے بار بار شکار ہوتے رہے ہیں ان سے ان کے تحفظ کی راہیں سوچی جائیں لیکن اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری سمجھا گیا کہ کنونشن میں بے وجہ اور بے محل مسلمانوں کی فرقہ پرستی کا دکھڑا رویا جائے اور اس ضمن میں خواہ مخواہ بالواسطہ طور پر ان کی کچھ جماعتوں کی مذمت بھی کی جائے اور اس طرح اصل مقصد اور بہ حیثیت مجموعی مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچائے بغیر خواہ مخواہ رائے عامہ کو گمراہ اور ان جماعتوں کے خلاف حکومت کے ہاتھ کو مضبوط کیا گیا۔

ثانیاً کنونشن نے کلمہ کے بجائے سیکولرزم کو مسلمانوں کو جمع و تفریق کی بنیاد قرار دے کر نیز مسلمانوں کی دینی اصلاح و تربیت اور ان میں وحدت فکر و عمل پیدا کرنے جیسے اہم اور بنیادی مسئلہ کو نظر انداز کر کے اور ان کی بجائے قومی یک جہتی، معاشی تحفظ اور دنیوی ترقی وغیرہ جیسے مسائل ہی کو اصل اور حقیقی مسئلہ قرار دے کر ایسے عناصر کو مسلمانوں کی صفوں میں گھسنے اور ان کو اسلام کے راستے سے منحرف کرنے اور ان کے اندر انتشار و تفریق پیدا کرنے کا پورا پورا موقع بہم پہنچا دیا گیا۔ جن کی اسلام دشمنی اور مذہب دشمنی ایک معروف حقیقت ہے اور جو رات دن اسی طرح کی سرگرمیوں میں مصروف اور ایسے ہی مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔

۴۔ شوریٰ کو اس بات کا نہایت افسوس ہے کہ کنونشن میں مسلمانوں کے مسائل پر غور کرتے وقت اس بات کو قطعاً نظر انداز کر دیا گیا کہ مسلمانوں کی اصل حیثیت ایک عالمگیر اصولی پارٹی کی ہے۔ جس کا اصل مقصد وجود ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے نہ کہ معروف معنی میں کسی اقلیت کی۔ جس کا نتیجہ صرف یہی نہیں ہوا ہے کہ مسلمانوں کا یہ اجتماع جس میں علماء و مشائخ بھی کثیر تعداد میں شریک تھے مسلمانوں کے اصل فرضِ منصبی کا کوئی حق ادا نہیں کر سکا بلکہ اس کی وجہ سے دنیوی

پہلو سے بھی مسلمانوں کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ سکا بلکہ کنونشن سے پہلے وہ اپنے کو جس عدم تحفظ کی حالت میں پا رہے تھے اگر اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے تو اس میں کوئی کمی بھی واقع نہیں ہوئی ہے اور تحفظ کے لیے جن تدبیروں کا سہارا تلاش کیا گیا تھا عملاً اس وقت تک بالکل بے اثر ثابت ہوئی ہیں۔

۵۔ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ ان کی فلاح کا واحد ذریعہ کتاب و سنت کی کامل اتباع ہے اس لیے شوریٰ کو یہ توقع تھی کہ شرکائے کنونشن مسلمانوں کے مختلف مسائل پر غور و فکر کرتے وقت اس متفقہ اصل کو اپنے غور و فکر کی بنیاد قرار دیں گے لیکن نہایت افسوس ہے کہ اگرچہ تقریروں اور خطبات میں اسلام کے ایک تحریک اور ایک مستقل اعلیٰ نظام حیات ہونے کا نہایت شد و مد کے ساتھ اظہار کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ زندگی کو اپنانے کی مسلمانوں کو دعوت بھی دی گئی لیکن کنونشن نے نہ صرف یہ کہ اپنے فیصلوں میں اس بنیاد کو نظرانداز کر دیا بلکہ سیکولرزم کا کلمہ اجتماع قرار دے کر مسلمانوں کا رُخ دین کی بجائے لادینیت کی طرف موڑ دینے کی کوشش کی۔

شوریٰ نے اس مسئلہ پر بھی غور کیا کہ کیا بحالات موجودہ کسی کنونشن کا انعقاد مناسب ہوگا؟ شوریٰ کا احساس یہ ہے کہ جب حالیہ کنونشن کی اصل غرض پوری نہیں ہوئی بلکہ اپنے کچھ اثرات و نتائج کے اعتبار سے اسلام اور مسلمانوں کے لیے بہ حیثیت مجموعی کچھ مضر ہی ثابت ہوا ہے تو کسی دوسرے کنونشن کی ضرورت جس سے اس کی مطلوبہ غرض پوری ہو سکے علیٰ حالہٖ باقی ہے لیکن جبکہ خود اس کنونشن کے نتیجہ میں مسلمانوں کی صفوں میں انتشار رونما ہو گیا ہے اور مسلمانوں کے سربراہوں کا ذہن ابھی اس کے لیے پوری طرح آمادہ نہیں ہو سکا ہے کہ وہ اب تک ملت کے مسائل کے حل کے لیے جن پامال طریقوں کے عادی ہو چکے ہیں انھیں چھوڑ کر کوئی ایسا طریقہ اختیار کر سکیں،

جو کتاب وسنت کے مطابق اور ان کے خیرِ امت ہونے کے شایانِ شان ہو، اس لیے بحالاتِ موجودہ کسی کنونشن سے کوئی خاص فائدہ پہنچنے کی توقع نہیں ہے۔"

قومی یک جہتی

مجلس نے ملک کی موجودہ صورتِ حال پر بھی غور کیا اور ملک کے اندر جو انتشار انگیز قوتیں سر اٹھا رہی ہیں بالخصوص لسانی نسلی، صوبائی اور فرقہ وارانہ عصبیت، ان پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ذیل کی قرارداد منظور کی:

"ملک میں لسانی، نسلی، جغرافیائی اور فرقہ واری بنیادوں پر جو تعصبات ابھر رہے ہیں۔ مجلس شوریٰ ان کو تشویش کی نظر سے دیکھتی ہے اور اس کے اصلاح و تدارک کی جو فکر حکومت اور مختلف جماعتوں کو لاحق ہوگئی ہے اس پر اظہار اطمینان کرتی ہے۔ اس طرح کے تعصبات کا ابھرنا ملک کی وحدت وسلامتی کے لیے جو ہر خیر خواہ وطن کو عزیز ہونی چاہیے، خطرناک ہونے کے علاوہ ان عالم گیر اصولوں کے بھی منافی ہے جن کے ہم اسلام کے داعی ہونے کی حیثیت سے علم بردار ہیں۔ اس لئے اس صورتِ حال کی اصلاح کے لیے کوشش کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اس کے حصول کے لیے حکومت اور ان تمام جماعتوں کے ساتھ تعاون کرنے کے خواہش مند ہیں جو ان تعصبات کو مٹانا اور ملک میں یک جہتی واتحاد پیدا کرنا چاہتی ہیں۔ البتہ مجلس شوریٰ یہ یقین رکھتی ہے کہ ہندوستان جیسے وسیع ملک میں جو مختلف قوموں اور تہذیبوں کا گہوارہ ہے کسی ایسی یک جہتی کے قائم کرنے کی کوشش کرنا جس سے ان کی جداگانہ حیثیت اور ان کی اپنی مخصوص تہذیب برقرار نہ رہے نہ صرف یہ کہ دستورِ ہند کے خلاف ہوگا بلکہ اس سے اس مقصد کو بھی شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور جس معنی میں بھی یک جہتی واتحاد مقصود ہوگا اس کو حکومت یا اکثریت کے دباؤ کے ذریعہ پیدا کرنا قطعاً غیر مناسب اور غیر مفید

ہوگا اس مقصد کے لیے بہتر اور مؤثر ذریعہ، شعور اور احساس کا بیدار کرنا اور ملک کی مختلف تہذیبی اقلیتوں کو یہ اطمینان دلانا ہے کہ مذہب اور تہذیب کی بنیاد پر ان کے جداگانہ وجود اور ان کے اپنے مذہب و تہذیب کو نہ صرف یہ کہ کوئی خطرہ نہیں ہے بلکہ ان کے بڑھنے اور پھیلنے کے لیے کافی مواقع ہیں۔

سیکولرزم

سیکولرزم کے سلسلہ میں حسب ذیل قرارداد منظور کی گئی :

"سیکولرزم کی اصطلاح مختلف معنی میں استعمال ہو رہی ہے۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے دور میں سائنس اور مذہبی طبقہ کے اختلافات اور ان کے تصادم میں اس اصطلاح کا ایک تاریخی پس منظر ہے جس میں نہ صرف مذہب بلکہ خدا کی مخالفت اس کی اصل روح تھی۔ ہر چند کہ اس وقت پادری طبقہ کا رویہ جس کے ردعمل میں خلافِ مذہب جذبات نے شدت اختیار کی ایک بالکل غلط اور مذہب کی روح کے خلاف رویہ تھا لیکن اس کے مقابلے میں لامذہبیت کا جو تخیل لایا گیا اس نے جو صدمہ اخلاقی اقدار اور انسانیت کے اعلیٰ جذبات کو پہنچایا وہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جس کو ہر دیکھنے والی آنکھ مغرب کی موجودہ مادہ پرستانہ زندگی اور اس کے مہلک نتائج میں دیکھ سکتی ہے۔ اس معنی میں جماعت سیکولرزم کی مخالف رہی ہے اور رہے گی۔ کیونکہ اجتماعی معاملات سے خدا اور اس کی ہدایت کو بے دخل کر دینا اس کی اصلی روح ہے اور یہی انسانی زندگی کی جملہ خرابیوں کی اصل جڑ ہے اور اسلام انسان کی انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کی اجتماعی زندگی کے لیے ایک مکمل نظام حیات پیش کرتا ہے اور اس نظام کی افادیت عمل کی کسوٹی پر حق ثابت ہو چکی ہے جس کا ریکارڈ تاریخ عالم میں موجود ہے۔

لیکن اگر سیکولرزم کا یہ مطلب لیا جائے جیسا کہ بعض حلقوں کی طرف سے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حکومتی کاروبار میں کسی مذہبی فرقہ کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں

کیا جائے اور اسی کے ساتھ بلا امتیاز مذہب وملت یکساں برتاؤ ہو اور سب کو یکساں مواقع حاصل رہیں تو جماعت نے اس تخیل کی کبھی مخالفت نہیں کی ہے۔"

الیکشن کا مسئلہ

الیکشن کے مسئلہ پر بھی تبادلہ خیالات اور غور و خوض ہوا اور بالآخر طے کیا گیا کہ الیکشن کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر کی جائے جو اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے یہ بتائے کہ اقامت دین کے مقصد کے لیے الیکشن کی راہ کن صورتوں، کس حد تک اور کن شرائط کے ساتھ اختیار کی جاسکتی ہے اور موجودہ حالات میں جماعت کو اس سلسلہ میں کیا موقف اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ کمیٹی اس ذیل میں جماعت کے علمار اور ارباب فکر کی آرار کو سامنے رکھنے کے ساتھ جماعت کے باہر کے علمار کی آرار سے بھی استفادہ کرے۔ چنانچہ مذکورہ فیصلہ کے تحت حسب ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جو ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۱ء تک اپنی رپورٹ مرکز کے حوالے کر دے گی۔

۱۔ مولانا ابواللیث صاحب امیر جماعت (۲) محمد یوسف قیم جماعت (۳) مولانا سید حامد علی صاحب (۴) مولانا صدرالدین صاحب (۵) جناب افضل حسین صاحب۔

ریلیف

جبل پور اور ساگر وغیرہ میں جماعت نے مظلومین کی امداد کا جو کام انجام دیا ہے اور اس سلسلہ میں جو رقم صرف کی گئی ہے اس کی رپورٹ بھی مجلس میں زیر غور آئی۔ حساب آمد و صرف دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ مظلوم مستحقین کی امداد اور ریلیف کے سلسلے کے دیگر کاموں میں کتنی رقم صرف کی گئی ہے اور کتنی باقی ہے۔ یہ بات بھی سامنے آئی کہ انفرادی مقدمات کے اخراجات اور یتامیٰ و بیوگان کی مستقل ماہانہ امداد پر رقم خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز جو لوگ ماخوذ ہیں، ان کے رہا ہو جانے پر ان کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کے لیے کچھ رقم کی ضرورت ہوگی۔

چنانچہ طے ہوا کہ ان باتوں کا خیال رکھتے ہوئے بالقی رقم کو مظلوم مستحقین کی مزید امداد پر صرف کر دیا جائے۔ نیز یہ طے کیا گیا کہ ناظم ریلیف کیمپ جناب انعام الرحمٰن صاحب جلد از جلد تفصیلی حساب مرتب کر کے مرکز کے حوالہ کر دیں تاکہ انھیں شائع کیا جا سکے۔

خدمت خلق

مجلس میں یہ تجویز زیر غور آئی کہ عام مسلمانوں کو بلا لحاظ مذہب وملت خدمت خلق اور رحمت ومواساۃ کے کاموں کی ترغیب دی جائے اور اس کام کو وسیع پیمانے پر انجام دینے کے لیے جماعت ان کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے اس تجویز کے بارے میں ارکان شوریٰ کا عام تاثر یہ سامنے آیا کہ موجودہ پالیسی اور پروگرام میں بھی اس طرح کے کاموں کی گنجائش ہے لیکن اس کام کی طرف عام طور سے کماحقہ، توجہ نہیں دی جا رہی ہے اس لیے رفقار کو خصوصی توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔

حلقہائے متفقین کا قیام

شوریٰ میں یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا کہ متفقین کا حلقہ قائم کیا جائے یا نہیں طے ہوا کہ قائم کیا جائے اور اس کے لیے ضروری ضابطے بنا لیے جائیں۔

ارکان شوریٰ اور ارکان جماعت کی تجاویز

اجلاس میں بعض ارکانِ شوریٰ نے اپنی کچھ تجاویز پیش کیں اور بعض ارکانِ جماعت کی چند تجاویز کو بھی اہم سمجھتے ہوئے برائے غور وفیصلہ پیش کیا گیا تھا ان میں سے جو تجاویز مذکورہ بالا مسائل میں سے کسی مسئلہ سے متعلق تھیں اس مسئلہ پر غور کرتے وقت ایسی تجاویز کو بھی پیش نظر رکھا گیا تھا۔ بقیہ تجاویز کو اکثریت کی تائید حاصل نہ ہو سکی۔ اس لیے وہ رد ہو گئیں۔ عام ارکان جماعت نے بعض مشورے بھی دیئے تھے جو نوٹ کر لیے گئے۔ البتہ ان کی بعض ایسی تجاویز جن کو امیر جماعت یا کسی رکن شوریٰ نے دستور

کی دفعہ ۳، کے تحت اہم نہیں سمجھا زیر غور نہ آسکیں۔ تحریک و جماعت کے حالات کے جائزے کے لیے چونکہ وقت کم تھا اس لیے یہ طے کیا گیا کہ ارکانِ شوریٰ اپنے تاثرات اور مشورے وغیرہ تحریری طور پر بعد کو بھیج دیں گے۔

اس کے بعد دعا پر اجتماع ختم ہوا۔

اللّٰھُمَّ انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم و اجعلنا منھم۔

دستخط محمد یوسف، قیم جماعت

(شائع شدہ زندگی۔ ستمبر ۱۹۶۱ء)
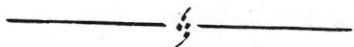
مجلس شوریٰ

منعقدہ ۱۴ دسمبر ۱۹۶۱ء تا ۱۸ دسمبر ۱۹۶۱ء

مجلس شوریٰ کا اجلاس مرکز جماعت اسلامی ہند دہلی میں حسب اعلان ۱۴ دسمبر ۱۹۶۱ء کو ۹ بجے صبح سے زیر صدارت مولانا ابو اللیث صاحب اصلاحی ندوی شروع ہوا۔ مندرجہ ذیل ارکان شوریٰ اجلاس کی جملہ کارروائیوں میں شریک رہے۔

جناب کے سی عبداللہ صاحب، جناب شمس پیرزادہ صاحب، جناب انعام الرحمٰن خاں صاحب، جناب محمد مسلم صاحب، جناب وحید الدین خاں صاحب جناب انیس الدین احمد صاحب، جناب محمد عبدالحی صاحب، جناب افضل حسین صاحب، مولانا سید حامد علی صاحب اور جناب سید حامد حسین صاحب، مولانا نظام الدین صاحب گاڑیوں کے اوقات میں اختلال کی وجہ سے ۱۴ کی صبح کی بجائے شام کو دہلی پہنچ سکے۔ اس لیے پہلے دن کے بعد کی بقیہ تمام نشستوں میں شریک رہے مولانا محمد عزیر صاحب، مولانا صدرالدین صاحب اور جناب محمد یوسف صدیقی صاحب اپنی خانگی مجبوریوں کے باعث اور قیم جماعت اپنی علالت کی وجہ سے

شریک اجلاس نہ ہو سکے۔

انیکشن کے سلسلے میں کمیٹی کی رپورٹ پر غور

مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۵ر جولائی میں ایک کمیٹی اس غرض کے لیے مقرر کی تھی کہ وہ الیکشن کے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے یہ بتائے کہ اقامت دین کے مقصد کے لیے الیکشن کی راہ کس حد تک کن صورتوں میں اور کن شرائط کے ساتھ اختیار کی جا سکتی ہے اور موجودہ حالات میں جماعت کو اس سلسلہ میں کیا موقف اختیار کرنا چاہیے۔ چنانچہ یہ اجلاس خاص طور سے اس کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں اس مسئلے کو طے کرنے کے لیے طلب کیا گیا تھا۔

سب سے پہلے رپورٹ پڑھ کر سنائی گئی اور طے کیا گیا کہ اس پر گفتگو سے پہلے مناسب ہوگا کہ ارکان شوریٰ اسے دوبارہ اپنے طور سے پڑھ لیں نیز اس مسئلے سے متعلق کمیٹی کے سوال نامہ کے جو جوابات حضرات علمائے کرام اور جماعت کے علماء و ارباب فکر کی طرف سے موصول ہوئے ہیں ان کا بھی جس حد تک مطالعہ کر سکتے ہیں کر لیں۔ اس مقصد کے لیے مناسب سمجھا گیا کہ اس وقت اس مسئلے کو چھوڑ کر ایجنڈے کی دیگر دفعات پر غور کر لیا جائے اور اس رات کی نشست بھی اس مقصد کے لیے ملتوی کر دی جائے۔

دوسرے دن کی نشست میں رپورٹ پر باقاعدہ غور و فکر شروع ہوا جس کا سلسلہ کئی نشستوں تک جاری رہا۔ ان نشستوں میں مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کے بعد ان کے بارے میں فیصلے کیے گئے جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ اگر کوئی شخص غیر الٰہی نظام حکومت کے تحت صرف اس غرض کے لیے

الیکشن لڑتا اور اسمبلی میں جاتا ہے کہ ایک غیر اسلامی نظام حکومت کو چلایا جائے تو یہ عقیدہ توحید کے خلاف اور ناجائز ہے۔ البتہ انسان کے اقتدار اعلیٰ کے بجائے خدا کے اقتدار اعلیٰ کے نظریئے کے مطابق دستور کو بدلنے کے لیے الیکشن میں حصہ لیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ :

۱۔ ملک کے حالات ایسے ہوں کہ محض رائے عامہ کا کسی نظام کے لیے ہموار ہو جانا عملاً اُس نظام کے قائم ہونے کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔

۲۔ رائے عامہ کو اس حد تک ہموار کر لیا گیا ہو کہ الیکشن میں حصہ لے کر بالفعل دستور میں تبدیلی کرانے کی توقع ہو۔

۳۔ مذکورہ بالا غرض کے لیے چونکہ دوسری ضروری شرط پوری نہیں ہوتی ہے اس لیے موجودہ حالات میں اس غرض کے لیے جماعت کے الیکشن میں عملاً حصہ لینے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

شوریٰ نے اس سوال پر بھی غور کیا کہ اگر کوئی شخص کسی غیر الٰہی نظام حکومت کے الیکشن میں صرف اس غرض سے حصہ لیتا ہے کہ اس کے پیش نظر اسلام اور مسلمانوں کا منفی اور مثبت مفاد ہے تو کیا یہ جائز ہوگا یا ناجائز؟ شوریٰ نے کثرت رائے سے فیصلہ کیا کہ اس کی کچھ صورتیں جائز ہو سکتی ہیں لیکن چونکہ اسی کے ساتھ اس نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ اس غرض کے لیے جماعت کو ۶۲ء کے الیکشن میں عملاً حصہ لینا نہیں ہے۔ اس لیے اس کی متعین صورتوں پر تفصیل کے ساتھ غور نہیں کیا گیا اور اسی بنا پر اس سوال پر بھی غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی کہ اس غرض کے لیے جماعت کے حصہ لینے کی ضروری شرطیں کیا ہو سکتی ہیں اور اسے آئندہ کے لیے اٹھا رکھا گیا۔ جن وجوہ سے شوریٰ نے جماعت کے الیکشن میں عملاً حصہ نہ لینے کا فیصلہ کیا ہے، وہ یہ ہیں :

۱۔ رائے عامہ کو مطلوبہ حد تک ہموار نہیں کیا جا سکا ہے۔

۲۔ جماعت اور اس کی دعوت سے ملک کا بہت محدود طبقہ متعارف ہو سکا ہے۔ بہت بڑی تعداد یا تو متعارف نہیں ہے یا غلط فہمیوں کا شکار ہے اس لیے اس بات کا اندیشہ ہے کہ الیکشن میں حصہ لینے سے جماعت کی دعوت و مقصد کے بارے میں مزید غلط فہمیاں پیدا ہو جائیں گی اور ان سے ہمارے اصل مقصد کو غیر معمولی نقصان پہنچے گا۔

۳۔ بحالات موجودہ ہمارے وسائل و ذرائع اور افرادی قوت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

۴۔ اس نقطۂ نظر سے نہ متوسلین جماعت کا ذہن تیار کیا گیا ہے اور نہ اس پہلو سے ان کی تربیت کی گئی ہے۔

۴۔ مجلس نے الیکشن کے ضمن میں مسلمانوں کے رویے کے بارے میں بھی غور کیا اور اس سلسلہ میں مجلس شوریٰ اس نتیجہ پر پہنچی کہ:

۱۔ مسلمانوں کے لیے ایک اہم اور مقدم کام یہ ہے کہ وہ اپنے دیگر مسائل کی طرح الیکشن کے مسئلے میں بھی کتاب و سنت کی روشنی میں اپنا بنیادی موقف طے کرنے کے لیے کسی اجتماعی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کریں۔

۲۔ بحیثیت مسلمان جب ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا معبود اور حاکم علی الاطلاق ہے اور اس کا بھیجا ہوا دین ہی صحیح نظام زندگی ہے تو انھیں اسی کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے اور تمام بندگانِ خدا کو اس کی طرف دعوت دینے کی کوشش کرنی چاہیئے اور الیکشن میں کسی طرح حصہ لینا بھی اسی مقصد کے تحت اختیار کرنا چاہیئے کہ اسے مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ بنایا جا سکتا ہے نہ کہ اس لیے کہ کسی غیر الٰہی نظام کا آلۂ کار بننا ہے۔

مجلس میں یہ سوال بھی زیر گفتگو آیا کہ الیکشن کے موقع پر حصہ لینے والی پارٹیاں اور رائے دہندگان بالعموم کچھ ایسے طریقے بھی اختیار کرتے ہیں جو اخلاقی نقطہ نظر سے سخت معیوب اور ملک و معاشرے کے وسیع مفاد کے لیے سخت مضر ہیں۔ مثلاً فرقہ وارانہ اور طبقاتی، صوبائی اور لسانی عصبیتوں کو برانگیختہ کرنا، ووٹ حاصل کرنے کے لیے تفہیم و استدلال سے کام لینے کی بجائے دھن، دھونس دھاندلی سے کام لینا جھوٹ، افترا، پردازی، تہمت، دشنام طرازی اور فریب دہی سے کام لینا وغیرہ اس لیے ضرورت سمجھی گئی کہ رفقاء کو اس طرف توجہ دلائی جائے کہ وہ اپنے اپنے دائرے میں جس حد تک بھی لوگوں کو ان باتوں سے روک سکتے ہیں، روکنے کی کوشش کریں۔

حلقۂ متفقین کے ضوابط

گزشتہ شوریٰ منعقدہ جولائی ۱۹۶۱ء میں یہ طے کیا گیا تھا کہ متفقین کا حلقہ قائم کیا جائے اور اس کے لیے ضروری ضابطے بنائے جائیں۔ چنانچہ ذیل کے ضوابط طے کیے گئے۔

۱۔ جو شخص جماعت کے عقیدہ اور نصب العین کو صحیح تسلیم کرتا ہو اور ان کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے پر بھی آمادہ ہو لیکن کسی وجہ سے وہ نظم جماعت میں شریک نہ ہو سکے، وہ متفق کہا جائے گا۔

۲۔ جہاں دو یا دو سے زیادہ متفقین ہوں اور وہاں کوئی جماعت نہ ہو، وہاں حلقۂ متفقین قائم کیا جا سکتا ہے لیکن بڑے شہروں میں مقامی امیر اگر شہر کے کسی محلہ میں حلقۂ متفقین قائم کرنے کی ضرورت سمجھے تو کر سکتا ہے۔

۳۔ حلقۂ متفقین کا ایک ناظم ہوگا جس کا انتخاب ممبران حلقہ کثرت رائے کی بناء پر کریں گے اور اس کی امیر حلقہ جماعت اسلامی منظوری دے گا۔

۴۔ حلقۂ متفقین کا ایک بیت المال ہوگا جس میں ممبرانِ حلقہ اپنی زکوٰۃ اور

عشر کی رقمیں داخل کریں گے ۔

۵۔ بیت المال کے لیے ایک خازن ہوگا جس کا انتخاب ممبرانِ حلقہ کریں گے ۔ اور اس کی منظوری امیر حلقہ جماعت اسلامی دے گا ۔

۶۔ ناظم حلقہ ممبران کے مشورے سے بیت المال کی آمدنی طے شدہ مصارف میں صرف کرنے کا مجاز ہوگا ۔

۷۔ حلقہ کی اپنی الگ رسید ہوگی جس پر "حلقہ متفقین" درج ہوگا ۔ (رسیدوں کی فراہمی اگر امرار حلقہ کریں تو بہتر ہوگا ۔ اس کے لیے جماعت کے بیت المال کی رسیدیں بھی حلقہ متفقین کی مہر کے ساتھ دی جا سکتی ہیں)

۸۔ جس جگہ حلقہ متفقین قائم ہو اور وہاں کوئی منفرد رکن موجود ہو تو وہ امیر حلقہ کی اجازت سے اپنی زکوٰۃ ، عشر یا اعانت کی رقم حلقہ متفقین کے بیت المال میں جمع کر سکتا ہے ۔

۹۔ جہاں منفرد رکن ہو ، حلقہ متفقین کا ناظم وہی ہوگا ۔ لیکن امیر حلقہ مخصوص حالات میں کسی اور کی نظامت کی منظوری دے سکتا ہے ۔

> نوٹ : ایسے اداروں کا قیام تحریک کے مقصد کے لیے گوناگوں وجوہ سے مفید ہو سکتا ہے اس لیے رفقائے جماعت کو ان کے قیام اور قائم ہو جانے کے بعد ان کی صحیح تربیت اور رہنمائی کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرنی چاہیئے ۔

ادارۂ ادب اسلامی

ایک تجویز یہ سامنے آئی کہ ادارۂ ادب اسلامی کو جماعت اسلامی میں پھر سے ضم کر دیا جائے اور آئندہ جماعت کے نظم کے تحت ایک شعبہ کی حیثیت سے اسلامی ادب کی تنظیم کام کرتی رہے ۔

اس تجویز پر غور کرتے وقت مجلس شوریٰ منعقدہ ذی قعدہ ۸۰ھ کے فیصلہ کا بھی ذکر آیا جس میں کہا گیا تھا کہ جماعت کا رویہ ادارہ ادب اسلامی کے سلسلہ میں ہمدردانہ رہے گا جس کے سلسلہ میں رفقائے جماعت کو مناسب فہمائش کر دی جائے گی۔ چنانچہ تجویز زیر غور سے تو اتفاق نہیں کیا گیا البتہ یہ طے کیا گیا کہ مذکورہ بالا فیصلہ کے تحت رفقاء جماعت کو مرکز سے سرکلر بھیج کر توجہ دلائی جائے کہ وہ ادارے کے کاموں میں دلچسپی لیں اور ادیبوں سے ربط رکھنے اور ان کی اصلاح و تربیت کی کوشش کریں۔

جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ

مجلس شوریٰ منعقدہ اپریل ۶۱ء میں ایک عربی دار العلوم کے قیام کی تجویز زیر غور آئی تھی جس کے متعلق طے کیا گیا تھا کہ درس گاہ کی پوری اسکیم مع تفصیلات امیر حلقہ مشرقی یو، پی اور مجوز سے معلوم کی جائے۔ چنانچہ یہ اسکیم اب شوریٰ کے سامنے رکھی گئی اور طے کیا گیا کہ جماعت کی طرف سے جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ کو قائم کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، البتہ کچھ لوگ اپنے طور سے ایسی درس گاہ قائم کرنا چاہیں تو ان کو مرکز سے اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جبل پور ریلیف ورک

جبل پور اور ساگر کے ریلیف کے کاموں کی رپورٹ زیر غور آئی اور حسابات بھی پیش کیے گئے۔ تفصیلاتِ حسابات سے متعلق بعض ارکان شوریٰ نے کچھ مشورے بھی دیئے۔

کارکنان جماعت کے سلسلے کے بعض مسائل زیر غور آئے جن پر فیصلے کیے گئے۔

دعا کے بعد اجتماع ختم ہوا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

محمد یوسف ۱۵ر فروری ۶۲ء

(شائع شدہ زندگی۔ اپریل ۱۹۶۲ء)

مجلس شوریٰ

منعقدہ اپریل ۶۲ء

مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس ۱۵ اپریل کو صبح ۹ بجے سے شروع ہونے والا تھا لیکن گاڑیوں کے تاخیر سے پہنچنے کی وجہ سے اس وقت کورم کے بقدر ارکان حاضر نہ ہوسکے اس لیے اس کی باقاعدہ نشست سہ پہر میں ۲½ بجے شروع ہوئی۔ مولانا ابواللیث صاحب امیر جماعت اسلامی ہند نے اجلاس کی صدارت فرمائی۔

حسب ذیل ارکان شوریٰ نے اجلاس کی جملہ نشستوں میں شرکت فرمائی۔

جناب کے، سی عبداللہ صاحب۔ جناب محمد یوسف صاحب صدیقی۔ جناب مولانا محمد عزیر صاحب۔ جناب محمد عبدالحی صاحب۔ جناب وحیدالدین خاں صاحب۔ جناب انیس الدین احمد صاحب۔ جناب افضل حسین صاحب جناب مولانا نظام الدین صاحب۔ جناب سید حامد حسین صاحب اور محمد یوسف قیم جماعت۔

مولانا صدرالدین صاحب۔ جناب محمد مسلم صاحب اور جناب انعام الرحمٰن خاں صاحب تاخیر سے پہنچے تھے، اس لیے پہلے دن کی نشست کے سوا بقیہ تمام

نشستوں میں شریک رہے۔ مولانا سید حامد علی صاحب خانگی عذر کی وجہ سے اور مولانا شمس پیرزادہ صاحب حج بیت اللہ کو تشریف لے جانے کی وجہ سے شریک اجلاس نہ ہو سکے۔

یہ اجلاس شوریٰ کا معمولی سالانہ اجلاس تھا اس لیے گزشتہ شوریٰ کی خواندگی کے بعد اس میں حسب معمول سالانہ رپورٹ اور مرکزی حسابات، آڈیٹر کی رپورٹ کے بعد پیش ہوئے۔

رپورٹ میں قیم جماعت نے یہ ظاہر کیا تھا کہ متعدد حلقوں سے بروقت مکمل رپورٹیں نہیں مل سکی تھیں اس لیے مرکزی رپورٹ بھی بعض پہلوؤں سے ناقص رہ گئی ہے۔ چنانچہ ارکان شوریٰ نے توجہ دلائی کہ امرائے حلقہ جات کو بروقت اپنی رپورٹیں بھیجنے پر خاص طور سے توجہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ صحیح صورت حال ٹھیک طور سے سامنے آسکے، اور اس سے جو نقصانات پہنچ سکتے ہیں ان کا تدارک کیا جا سکے۔ رپورٹ کے اندراجات پر بھی کچھ دیر گفتگو اور تبادلہ خیالات ہوا تاکہ کام میں مزید ارتقا پیدا ہو سکے۔

مرکزی بیت المال کے حسابات، آڈیٹر کی رپورٹ میں بھی درست قرار دیے گئے تھے، البتہ آڈیٹر نے بعض مرکزی شعبوں کے حسابات میں کچھ معمولی فروگذاشتوں کی نشاندہی کی تھی جن کی اصلاح کر دی گئی۔

اجلاس میں شوریٰ یا جماعت کے ارکان کی طرف سے کچھ تجویزیں پیش ہوئیں جن پر غور ہوا۔ ایک تجویز میں فسادات پر اظہار تشویش کرتے ہوئے ان کے تدارک کے سلسلے میں کچھ تدابیر پیش کی گئی تھیں اور اس تجویز پر گفتگو کرتے وقت ارکانِ شوریٰ نے بھی ملک کی فرقہ وارانہ صورت حال اور خصوصیت کے ساتھ مالدہ کے واقعات پر اظہار تشویش کیا لیکن تدبیر کے ضمن میں عام تاثر یہی

تھا کہ فسادات کی روک تھام اور ملک کی فضا کو خوش گوار بنانے کے سلسلے میں ہمارا اب تک جو طریقہ رہا ہے اور اس غرض کے لیے جو تدابیر ضروری سمجھی جاتی رہی ہیں انھیں کو زیادہ اہمیت اور توجہ کے ساتھ زیر عمل لانے کی ضرورت ہے اور مناسب یہ ہے کہ امرا ر کے اجتماع کے موقع پر ان کو اس کی طرف زیادہ توجہ کرنے کی ہدایت کی جائے۔

ایک تجویز خدمت خلق کے سلسلے میں پیش ہوئی کہ اس میں زیادہ باقاعدگی پیدا کرنے کے لیے ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا جائے۔ اس پر گفتگو کے وقت خدمتِ خلق کے کام کی اہمیت و ضرورت کو پوری شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا لیکن شوریٰ کا عام تاثر یہی تھا کہ جماعت کی پالیسی و پروگرام کو ٹھیک طور سے زیر عمل لانے کی کوشش کی جائے تو تجویز کا منشا بخوبی پورا ہو سکتا ہے اور اس کی طرف بھی امرار کو متوجہ کیا جائے۔

ایک رکن جماعت کی یہ تجویز بھی زیر بحث آئی کہ جماعت کی طرف سے ایک ہفتہ وار انگریزی اخبار جاری کیا جائے۔ اس کی ضرورت پر تو تقریباً سب ہی ارکان متفق تھے۔ جماعت کے وسائل و ذرائع اور موجودہ مالی حالت کے پیش نظر اس کا فیصلہ کرنے میں دشواری محسوس ہوئی۔ چنانچہ اس مسئلہ کو آئندہ کے لیے اٹھا رکھا گیا۔

جناب افضل حسین صاحب، ناظم درس گاہ جماعت اسلامی رام پور کی اُس تجویز پر بھی غور ہوا کہ درس گاہ کے مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے موجودہ ڈھانچے میں جزوی تبدیلی کر کے اس کو زیادہ مفید بنایا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لیے مندرجہ ذیل ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی :

(۱) جناب افضل حسین صاحب (داعی) (۲) مولانا عروج قادری صاحب (۳) جناب محمد عبدالحی صاحب (۴) جناب راؤ شمشاد علی خاں صاحب۔

تجاویز کے بعد کچھ انتظامی امور کے بارے میں امیر جماعت نے ارکان شوریٰ کے مشورے حاصل کیے۔

آخر میں مرکزی بجٹ بابت محرم لغایت ذی الحجہ ۸۲ھ زیر غور آیا اور اللہ پر توکل اور اعتماد کرتے ہوئے اسے منظور کیا گیا۔ بجٹ کی متوقع آمدنی چالیس ہزار روپیہ اور متوقع خرچ بہتّر ہزار ایک سو روپیہ ہے۔ اس طرح خسارہ بتّیس ہزار روپیہ ہے جسے رفقاء جماعت کی اعانتوں اور قرض سے پورا کیا جائے گا۔

۱۹ اپریل کو دعا پر اجتماع ختم ہوا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

محمد یوسف قیّم جماعت اسلامی ہند

(شائع شدہ زندگی جون ۶۲ء)
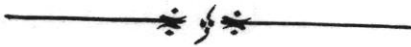
مجلس شوریٰ

منعقدہ اکتوبر ۱۹۶۲ء

دہلی۔ ۳۰؍ اکتوبر ۶۲ء چین کے جارحانہ حملوں سے ملک کے لیے جو نازک صورت حال پیدا ہوگئی ہے اس پر غور و خوض کرنے کے لیے مولانا ابواللیث صاحب امیر جماعت اسلامی ہند نے قریبی ارکان شوریٰ کا ایک فوری اجلاس طلب کیا تھا جس میں امیرِ جماعت کے علاوہ حسب ذیل ارکان شریک ہوئے۔

جناب محمد عبدالحی صاحب، مولانا محمد عزیر صاحب، جناب افضل حسین صاحب، مولانا سید حامد علی صاحب، جناب محمد یوسف صاحب قیم جماعت۔ جناب سید حامد حسین صاحب، جناب محمد یوسف صدیقی صاحب، جناب محمد مسلم صاحب

مجلسِ شوریٰ نے اپنی نشست کے بعد حسب ذیل اخباری بیان جاری کیا۔

۱۔ چین کے جارحانہ حملہ کی مذمت اور اہل ملک بالخصوص مسلمانوں کی ذمہ داریوں کے سلسلے میں مولانا ابواللیث صاحب امیر جماعت اسلامی ہند نے جو بیان دیا تھا۔ اسے مجلس بروقت اور مناسب خیال کرتی ہے۔

مجلس کی رائے میں امیر جماعت کا یہ فیصلہ بھی ضروری تھا کہ جماعت کے جو حلقہ وار و منطقہ وار اجتماعات ملک کے مختلف حصوں میں نومبر و دسمبر ۶۲ء کے مہینوں میں حسب معمول ہونے والے تھے۔ ان کو سر دست ملتوی کر دیا جائے تاکہ پبلک بالعموم اور ہمارے رفقار بالخصوص اپنی توجہات ان ذمہ داریوں کی طرف مبذول کر سکیں جو اس نازک صورت حال میں اُن پر عائد ہوتی ہیں۔

جارحیت کی مذمت

(۲) چین کا حملہ ایک کھلی ہوئی جارحیت ہے جس کی ہر انصاف پسند شخص کو مذمت کرنی چاہیئے اور مجلس کو اس بات پر خاص طور سے نہایت افسوس ہے کہ ہندوستان سرحدی جھگڑوں کو بات چیت کے ذریعے طے کرنے کی جو پیہم کوشش کرتا رہا ہے، چین نے اس کی کوئی قدر نہیں کی اور ہندوستان کی امن پسندی سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑے پیمانے پر حملہ کر دیا۔ جس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں قرار دیا جا سکتا کہ وہ جھگڑوں کو طاقت کے ذریعہ حل کرنا چاہتا ہے۔

۳۔ مجلس کو اس پر اطمینان ہوا کہ حکومت اس جارحیت کا مقابلہ کرنے اور اپنے غصب شدہ علاقوں کو ہر قیمت پر واپس لینے کے لیے پوری طرح آمادہ ہے اور اس کے لیے ہر طرح کی ضروری کارروائیاں عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ مجلس کے نزدیک اس کام میں حکومت کی مدد کرنا ہر ہندوستانی کا ایک ضروری فریضہ ہے اور مجلس کو یہ یقین ہے کہ جہاں تک مسلمانانِ ہند کا تعلق ہے وہ بھی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ کیونکہ ملک کا ایک جزو ہونے کے علاوہ مسلمانوں کے لیے اس معاملے کا ایک خاص قابل لحاظ پہلو یہ بھی ہے کہ چین جارح ہونے کے ساتھ ایک ایسے نظام کا علمبردار بھی ہے جس میں جمہوریت اور اخلاقی و روحانی اقدار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے انھیں اپنی

سرحدوں پر چینی پیش قدمی کو خاص طور سے ایک بہت بڑا خطرہ سمجھنا چاہیئے۔

اخلاقی اوصاف پیدا کیجیئے

۴۔ مجلس کو اس بات پر یقین ہے کہ کسی بھی حملہ کی مدافعت کے لیے صرف مادی وسائل و ذرائع کافی نہیں ہوتے بلکہ ان سے کہیں زیادہ ضرورت ہمت، پامردی، صبر و استقلال اتفاق و یک جہتی، جذبہ اور لگن وغیرہ جیسے اخلاقی اوصاف کی ہوتی ہے۔ جہاں تک مادی وسائل و ذرائع کا تعلق ہے اگرچہ ہمارا احساس یہ ہے کہ چین جیسے طاقت ور ملک کے حملوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جن تیاریوں کی ضرورت تھی غالباً چین کے ساتھ دوستی برقرار رکھنے کی خواہش یا اس کے صحیح عزائم کا بروقت اندازہ نہ کرنے کی بنا پر وہ پوری طرح انجام نہیں پا سکی مگر اب جبکہ اس کی تلافی کا حکومت تہیہ کر چکی ہے تو اس طرف سے اطمینان کیا جا سکتا ہے کہ جلد ہی یہ کمی پوری ہو سکے گی لیکن جہاں تک اس دوسری ضرورت کا تعلق ہے، مجلس کو افسوس ہے کہ پہلے بھی اس کے سلسلے میں بہت زیادہ غفلت سے کام لیا گیا ہے اور اب بھی اس کے پورا کرنے کی طرف کوئی خاص توجہ مبذول نہیں کی جا رہی ہے۔

ڈیفنس آف انڈیا کا نفاذ موجودہ صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے خواہ کتنا ہی ضروری کیوں نہ ہو توقع نہیں کی جا سکتی کہ تنہا اس سے ان خرابیوں کی روک تھام کی جا سکتی ہے جو غیر معمولی حالات میں عموماً ابھر کر آتی ہے اور نہ اس سے قوم میں وہ جذبات ابھر سکتے ہیں جو جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ اس لیے مجلس اپنا فرض سمجھتی ہے کہ اس موقع پر اس دوسری ضرورت کی طرف حکومت اور قوم کی توجہات کو خاص طور سے مبذول کرائے اور جو جماعتیں اور افراد اخلاقی اصلاح اور تعمیر سیرت کے کاموں میں پہلے ہی سے حصہ لے رہے ہیں مجلس ان سے اس نازک موقع پر اپنی کوششوں

کو تیز تر کر دینے اور اس مقصد کے لیے ایک دوسرے سے زیادہ سے زیادہ اشتراک و تعاون کرنے کی اپیل کرتی ہے۔

رفقائے جماعت کو ہدایات

۵۔ رفقائے جماعت کے لیے مجلس حسب ذیل باتیں طے کرتی ہے:

ا: یہ صورت حال افسوس ناک ہے کہ ملک کا تجارت پیشہ طبقہ کسی بڑی مصیبت کے وقت بھی ناجائز نفع اندوزی کے جذبے کو قابو میں نہیں رکھ پاتا، اور بڑی آسانی سے اس سے بے جا فائدہ اٹھانے کے درپے ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر ایسے لوگوں سے انفرادی یا بشکل وفود ملاقاتیں کر کے انھیں اس ناجائز حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے۔

ب: حق و انصاف کو ملحوظ نہ رکھنے کی بنا پر آئے دن محنت کش طبقہ اور کارخانہ داروں کے درمیان کش مکش ہوتی رہتی ہے جس کا پیداوار اور قومی آمدنی پر نہایت تباہ کن اثر پڑتا ہے اور ظاہر ہے کہ موجودہ حالات میں جبکہ ملک ہر طرح کی پیداوار کا بہت زیادہ ضرورت مند ہے، اس طرح کی کشمکش کا پیدا ہونا کہیں زیادہ تباہ کن ہو سکتا ہے اس لیے ہمارے رفقاء کو چاہیے کہ اس طرح کی کش مکش اور بے اطمینانی کی صورتیں نہ پیدا ہونے دیں۔

(ج) کسی غیر معمولی صورت حال پیدا ہو جانے پر بے بنیاد افواہیں بھی پھیلنا شروع ہو جاتی ہیں جن کے نہایت سنگین نتائج بر آمد ہوتے ہیں۔ ہمارے رفقاء کو اس کی روک تھام کی طرف بھی پوری توجہ کرنی چاہیے۔

(د) ملک کے تحفظ و دفاع کے لیے حکومت اپنے وسائل کے علاوہ پوری قوم کے مالی تعاون کی بھی ضرورت مند ہے۔ اس لیے اس میں حتی الوسع ہر شخص کو ہاتھ بٹانا چاہیے۔ اس وقت مختلف جماعتوں اور اداروں کی طرف سے دفاعی اغراض

کے لیے الگ الگ چندے اکٹھا کیے جا رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ رفقاء اس ضمن میں جو مالی تعاون کریں اسے براہ راست حکومت کے قائم کردہ مقامی فنڈوں میں جمع کریں۔

ھ ۔ شہری امن وامان کے قیام اور وقتی حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ملک میں حکومت اور پبلک کی طرف سے مختلف طرح کی کمیٹیاں قائم کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ قائم بھی ہو رہی ہیں۔ اس طرح کی کمیٹیوں میں بھی ہمارے رفقاء حصہ لے کر اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کریں۔

و ۔ ملک اس وقت جس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے انسانی تدبیریں اس وقت تک بیکار ہیں جب تک خدائے قادر مطلق کی مدد ہمارے شامل حال نہ ہو۔ اس لیے تدابیر کے ساتھ ساتھ خدا سے اپنا تعلق جوڑنا بھی نہایت ضروری ہے۔ رفقاء خود بھی اس کی طرف توجہ کریں اور دوسروں کو بھی توجہ دلائیں۔

ز ۔ مذکورہ بالا امور کی انجام دہی کے لیے دوسری جماعتوں کے ساتھ اشتراک انفرادی واجتماعی ملاقاتیں اور حسب ضرورت چھوٹے بڑے اجتماعات بھی منعقد کیے جا سکتے ہیں۔

(شائع شدہ زندگی، دسمبر ۱۹۶۲ء)

مجلس شوریٰ

منعقدہ اپریل ۶۳ء

الحمد للہ کہ جماعت اسلامی ہند کی مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس ۱۹ اپریل ۶۳ء مطابق ذوقعدہ ۸۲ھ بعد نماز جمعہ مرکز جماعت اسلامی ہند واقع سوئی والان دہلی میں زیر صدارت مولانا ابواللیث صاحب ندوی اصلاحی منعقد ہوا۔ ارکان شوریٰ میں سے حسب ذیل افراد نے شرکت کی :

۱۔ جناب کے سی عبداللہ صاحب (کیرلہ) ۲۔ مولانا شمس پیرزادہ صاحب (بمبئی) ۳۔ جناب انعام الرحمٰن خاں صاحب (بھوپال)، ۴۔ مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی (گورکھپور) ۵۔ مولانا حامد علی صاحب (بریلی) ۶۔ جناب محمد یوسف صاحب صدیقی (ٹونک)، ۷۔ جناب انیس الدین احمد صاحب (چھترپور) ۸۔ جناب محمد عبدالحی صاحب ۹۔ جناب افضل حسین صاحب (رام پور) ۱۰۔ جناب محمد مسلم صاحب۔ ۱۱۔ جناب سید حامد حسین صاحب اور ۱۲۔ محمد یوسف۔ قیم جماعت (دہلی)، مولانا محمد عزیر صاحب (آگرہ)، مولانا صدرالدین صاحب (رام پور) اور

جناب وحیدالدین خاں صاحب اپنی مختلف معذوریوں کی وجہ سے شریک اجلاس نہ ہو سکے۔

گزشتہ اجلاس شوریٰ کی روداد کی خواندگی کے بعد مرکزی سالانہ رپورٹ اور مرکزی شعبہ جات کے حسابات مع رپورٹ آڈیٹر اجلاس میں پیش کی گئیں اور ان کو منظور کیا گیا۔

اجلاس میں ملک کے موجودہ حالات کا بھی جائزہ لیا گیا اور اور غور وفکر کے بعد اتفاق رائے سے ذیل کی قرارداد منظور کی گئی:

۱۔ مجلس شوریٰ نے چینی جارحیت اور اس سے پیدا شدہ حالات کا جائزہ لیا۔ مجلس کو اس بات پر اطمینان ہوا کہ اہل ملک اور ارباب حکومت نے چینی جارحیت کی سنگینی کو محسوس کیا اور پورا ملک اس مسئلہ سے نمٹنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ مسلمانان ہند نے اس مسئلے کے سلسلے میں جس سرگرمی کا اظہار کیا اور جماعت اسلامی کے متوسلین نے اس معاملے میں جو کچھ کیا اس پر مجلس اطمینان کا اظہار کرتی ہے۔

اس اطمینان کے ساتھ مجلس شوریٰ اس بات کو تشویش کی نظر سے دیکھتی ہے کہ موجودہ نازک حالات میں جبکہ ملک کی آزادی کو خطرہ درپیش ہے ملک کے عوام وخواص نے عام طور پر متوقع اخلاقی بلندی کا ثبوت نہیں دیا اس کے برعکس چوربازاری، نفع اندوزی، عام اشیاء خصوصاً غذاؤں اور دواؤں میں آمیزش، آپس کی بے اعتمادی وبدگمانی، سیاسی اکھیڑ پچھاڑ اور اخلاقی پستی میں کوئی قابل ذکر کمی نہیں ہوئی۔ مجلسِ شوریٰ محسوس کرتی ہے کہ یہ چیزیں بیرونی حملے سے کم خطرناک نہیں ہیں اور بیرونی حملے کی صورت میں ان کی خطرناکی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

مجلس شوریٰ ملک کے تمام ہوش منداور دردمند اصحاب سے اپیل کرتی ہے

کہ وہ ان خرابیوں کے ازالے کی طرف خصوصی توجہ کریں۔ مجلس شوریٰ خیال کرتی ہے کہ اس سلسلے میں مسلمانان ہند کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے کیونکہ ان کے پاس اسلام کی صورت میں تعمیر سیرت کا وہ بہترین پروگرام ہے جس کے مطابق زندگی کو سنوارنا اور جس سے اہل ملک کو متعارف کرانا ان کی دینی ذمہ داری بھی ہے۔

مجلس شوریٰ جماعت کے ارکان اور متفقین سے توقع رکھتی ہے کہ وہ اس اہم ترین مسئلے کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری کو پوری طرح محسوس کریں گے اور خدا پرستی اور اخلاقی اقدار کو ملک میں زیادہ سے زیادہ فروغ دینے کی کوشش کریں گے کہ اس طرح اہل ملک کا کردار بلند اور مستحکم ہو سکے گا اور کسی بیرونی خطرے کا پامردی سے مقابلہ کیا جا سکے گا۔

● گزشتہ دنوں پارلیمنٹ میں وزیر قانون نے جو رپورٹ پیش کی تھی اس میں اس بات کا ذکر تھا کہ مسلمانوں کے پرسنل لا میں اصلاحات کے لیے کسی کمیشن کا تقرر مرکزی حکومت کے پیش نظر ہے۔ چنانچہ مجلس نے مرکزی وزارت قانون کے اس اعلان پر تشویش اور تعجب کا اظہار کیا اور ذیل کی قرارداد بالاتفاق منظور کی۔

مرکزی وزارت قانون نے مسلم پرسنل لا میں اصلاحات کے لیے ایک کمیشن کے تقرر کا اعلان کیا ہے۔ مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند مسلم پرسنل لا میں اصلاحات کے لیے کسی کمیشن کے تقرر کو مندرجہ ذیل اسباب کی بنا پر غلط اور خطرناک قرار دیتی ہے۔

۱۔ مسلمانوں کا پرسنل لا، ان کے دین و شریعت کا ایک اہم جزو ہے اس لیے اس میں مداخلت کا ارادہ کرنا غلط نتائج کا موجب ہوگا۔

۲۔ بعض مسلمان ملکوں میں جہاں شرعی آداب و حدود کا کسی نہ کسی حد تک لحاظ رکھا جانا ممکن ہے۔ مسلم پرسنل لا کے اندر جو اصلاحات تجویز کی گئی

ہیں وہ ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ انھیں بطور مثال سامنے رکھا جاسکے۔ یہ نام نہاد اصلاحات کسی درجہ میں بھی مفید ہونے کی بجائے وہاں کے اربابِ اقتدار اور عام آبادی میں کش مکش اور انتشار کا موجب بن گئی ہیں اس لیے وہاں کے کسی اقدام کی نقل میں ہندوستان میں ایسا کوئی قدم اٹھانا تدبر اور ہوش مندی کے خلاف ہے۔

ان اسباب کی بنا پر مجلس شوریٰ حکومت ہند سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ مسلم پرسنل لا میں ترمیم کے لیے کمیشن کی تجویز واپس لے لے۔ مجلس شوریٰ ہندوستان کی تمام مسلم جماعتوں سے بھی اپیل کرتی ہے کہ وہ حکومت کو اس کے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔

مجلس شوریٰ کو یہ بھی احساس ہے کہ اسلام کے معاشرتی قوانین کی حکمتوں اور مصلحتوں سے ناواقفیت اور کچھ مسلمانوں کا غیر شرعی طرزِ عمل بھی اس طرح کی تجویزوں کا اصل محرک بنتا ہے۔ اس لیے مجلسِ شوریٰ اس بات کی لشدت ضرورت محسوس کرتی ہے کہ ایک طرف اس بات کی کوشش کی جائے کہ لوگ اسلامی قوانین معاشرت کی حکمتوں کو صحیح طور سے سمجھ سکیں اور دوسری طرف مسلمانوں کی زندگی کو شریعت کا پابند بنانے کی کوشش کی جائے جو دوسروں کے لیے بھی نمونہ بن سکے۔

تعداد ازدواج پر پابندی عائد کرنے کی غرض سے مہاراشٹر اسمبلی میں جو بل ایک مسلمان ممبر اسمبلی کی جانب سے گزشتہ دنوں پیش کیا گیا تھا اس کا مجلس نے تفصیل سے مطالعہ کیا اور اس کے منظور ہو جانے کی صورت میں مسلمانوں کے معاشرے پر جو مضر اثرات مرتب ہو سکتے ہیں ان کا جائزہ لیا اور متفقہ طور پر ذیل کی قرارداد منظور کی۔

۳۔ تعدد ازدواج پر پابندی عائد کرنے کی غرض سے ایک بل مہاراشٹر اسمبلی میں پیش ہو چکا ہے اور بدقسمتی سے اس کو پیش کرنے والے ایک مسلمان ممبر ہی ہیں۔

اس بل کا مقصد ایک سے زائد شادی کرنے پر کلی امتناع عائد کرنا ہے جس کی خلاف ورزی کے لیے سات سال قید اور جرمانے کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ اس بل کے سلسلے میں سفارشات پیش کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے ایک کمیٹی بھی تشکیل دی گئی ہے۔

مجلس شوریٰ کی نظر میں مسلمانوں کے پرسنل لا میں تبدیلی کی یہ کوشش سخت خطرناک اور قابل احتجاج ہے۔ تعدد ازدواج کی اجازت جو قرآن نے دی ہے اس پر قانونی پابندیاں عائد کرنا صریحاً مداخلت فی الدین ہے خواہ اس کا ارتکاب سیکولر اسٹیٹ کرے یا مسلم اسٹیٹ اور خواہ اس کی تحریک کسی غیر مسلم کی طرف سے ہو یا مسلمان کی طرف سے، مجلس کی نظر میں اس کا ایک خطرناک پہلو یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ مسلمانوں کے پرسنل لا میں ترمیم کا دروازہ کھل گیا تو پوری شریعت اس کی زد میں آجائے گی اور مغرب زدہ طبقہ کو اپنی من مانی کرنے کا پورا موقع مل جائے گا۔ مجلس کا احساس یہ بھی ہے کہ اس طرح کے مسائل پر ایمرجنسی کے حالات میں غور کرنا اور احتجاج کو دعوت دینا حکمت اور دانش مندی کے سراسر خلاف ہے۔

ان قباحتوں کے پیش نظر مجلس مطالبہ کرتی ہے کہ مہاراشٹر میں پیش شدہ بل کو واپس لے لیا جائے اور جو کمیٹی اس کے لیے بنائی گئی ہے وہ اس بل کو رد کردے۔ مجلس شوریٰ مہاراشٹر اسمبلی کے ممبران، دینی جماعتوں اور مسلمانوں کے سربراہوں سے خاص طور سے اپیل کرتی ہے کہ وہ مداخلت فی الدین کی اس کوشش کے خلاف موثر آواز اٹھائیں۔

- اکتوبر ۶۲ء کے آخری ہفتہ میں امیر جماعت کی صدارت میں بعض قریبی ارکان شوریٰ کے اجلاس میں چینی جارحیت کے سلسلے میں جو قرارداد منظور ہوئی تھی اس کی بالاتفاق مجلس شوریٰ نے توثیق کی۔

- تنظیمی حلقوں پر نظر ثانی کا مسئلہ بھی زیر غور آیا۔ چنانچہ حلقوں کے رد و بدل کے سلسلے میں ارکان شوریٰ نے امیر محترم کو کچھ مشورے بھی دیئے۔ جن کو نوٹ کر لیا گیا ہے۔
- ارکان شوریٰ اور بعض ارکان کی تجاویز بھی زیر غور آئیں۔
- آخر میں مرکزی بجٹ بابت جون ۶۳ء تا مئی ۶۴ء زیر غور آیا اور اللہ پر توکل و اعتماد کرتے ہوئے اسے منظور کر لیا گیا۔ بجٹ کی متوقع آمدنی ۔/۶۳,۵۰۰ اور متوقع خرچ ۔/۷۹,۲۰۰ ہے۔ اس طرح خسارہ ۔/۱۵,۷۰۰ ہوتا ہے جس کو رفقاءِ جماعت سے قرض لے کر پورا کیا جائے گا۔

اس کے بعد دعا پر اجلاس کی کارروائی ختم ہوئی۔

محمد یوسف قیم جماعت اسلامی

(شائع شدہ زندگی جون ۶۳ء)

مجلس شوریٰ

منعقدہ ۶ر ستمبر تا ۱۰ر ستمبر ۱۹۶۳ء

۶ر ستمبر ۱۹۶۳ء کو بعد نماز جمعہ مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی ندوی امیر جماعت اسلامی ہند کی صدارت میں جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ کا اجلاس شروع ہوا۔ جناب کے، سی عبداللہ صاحب، جناب شمس پیرزادہ صاحب، مولانا نظام الدین صاحب، جناب انعام الرحمٰن خاں صاحب، جناب محمد مسلم صاحب، مولانا محمد عزیر صاحب جناب انیس الدین احمد صاحب، جناب افضل حسین صاحب، جناب محمد شفیع صاحب مونس۔ مولانا صدرالدین صاحب، جناب محمد یوسف صاحب صدیقی، جناب سید حامد علی صاحب، جناب سید حامد حسین صاحب اور محمد یوسف قیم جماعت شریک اجلاس تھے۔ جناب محمد عبدالحی صاحب کچھ تاخیر سے پہنچے اور اگلے روز صبح کی نشست سے شریک اجلاس ہو سکے۔

اجلاس کا آغاز مولانا محمد عزیر صاحب کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ ایجنڈے کی خاص دفعات جماعت اسلامی کے کچھ اندرونی معاملات ومسائل سے

متعلق تھیں جن میں دستور جماعت کے بارے میں بعض ترمیمات پر غور کرنا بھی شامل تھا۔ جس کی تجویز ایک رکن شوریٰ کی طرف سے پیش ہوئی تھی۔ ان امور و مسائل کے سلسلے میں فیصلے ہوئے۔ دستور کے سلسلے میں جو ترمیمات پیش ہوئیں ان سے مجلس نے اتفاق نہیں کیا۔

عام حالات و مسائل پر بھی کچھ غور و خوض کیا گیا۔ شوریٰ نے اہمیت کے ساتھ سہ لسانی فارمولے کے نفاذ سے پیدا شدہ صورت حال پر تفصیل سے غور کیا، اور حسب ذیل قرارداد منظور کی۔

سہ لسانی فارمولا

ملک کی مختلف ریاستوں کے نصاب تعلیم اور درسیات کے ذریعہ جس طرح مسلمان بچوں کے دل و دماغ مسموم کیے جا رہے تھے، یہی چیز کیا کم ہولناک تھی کہ اب بعض ریاستوں خصوصاً یوپی میں سہ لسانی فارمولا جس شکل میں نافذ کیا جا رہا ہے اس کا عملی نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان بچے سرکاری اسکولوں میں نہ صرف یہ کہ اردو کی تعلیم سے محروم رہیں گے بلکہ ان کو مجبوراً سنسکرت پڑھنا پڑے گی اور اس طرح وہ اپنی اس زبان ہی سے دور نہیں ہو جائیں گے جس میں ان کا تہذیبی سرمایہ ہے بلکہ سنسکرت زبان کے ذریعہ ان کے دل و دماغ میں مثبت طور پر وہ عقائد و خیالات داخل ہوں گے جو اسلام کے منافی ہیں۔

مجلس شوریٰ اس صورت حال کو سخت تشویش کی نظر سے دیکھتی ہے، اس کی مذمت کرتی ہے اور حکومت سے پُر زور مطالبہ کرتی ہے کہ جو بچے اردو پڑھنا چاہتے ہیں ان کے لیے اردو تعلیم کا بندوبست کیا جائے اور ایسی صورت حال نہ پیدا کی جائے جس میں وہ اردو کے بجائے سنسکرت پڑھنے پر مجبور ہو جائیں۔

مجلسِ شوریٰ ملت کو بھی اس خطرے سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتی ہے اور ملت کی تمام جماعتوں سے اور تمام دردمند اصحاب سے اپیل کرتی ہے کہ مذکورہ اسکیم کی خطرناکی کو محسوس

کریں اور اپنی آئندہ نسل کے دین وایمان کو اس خطرے سے بچانے کے لیے مل جل کر ایک لائحہ عمل طے کریں اور باہمی اشتراک وتعاون سے اسے زیرِ عمل لائیں۔

مزید طے کیا گیا کہ سہ لسانی فارمولے کا نفاذ جس شکل میں مختلف ریاستوں بالخصوص یوپی میں کیا جا رہا ہے اس سے نہ صرف اُردو زبان بلکہ اسلامی تہذیب کے لیے مزید خطرات پیدا ہو گئے ہیں اس لیے اس مسئلے کو پوری اہمیت کے ساتھ سامنے رکھ کر ایسی تدابیر اختیار کی جانی چاہییں جن سے ان خطرات کا انسداد ہو سکے۔ اس مقصد کے لیے رائے عامہ کو بیدار کیا جائے اور مختلف افراد اور جماعتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اشتراک وتعاون کی دعوت دی جائے اور ان کے ساتھ ممکنہ تعاون کیا جائے۔

مساجد کی واگذاری

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جو مساجد غیر مسلموں کے قبضے میں ہیں ان کا معاملہ زیرِ غور آیا۔ متفقہ طور پر طے پایا کہ رفقاء کو متوجہ کیا جائے کہ ان کے علاقوں میں جو مسجدیں غیر مسلموں کے قبضے میں ہوں ان کو واگذار اور آباد کرانے کی کوشش کریں اور اس کے لیے حسب ضرورت مناسب تدابیر اختیار کریں اور اس سلسلے میں حتی الوسع غیر مسلموں، حکام اور مسلمانوں کے دیگر افراد اور جماعتوں کا تعاون حاصل کیا جائے۔ اس سلسلے میں جو کچھ کیا جائے اور جو نتائج برآمد ہوں ان سے مرکز کو بھی برابر مطلع کیا جاتا رہے۔

مجلس نے مالیگاؤں کے فسادات پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور مظلومین کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا اور طے کیا گیا کہ مزید حالات معلوم کرنے کے لیے سید حامد حسین صاحب معاون قیم جماعت کو مرکز کی طرف سے بھیجا جائے اور وہ تحقیقات کے بعد اپنی رپورٹ مرکز کے سامنے پیش کریں۔ یہ بھی طے ہوا کہ ضرورت ہو تو ریلیف کا کام بھی کیا جائے۔

- مسلم پرسنل لا، کا مسئلہ سامنے آیا، تفصیلی گفتگو کے بعد طے پایا کہ:

محمڈن لا میں اصلاحات کرانے کے لیے جماعت اسلامی کو الگ سے کوئی جدوجہد

کرنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ جماعتی طور سے اس بات کی کوشش کی جانی چاہیئے کہ دیگر جماعتیں اور ادارے جو اس سلسلے میں کچھ کرنا چاہتے ہیں ان کے درمیان حتی الوسع زیادہ سے زیادہ اشتراک وتعاون پیدا ہو سکے اور ان کوششوں کے بہتر اور قابل اطمینان نتائج برآمد ہو سکیں۔

۱۰ ستمبر کو مغرب کے قریب دعا پر اجلاس کی کارروائی ختم ہوئی۔

محمد یوسف، قیم جماعت اسلامی ہند

(شائع شدہ، زندگی نومبر ۶۳ء)

———— —— ❦ ————

مجلس شوریٰ

منعقدہ ۱۵ر مئی تا ۲۱ر مئی ۱۹۶۴ء

الحمدللہ کہ مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس مرکز جماعت واقع دہلی میں زیرِ صدارت مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی ندوی بتاریخ ۱۵ر مئی ۶۴ء بعد نماز جمعہ ۳ بجے سہ پہر سے شروع ہوکر ۲۱ر مئی ۶۴ء کو رات کے آخری حصے میں بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ حسب ذیل ارکان شوریٰ نے اجلاس میں شرکت فرمائی۔

۱۔ جناب کے، سی عبداللہ صاحب (کیرلا) ۲۔ مولانا شمس پیرزادہ صاحب (بمبئی) ۳۔ جناب عبدالرزاق صاحب لطیفی (حیدرآباد) ۴۔ مولانا نظام الدین صاحب (بھوپال) ۵۔ جناب انیس الدین احمد صاحب (بہار) ۶۔ جناب محمد عبدالحی صاحب (رام پور) ۷۔ جناب محمد نجات اللہ صاحب صدیقی (علی گڈھ) ۸۔ جناب محمد شفیع مونس صاحب (میرٹھ) ۹۔ مولانا سید حامد علی صاحب (میرٹھ) ۱۰۔ مولانا سید احمد عروج قادری صاحب (مرکز رام پور) ۱۱۔ جناب افضل حسین صاحب (مرکز رام پور) ۱۲۔ جناب محمد مسلم صاحب (مرکز دہلی) ۱۳۔ جناب سید حامد حسین صاحب (مرکز دہلی) ۱۴۔ محمد یوسف، قیم جماعت۔

مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی (مرکز رام پور) اپنی خانگی مجبوریوں کی وجہ سے شریک اجلاس نہ ہو سکے۔

اجلاس کا افتتاح تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ اس کے بعد امیر جماعت نے اجلاس کا باقاعدہ افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:

● مجلس شوریٰ کا یہ اجتماع ہماری نئی میقات کا پہلا باقاعدہ اجتماع ہے جو اس وقت معمول کے مطابق بطور سالانہ اجتماع کے منعقد ہو رہا ہے لیکن دو خاص باتیں ایسی ہیں جن کی بنا پر اس اجتماع کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔

پہلی بات وہ حالات ہیں جن کے اندر یہ منعقد ہو رہا ہے۔ آپ سب حضرات اس سے واقف ہیں کہ پچھلے دنوں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں نہایت سخت اور ہولناک فسادات ہوئے ہیں جن میں مسلمانوں کو عظیم جانی و مالی نقصانات سے دوچار ہونا پڑا ہے اس صورت حال کا یہ اولین تقاضا ہے کہ اس موقع پر ہم اپنے تباہ حال اور مظلوم بھائیوں کو مدد پہنچانے کے لیے آگے بڑھیں۔ چنانچہ بہت پہلے جماعت کی طرف سے ریلیف کا کام شروع کیا جا چکا ہے اور ہمارے بس میں جو کچھ ہے اس کے مطابق یہ خدمت انجام دی جا رہی ہے لیکن اس وقت مسئلہ صرف ریلیف پہنچانے ہی کا نہیں ہے بلکہ اس سے اہم اور مشکل مسئلہ یہ ہے کہ ان فسادات نے ہندوستان کے عام مسلمانوں اور بالخصوص فساد زدہ علاقوں کے مسلمانوں کے دماغ پر جو اثرات ڈالے ہیں ان کا کس طرح ازالہ کیا جائے۔ مسلمان عام طور سے خوف و ہراس میں مبتلا ہیں اور مستقبل کی طرف سے وہ کچھ مایوس ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر جلد ان کو ان کیفیات سے نجات نہ دلائی گئی تو اس کا نتیجہ ناگزیر طور سے چند شکلوں میں نمودار ہوگا۔ بہت سے لوگ ہندوستان چھوڑ کر کہیں اور جانے کی فکر میں لگ جائیں گے۔ چنانچہ لوگ پاکستان جا بھی رہے ہیں، کچھ لوگ جو اپنی مجبوریوں کی وجہ سے کہیں جا نہیں جا سکتے ہیں اور دین سے

ان کا لگاؤ بھی برائے نام ہی ہے وہ حالات کی شدت سے گھبرا کر خدانخواستہ کفر و ارتداد کی راہ اختیار کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں یا ان پر یاس و اضمحلال کی ایسی کیفیت طاری ہو سکتی ہے کہ آئندہ وہ کچھ سوچنے اور کرنے کے قابل ہی نہ رہ جائیں۔ یہ صورت حال حد درجہ تشویش انگیز ہے جس پر ہمیں خود بھی سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے اور اس کی طرف ہمیں ملت کے دوسرے دردمندوں کو بھی متوجہ کرنا چاہیئے۔ اور مل جل کر اس کا کوئی حل یا مداوا تلاش کرنا چاہیئے۔ انسانیت، اخوت اسلامی دینی اور دعوتی مصالح۔ غرض گوناگوں پہلوؤں سے یہ ایک نہایت ضروری کام ہے۔

اس صورت حال کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ فسادات بجائے خود کوئی مرض نہیں ہیں بلکہ ان امراض کی علامات ہیں جو پورے ملک کے جسم میں، جس کا ایک حصہ مسلمان بھی ہیں سرایت کیے ہوئے ہیں اس لیے جب تک وہ امراض دور نہ ہوں، ہم یہ توقع نہیں کر سکتے کہ ان فسادات کا ملک سے خاتمہ ہو سکتا ہے، بنابریں ہمیں تباہ حال مسلمانوں کو صرف ریلیف پہنچانے یا ان کے موجودہ خوف و ہراس اور مستقبل کی طرف سے ان کی مایوسی یا بے اعتمادی کو دور کرنے کے لیے کچھ وقتی تجویزیں طے کر لینے ہی پر اکتفا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ان امراض کے ازالے کے لیے نہ صرف مسلمانوں بلکہ ان غیر مسلموں کے اشتراک و تعاون سے بھی جن کو اس مقصد سے دل چسپی ہو سکتی ہے ان کا کوئی مستقل حل اور مداوا سوچنا چاہیئے اور اس ضمن میں اب تک ہم نے خود جو کچھ سوچا ہے اور طے کیا ہے اس کو زیادہ مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ روبہ عمل لانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

مولانا نے اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا کہ یہ وقت ہندوستان کی تاریخ میں ایک نہایت نازک وقت ہے۔ ملک کی سب سے بڑی اور بااقتدار پارٹی جو ایک عرصہ سے زوال کا شکار ہو چکی ہے، اب رفتہ رفتہ اس

مقام پر پہنچ گئی ہے کہ اس کے نتیجے میں یہاں کے حالات میں تغیرات کا رونما ہونا ناگزیر ہے۔ اس لیے غور و فکر کے وقت متوقع حالات و امکانات کو بھی ہمیں پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

مولانا نے اس اجتماع کی اہمیت کی دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں اس اجلاس میں اپنی نئی میقات کے لیے پالیسی اور پروگرام بھی طے کرنا ہے جو ایک نہایت نازک ذمہ داری ہے۔ کیوں کہ درحقیقت ہم یہ طے کرنے جا رہے ہیں کہ ان چار سالوں میں ہم اپنے مقصد کے حصول کے لیے کیا کریں گے اور جو لوگ جماعت سے وابستہ ہو چکے ہیں ان کے وقت اور صلاحیتوں کو کس طرح کام میں لائیں گے۔ ظاہر ہے اس معاملے میں ہماری ذراسی لغزش سے مقصد کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے اور ہم رفقاء کی قوتوں اور صلاحیتوں کو غلط رخ پر ڈالنے کے بھی مرتکب ہوں گے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ ہر چند ہمارے سامنے ایک طے شدہ پالیسی اور پروگرام موجود ہے جو اب تک رائج رہا ہے لیکن اس مدت میں حالات میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ پالیسی اور پروگرام طے کرتے وقت ان کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔ ساتھ ہی ہمیں اپنی چار سال کی کوششوں اور ان کے نتائج کو بھی سامنے رکھنا ہوگا۔ اس لیے ان کا جائزہ بھی ضروری ہے۔ غرض یہ اجتماع ایک مخصوص اہمیت کا حامل ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد اور رہنمائی فرمائے۔

آخر میں آپ نے ارکان شوریٰ کو توجہ دلائی کہ آئندہ پالیسی اور پروگرام کے بارے میں مختلف مجالس مشاورت اور ارکان جماعت کی طرف سے کچھ تجاویز بھی موصول ہوئی ہیں۔ کچھ طے کرنے سے پہلے ان کا مطالعہ کر لینا بھی ضروری ہے۔ ان سے ہمیں اپنے رفقاء کا ذہن سمجھنے میں مدد ملے گی اور کچھ نئی اور مفید باتیں بھی ہمارے

سامنے آئیں گی ۔

امیر جماعت کی افتتاحی تقریر کے بعد ایجنڈے کے مطابق گزشتہ شوریٰ کی روداد اور جماعت کی سالانہ رپورٹ قیم جماعت نے پڑھ کر سنائی ۔ رپورٹ کے ضمن میں متعدد ارکان نے کچھ تاثرات اور مشورے پیش کیے ۔ جو نوٹ کر لیے گئے ۔

نئی میقات کے لیے پالیسی

ایجنڈے کی اہم تر دفعہ اس میقات کے لیے پالیسی اور پروگرام طے کرنا تھا ۔ چنانچہ اس پر گفتگو کرنے سے پہلے تھوڑی دیر جماعت کے اندرونی حالات پر گفتگو کی گئی ۔ جس کے نتیجے میں یہ عام احساس سامنے آیا کہ ہمارا داخلی نظام پوری توجہ کا مستحق ہے اور ہمیں اس پر پوری توجہ دینی چاہیئے ۔

اس کے بعد پچھلی پالیسی پر دفعہ وار غور کیا گیا اور تفصیلی بات چیت کے بعد اس میں ضروری ترمیمات اور اضافے کیے گئے ۔ غور و بحث کے وقت ملکی اور جماعتی حالات کے ساتھ ان تجاویز اور مشوروں کو بھی سامنے رکھا گیا جو ارکانِ شوریٰ امرائے حلقہ جات ، حلقوں کی مجالس مشاورت اور ارکان جماعت کی طرف سے موصول ہوئی تھیں اور اس طرح نئی میقات کے لیے حسب ذیل پالیسی طے کی گئی ۔

جماعت اسلامی کی پالیسی

۱۔ ہماری دعوت کے مخاطب مسلم اور غیر مسلم دونوں ہی ہوں گے ۔ البتہ مسلم ملت ، دین کے ساتھ اپنے مخصوص لگاؤ کی بنا پر ہماری دعوت کی اولین مستحق ہو گی اور اس بنا پر ہماری زیادہ توجہ کی بھی ۔

۲۔ ہماری شرعی ذمہ داری کا تقاضا ہے کہ دعوت کا کام کسی تخصیص و امتیاز کے بغیر ہر طبقے کے لوگوں میں کیا جائے ۔ البتہ دعوتی کام انجام دیتے وقت ہر طبقے کے با اثر افراد کو خصوصیت سے پیش نظر رکھنا ہوگا اور چونکہ تحریک و دعوت کے لیے زیادہ

مفید و کارآمد وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو شر بیزار اور خیر پسند ہوں۔ اس لیے اس مقصد کے لیے ایسے ہی لوگوں کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرنا ہوگی۔

۳۔ ہمیں اپنا دعوتی کام اس ڈھنگ پر انجام دینا ہوگا کہ دعوت اپنے حقیقی محرک کے ساتھ صحیح شکل میں مخاطب کے ذہن نشین ہو جائے یعنی نجات اخروی کو زندگی کے اصل مسئلے کی حیثیت سے پیش کیا جائے اور نظام باطل کی بنیادوں پر تنقید کرتے ہوئے دعوت کے بنیادی نکات توحید، آخرت اور رسالت کو دل و دماغ میں راسخ کیا جائے۔ البتہ جس دین کی ہم دعوت دیتے ہیں، چونکہ وہ جس طرح رضائے الٰہی اور فلاح آخرت کا ضامن ہے۔ اسی طرح دنیوی مسائل کے موزوں حل کے لیے بہترین نظام زندگی بھی ہے۔ اس لیے دعوت پیش کرتے وقت حسب ضرورت اس کی اس حیثیت کو بھی نمایاں کیا جائے، بلکہ اگر مخاطب ایسے ہی لوگ ہوں جن کو ابتداً اس کے اس پہلو سے ہی دل چسپی ہو سکتی ہے تو دعوت کی ابتدا اس حیثیت سے بھی ہو سکتی ہے۔

۴۔ مسلمانوں میں دعوتی کام انجام دیتے وقت دعوت کے عملی تقاضوں کو بھی تفصیل و وضاحت کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت ہوگی تاکہ ان میں غیر اسلامی افکار و نظریات اور تحریکات سے اجتناب، اپنے ایک اصولی ملّت ہونے کا احساس، غیر اسلامی نظام زندگی سے بیزاری اور اسلامی نظام زندگی کے قیام کا جذبہ ابھر سکے۔

۵۔ غیر مسلموں میں دعوتی کام انجام دیتے وقت غیر اسلامی افکار و عقائد اور مروجہ نظاموں اور تحریکوں کا باطل ہونا اس طرح واضح کیا جائے گا کہ ان میں ان سے بیزاری پیدا ہو اور اسلامی عقائد و تعلیمات اور اخروی اور دنیوی ثمرات و برکات کو اس طرح پیش کیا جائے گا کہ اسلام کی طرف سے ان کی بدگمانیاں دور ہوں اور اس کے حق میں پسندیدگی اور قبول حق کا داعیہ پیدا ہو جائے۔

۶۔ بیرونِ ملک کے وہ مسائل جن پر اظہارِ خیال کرنا دین و انسانیت کا تقاضا ہو۔ مثلاً عالمی امن و امان، بنیادی انسانی حقوق، انسانی ہمدردی اور اخوت اسلامی وغیرہ ان پر حسب ضرورت بے لاگ اور منصفانہ اظہار خیال کیا جائے گا اور کسی عمومی مصیبت کے وقت عملی ہمدردی بھی کی جائے گی ۔

۷۔ اندرونِ ملک کے وہ مسائل جو اسلام اور ملت اسلامیہ کے مفادات پر قابل لحاظ اثرات ڈالتے ہوں، ان کے سلسلے میں بے لاگ اور منصفانہ اظہار خیال کیا جائے گا اور بوقت ضرورت رائے عامہ بھی ہموار کی جائے گی اور جو افراد یا جماعتیں ہمارے نقطۂ نظر کی تائید و حمایت کر سکتی ہوں ان سے اپنے اصولوں کے تحت اشتراک و تعاون بھی حاصل کیا جائے گا ۔

۸۔ ملک کے ایسے مسائل جو شخصی آزادی، آزادیٔ خیال و ضمیر، انسانی حقوق، مختلف گروہوں اور طبقوں کے باہمی تعلقات پر اچھا یا برا اثر ڈالتے ہوں یا اخلاق و معاشرت کے بناؤ بگاڑ، ملک کے امن و امان اور باشندگان ملک کی حقیقی فلاح و بہبود سے گہرا تعلق رکھتے ہوں۔ ان کے سلسلے میں بے لاگ و منصفانہ اظہار خیال کیا جائے گا اور اگر حالات متقاضی ہوں تو حسب استطاعت و ضرورت رائے عامہ بھی ہموار کی جائے گی اور دوسرے افراد اور جماعت سے اشتراک و تعاون بھی کیا جائے گا۔

۹۔ ازالۂ منکرات اور قیام معروف کے سلسلے میں حتی الوسع جدوجہد کی جائے گی اور اس ضمن میں ملک میں ہونے والی کوششوں کے ساتھ اشتراک و تعاون بھی کیا جائے گا ۔

۱۰۔ ہمارا یہ دینی فریضہ ہے کہ عام انسانوں سے مرحمت و مواساۃ کا رشتہ مضبوط تر کریں۔ اس لیے اس سلسلے میں انفرادی کوششوں کے ساتھ حسب استطاعت و گنجائش اجتماعی کوششیں بھی عمل میں لائی جائیں گی ۔

۱۱۔ مسلمانوں کے ضمن میں ان کی دینی تعلیم وتربیت اوران کی اخلاقی ومعاشرتی اصلاح نیز ان کے اندر اسلامی نظم واتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ ہندوستان میں وہ اسلام کی صحیح قولی وعملی شہادت دے سکیں۔

۱۲۔ جس دین کے ہم داعی ہیں اس کا یہ اولین تقاضا ہے نیز اس کا قیام اس پر موقوف ہے کہ اس کے داعیوں کی عملی زندگی زیادہ سے زیادہ اس کا نمونہ ہو۔ اس لیے ہمیں اپنی اصلاح وتربیت کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرنی ہوگی۔

میقاتی پروگرام

پالیسی کی دفعات ا تا ۵ کی روشنی میں دعوتی کام

مسلمانوں میں دعوتی کام

۱۔ اس میقات میں ایک لاکھ مسلمانوں کو جماعت کی دعوت سے متعارف کیا جائے گا۔ متعارف اس شخص کو سمجھا جائے گا جس کے بارے میں کارکن کو یہ اطمینان ہو جائے کہ اس نے جماعت کی دعوت کو ٹھیک طور سے سمجھ لیا ہے۔

۲۔ پچیس ہزار متفقین بنائے جائیں گے۔ متفق سے مراد وہ مسلمان ہے جس کے بارے میں کارکن کو یہ اطمینان ہو جائے کہ اس نے جماعت کی دعوت کو سمجھ کر اس سے اتفاق کر لیا ہے اور اس کے مطابق اس کی عملی زندگی میں تغیرات رونما ہونے لگے ہیں۔

۳۔ چار ہزار ہمدرد بنائے جائیں گے۔ ہمدرد اس شخص کو سمجھا جائے گا جو جماعت کے عقیدے اور نصب العین کو صحیح تسلیم کرتا ہو اور ان کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے پر بھی آمادہ ہو لیکن کسی وجہ سے وہ نظم جماعت میں شریک نہ ہو سکے۔

۴۔ خواتین میں دعوتی کام کی طرف مناسب توجہ کی جائے گی اور حسب موقع حلقہائے خواتین بھی قائم کیے جائیں گے۔

۵۔ مسلمانوں میں دعوت کے تعارف کے لیے مناسب لٹریچر کا اضافہ کیا جائے گا۔

غیر مسلمین میں دعوت

۱۔ اس میقات میں تیس ہزار غیر مسلموں سے دعوتی روابط قائم کیے جائیں گے۔

۲۔ اس میقات میں چھ ہزار افراد کو متعارف بنانے کی کوشش کی جائے گی۔
وہ غیر مسلم متعارف سمجھا جائے گا جس کے بارے میں کارکن کو یہ اطمینان ہو جائے کہ اس نے اسلام کی دعوت ٹھیک طور سے سمجھ لی ہے۔

۳۔ اسلام کے تعارف کے سلسلہ میں غیر مسلمین کے لیے مناسب لٹریچر کی فراہمی کی طرف خصوصی توجہ کی جائے گی۔ بالخصوص قرآن وسیرت اور منتخب احادیث کو علاقائی زبانوں میں منتقل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

نوٹ: اس میقات میں جو دعوتی لٹریچر تیار کرنا پیش نظر ہے اس کی فہرست بعد میں شائع کی جاسکے گی۔

۴۔ غیر مسلموں میں دعوت کے پیش نظر رسالہ 'کانتی' (ہندی) میں مناسب مضامین شائع کیے جائیں گے۔

۵۔ اس میقات میں سہ روزہ "دعوت، زندگی، اور کانتی" کی موجودہ تعداد اشاعت میں بالترتیب دس ہزار، ایک ہزار اور چھ سو کا اضافہ کیا جائے گا۔

۶۔ غیر مسلموں میں دعوتی کام کرنے کے سلسلے میں کارکنوں کو حسب ذیل موضوعات پر علمی تیاری کرنی چاہیئے:۔

۱۔ شرک وبت پرستی اور اس کا فلسفہ۔ ۲۔ آواگون، ۳۔ عقیدۂ اوتار ۴۔ ورن آشرم یعنی ذات پات کا سسٹم۔ ۵۔ وحدت ادیان۔ ۶۔ ویدانت اور سنیاس۔

۷۔ وہ اسلامی تعلیمات ومسائل جن کے سلسلے میں غیر مسلموں میں غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً جہاد وجزیہ، غلامی، پردہ، تعدد ازدواج، گوشت خوری وغیرہ۔

نوٹ: اس تیاری کے لیے مرکز کی طرف سے موزوں کتابوں کی نشاندہی

بھی کی جائے گی۔

پالیسی کی دفعہ ۶ میں درج مسائل کے ذیل میں حسب ضرورت مرکز کی طرف سے رہنمائی کی جاتی رہے گی۔ رفقائے جماعت اس کے تحت اور اس کی روشنی میں اظہار خیال کریں گے۔

پالیسی کی دفعہ ۷ کے ذیل میں خاص طور سے حسب ذیل مسائل پیش نظر رکھے جائیں گے۔

ا: فرقہ وارانہ جارحیت۔ ب۔ پرسنل لا۔ ج۔ موجودہ نظام تعلیم کی مضرتیں جو ملک کے بچوں اور نوجوانوں پر بالعموم اور مسلمان بچوں اور نوجوانوں پر بالخصوص اثر انداز ہو رہی ہیں۔

الف: فرقہ وارانہ جارحیت ــــــ جماعت نے ملک سے فرقہ پرستی کو ختم کرنے کو ایک اہم مسئلہ کی حیثیت سے روز اول ہی سے سامنے رکھا ہے اور اس سلسلے میں جو تدابیر اختیار کی جانی چاہییں ان کی نشاندہی اور ان کے مطابق عمل درآمد بھی وہ برابر کرتی رہی ہے۔ لیکن پچھلے دنوں ملک کے مختلف علاقوں میں جو فسادات رونما ہوئے ہیں ان سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ بدقسمتی سے فرقہ پرستی ختم ہونے کے بجائے جارحانہ شکل اختیار کر گئی ہے۔ جس سے ملت اسلامیہ کو عظیم جانی و مالی نقصانات اٹھانے پڑے ہیں۔ ساتھ ہی اس سے ملک کی سلامتی و استحکام اور لا اینڈ آرڈر کو بھی سخت ترین خطرہ پیش آگیا ہے اس لیے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس مسئلے کو اور زیادہ اہمیت کے ساتھ سامنے رکھا جائے۔ اس لیے جو تدبیریں اب تک اختیار کی جاتی رہی ہیں ان کے ساتھ حسب ذیل تدبیریں بھی اختیار کی جائیں گی۔

۱۔ فرقہ وارانہ صورت حال کے اعتبار سے ملک جس ہلاکت کی طرف جا رہا ہے

اس سے باشندگان ملک کی غفلت اور بے توجہی کا ایک بڑا سبب حالات و واقعات سے بے خبری ہے ۔ اس صحیح حالات و واقعات کو ملک کے سامنے لایا جائے ۔

۲۔ اکثریت کے امن پسند افراد کو شر پسند اور ملک کے فسادی عناصر کے خلاف کھڑے ہونے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ کیا جائے ۔

۳۔ اس سلسلے میں ایڈمنسٹریشن پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور پھر ان کے سلسلے میں اس سے جو کوتاہیاں ہو رہی ہیں ان کی طرف اسے مؤثر انداز میں توجہ دلائی جائے ۔

۴۔ مسلمانوں میں صبر و استقامت اور اعتماد و توکل علی اللہ کے جذبات پیدا کرنے کے ساتھ ان کو یہ احساس دلایا جائے کہ حملوں کے وقت مایوسی اور گھبراہٹ کا شکار نہ ہوں بلکہ صورت حال کا جرأت اور پامردی کے ساتھ مقابلہ کریں اور اپنی محافظت اور مدافعت کے لیے وہ تمام تدبیریں بروئے کار لائیں جو نہ شرعاً اور اخلاقاً غلط ہوں اور نہ مروّجہ قانون کے خلاف ۔ اور اس سلسلے میں سماج کے دیگر امن پسند عناصر کا تعاون بھی حاصل کریں ۔

ب : پرسنل لا : پرسنل لا کے تحفظ کے سلسلے میں مسلمانوں پر ان کی ذمہ داریاں واضح کی جائیں گی اور اگر کوئی ایسی قانون سازی کی جا رہی ہو جو پرسنل لا پر اثر انداز ہو تو بروقت احتجاج کیا جائے گا ۔

ج : بشمول دفعہ ۱۱ کے تحت یہ پروگرام ہوگا ــــ ۱۔ محکمۂ تعلیم کی طرف سے منظور یا شائع شدہ کتابوں کے ان مضامین کو جن کے ذریعہ ایک مخصوص دھرم اور عقائد و تصورات کی تبلیغ کی جا رہی ہے یا جو اسلامی اصول اور عقائد کے خلاف ہیں یا ہوں ، یا جو مسلمانوں کے مذہبی جذبات و احساسات کو مجروح کرتے ہیں یا کرتے ہوں ان کو نصاب اور درسیات سے خارج کرانے کی مؤثر جدوجہد کی جائے گی ۔

۲۔ مسلمانوں کو آمادہ کیا جائے گا کہ وہ اپنے بچوں اور بچیوں کے لیے آزاد پرائمری مکاتب قائم کریں۔

۳۔ مسلمانوں کے آزاد پرائمری مکاتب میں تعلیم پانے والے طلبا کو جبری تعلیم سے مستثنیٰ کرانے کی کوشش کی جائے گی۔

۴۔ سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم پانے والے طلبا، کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے صباحی و شبینہ مکاتب قائم کرنے کے لیے مسلمانوں کو آمادہ کیا جائے گا۔

۵۔ جو افراد، ادارے یا جماعتیں اس سلسلے میں کام کر رہی ہیں ان سے اشتراک و تعاون کیا جائے گا۔

• پالیسی کی دفعہ ۸ میں شخصی اور اجتماعی آزادیٔ خیال کے ذیل میں ان کوششوں کی مذمت کرنا جن کے نتیجے میں کلیت پسندی اور آمریت کے رجحانات فروغ پا سکیں اور کلیت پسندی اور آمریت کے مقابلے میں ان کوششوں کی تائید کرنا بھی شامل ہے جن سے ملک میں جمہوریت کو فروغ حاصل ہو۔

موجودہ چھوت چھات اور معاشرتی عدم مساوات، فرقہ پرستی، نسل پرستی لسانی تعصبات، طبقہ واری کش مکش، رقص وسرود، فحاشی و عریانی اور برتھ کنٹرول کی مہم کی مذمت بھی اسی دفعہ کے دائرے میں داخل ہے۔

ملک میں جس معاشی نظام کے قیام کی کوششیں ہو رہی ہیں وہ اگرچہ اس لحاظ سے یک رُخا نظام ہے کہ اس میں انسان کی مادی ضرورتوں ہی کو بطور اصل کے سامنے رکھا گیا ہے دراں حالیکہ ملک کی حقیقی فلاح وبہبود ایک ایسے نظام کے قیام میں مضمر ہے جو معاشی ترقی کے ساتھ اخلاقی بہتری اور اخروی فلاح کا بھی ضامن ہو لیکن حکومت کی ایسی ترقیاتی اسکیموں یا ان کے اجزا کی جو شرعی اور اخلاقی قباحتوں سے پاک ہوں، تائید کی جائے گی۔

● پالیسی کی دفعہ ۹ میں شراب نوشی اور فحش لٹریچر کی اشاعت کی روک تھام کی کوششیں خاص طور سے مراد ہیں۔

پالیسی کی دفعہ ۱۱

۱۔ مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کے ضمن میں خصوصیت کے ساتھ حسب ذیل خرابیوں کی طرف توجہ کی جائے گی۔

ا: مسلمانوں میں معاشرتی اونچ نیچ۔

ب: بے پردگی اور غیر ساتر لباس۔

ج: شادی بیاہ اور دیگر مواقع سے متعلق غیر اسلامی اور مسرفانہ رسوم۔

۲۔ مسلمانوں کے اندر نظم و اتحاد پیدا کرنے کے لیے مذہبی جھگڑوں کی روک تھام کی جائے گی اور مختلف مکاتب فکر اور جماعتوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے کی کوشش کی جائے گی۔

پالیسی کی دفعہ ۱۲

مقاصد تربیت: تربیت کے مقاصد حسب ذیل ہوں گے:

۱۔ ایمانیات کی پختگی، خصوصاً وجود باری تعالیٰ اور توحید کا پختہ یقین، صفات الٰہی اور ان کے تقاضوں کا استحضار صحیح توازن کے ساتھ، زندگی بعد موت پر پختہ یقین آخرت کی جواب دہی اور دوزخ و جنت کے مناظر کا استحضار، اللہ کی رضا اور آخرت کی کامرانی واقعتاً زندگی کا حقیقی مقصود بن جائیں۔ ایمان بالرسول کی پختگی اور اس کے تقاضوں کا صحیح شعور، اسلام کے واحد دین حق ہونے پر کامل یقین، محبت خدا اور رسولؐ کا دلوں پر غلبہ۔

۲۔ انفرادی و اجتماعی کردار کی تعمیر اور اس بات کی کوشش کہ تقویٰ و احسان کی کیفیتیں پیدا ہوں۔

۳۔ داخلی نظم کا استحکام

۴۔ دعوتی کام کرنے کے لیے صلاحیت واستعداد اور عملی جذبے کی نشوونما۔

۵۔ علم دین میں اضافہ اور اسلامی فکر میں پختگی۔

ذرائع تربیت : مقاصدِ تربیت کے حصول کے لیے حسب ذیل ذرائع اختیار کیے جائیں گے۔

۱۔ قرآن پاک، سیرت اور صالح لٹریچر کا گہرا مطالعہ جو فکر وعمل کو مقاصد تربیت کے لیے تیار کر سکے۔

صالح لٹریچر کے ذیل میں جماعت کا بنیادی لٹریچر اور ایسی کتابیں خاص طور سے داخل ہیں جن میں دین کی بنیادی باتوں توحید، آخرت اور رسالت، عبادات اور انفرادی واجتماعی اخلاق سے بحث کی گئی ہو۔

۲۔ اذکار ونوافل، احتساب واستغفار اور انفاقِ مال۔

۳۔ دعوت کے لیے عملی جدوجہد۔

۴۔ مرحمت ومواساۃ اور خدمتِ خلق۔

دیگر تدابیر:

۱۔ امیر جماعت اس میقات میں کم از کم ہر حلقہ کا ایک دورہ کریں گے جس میں خاص طور سے تربیت کے پہلو کو سامنے رکھا جائے گا۔

۲۔ اس میقات میں امراء حلقہ جات کا کم از کم ایک اجتماع ہوگا جس میں خاص طور سے تربیتی پہلو سامنے رکھا جائے گا۔

۳۔ امرائے حلقہ جات اپنے اپنے حلقے میں سال میں کم از کم ایک بار اجتماعی تربیت کا انتظام حلقہ یا ضلع کی سطح پر کریں گے۔

۴۔ امرائے حلقہ جات اپنے دوروں میں خاص طور سے تربیتی مقاصد کو سامنے

رکھیں گے۔

۵۔ مقامی اجتماعات کو تربیتی لحاظ سے زیادہ مفید اور مؤثر بنانے کی کوشش کی جائے گی۔

۶۔ تربیت کے لیے شخصی ربط و ملاقات کو خصوصی اہمیت کے ساتھ پیش نظر رکھا جائے گا۔

۷۔ حلقہ مرکز میں اجتماعی تربیت کا بھی مناسب انتظام کیا جائے گا۔

کُل ہند اجتماع : اس میقات میں ایک کل ہند اجتماع منعقد کیا جائے گا۔

نوٹ : مندرجہ بالا پالیسی کے پیش نظر جو کام کیے جا سکتے ہیں وہ باعتبار اہمیت و ضرورت ایک ہی درجہ کے نہیں ہو سکتے بلکہ اصل دعوت و تحریک سے اسی نسبت و تعلق کی بنیاد پر باہم مختلف ہو سکتے ہیں اور یہ ظاہر بات ہے کہ پالیسی کی دفعات ۱ تا ۵ اور دفعہ ۱۲ بہ اعتبار اہمیت دیگر تمام دفعات سے زیادہ ضروری ہیں۔ اس لیے عام حالات میں ان کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔

قرار دادیں :

مجلس شوریٰ نے بعض قرار دادیں بھی منظور کیں جو فرقہ وارانہ جارحیت کی مذمت، سرحدی ریاستوں سے مسلمانوں کے اخراج، مشرقی پاکستان سے آنے والے پناہ گزینوں اور جماعت اسلامی کے کارکنوں کی ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت گرفتاریوں کے خلاف احتجاج پر مشتمل تھیں۔ ان قرار دادوں کا متن اگلے صفحہ پر درج ہے۔

مجلسِ شوریٰ نے جماعت اسلامی کے بعض داخلی معاملات و مسائل پر بھی

غور وخوض کیا اور مناسب فیصلے کئے گئے۔

بجٹ :

جون ۱۹۶۴ء تا مارچ ۱۹۶۵ء کی مدت کے لیے مجلس شوریٰ نے جو بجٹ منظور کیا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

متوقع آمد	-/۵۶,۰۰۰
متوقع مصارف	-/۷۶,۸۰۰
متوقع خسارہ	-/۲۰,۸۰۰

جسے قرض لے کر پورا کیا جائے گا۔

اس کے بعد دعا پر اجتماع بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

محمد یوسف
قیم جماعت اسلامی ہند۔ ۲۴/۵/۶۴ء
(شائع شدہ زندگی۔ جولائی ۱۹۶۴ء)

قراردادیں

قرارداد نمبر ۱:

جنوری اور مارچ ۱۹۶۴ء میں مغربی بنگال، بہار، اڑلیسہ اور مدھیہ پردیش میں مسلمانوں پر جو جارحانہ حملے ہوئے ہیں اور ان کے نتیجے میں مسلمانوں کو جو عظیم جانی و مالی نقصانات اٹھانے پڑے ہیں ان پر مجلس شوریٰ انتہائی درد و کرب کا اظہار کرتی ہے اور کائنات کے حقیقی حاکم و فرماں روا خداوند ذی العزۃ والجبروت سے دعا کرتی ہے۔ کہ مسلمانوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور امت مسلمہ کو جو اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں کے باوجود اسی کے حضور سر جھکاتی اور اسی کے محبوب رسولؐ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کا تعلق رکھتی ہے۔ مزید آزمائشوں میں نہ مبتلا کرے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صورت حال کے مقابلے کے لیے صبر و استقامت اور جرأت و پامردی عطا فرمائے اور وہ اخلاقی و روحانی طاقت بھی جس کے ذریعہ اپنی روشن تاریخ میں انھوں نے بارہا انتہائی صبر آزما حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے اور اپنے گمراہ دشمنوں کے دلوں کو جیت کر ان کو اپنا مخلص و خیر خواہ دوست بنایا ہے۔

مجلس شوریٰ اس ضمن میں مسلمانوں کو یہ حقیقت یاد دلاتی ہے کہ وہ ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ ہی اپنے کو اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان اور اس کی رحمت و نصرت کا مستحق بنا سکتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھنا چاہتا ہے اُسے کوئی مٹا نہیں سکتا اور جسے اللہ مٹانا چاہے اس کی کوئی حفاظت نہیں کر سکتا۔ تحفظِ ملت کا حقیقی قابلِ اعتماد طریقہ یہی ہے کہ توبہ و استغفار کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع

کیا جائے۔ اور اپنے خیرِ امت ہونے کے شعور اور پوری خود اعتمادی کے ساتھ اپنے گم کردہ راہ بھائیوں کو راہِ راست دکھانے کی کوشش کی جائے۔

قرارداد نمبر ۲

مجلسِ شوریٰ درندگی اور بربریت کے ان تمام واقعات پر انتہائی رنج واندوہ اور تشویش کا اظہار کرتی ہے جو پچھلے چند ماہ میں ہمارے ملک کی چار ریاستوں (مغربی بنگال، بہار، اڑیسہ اور مدھیہ پردیش) میں رونما ہوئے ہیں ان حادثات سے نہ صرف یہ کہ ایک بہت بڑی آبادی خوف وہراس، اضطراب اور بے اعتمادی کا شکار ہو رہی ہے اور ہمارے ملک اور یہاں کے باشندوں کو ساری دنیا میں رسوائی اور ندامت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے بلکہ باشندگانِ ملک میں محبت وخیر خواہی اور اعتماد کی جگہ نفرت و بدگمانی اور بے اعتمادی بڑھتی جارہی ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی یقینی ہے کہ ایک بار اگر ایک گروہ کو قتل وغارت گری اور لوٹ مار کی چاٹ لگ گئی تو کل کو باہمی اختلاف صوبائی اور لسانی مسائل، ذات پات کے جھگڑوں اور سیاسی گروہ بندی کے ضمن میں بھی اسی کا مظاہرہ ہوگا جس کو روکنا کسی کے بس کی بات نہ رہے گی۔ یہ صورتِ حال ملک کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔

مجلسِ شوریٰ کا خیال ہے کہ یہ حالات اس بات کی علامت ہیں کہ ہمارے ملک میں قومی یک جہتی اور جذباتی ہم آہنگی پیدا کرنے کی پچھلی تمام کوششیں ناکام ہوگئی ہیں اس لیے مجلس شوریٰ ملک کے تمام خیر خواہ اور دردمند اصحاب سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اس مسئلے پر نئے سرے سے غور وفکر کریں اور اس بات کے لیے ہر ممکن کوشش کریں کہ شر پسندوں کو شر انگیزی کا آئندہ موقع نہ مل سکے۔

جہاں تک شہریوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کا تعلق ہے۔

اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت اور ایڈمنسٹریشن کے سر عائد ہوتی ہے اور حالیہ فرقہ وارانہ حملوں کے ضمن میں ایڈمنسٹریشن اس ذمہ داری کے ادا کرنے میں ناکام رہا ہے۔ ان فسادات کا ایک نہایت تشویش انگیز پہلو یہ ہے کہ جیسا کہ ملک کے ذمہ دار لیڈروں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے۔ ان ہنگاموں کے پیچھے کارخانوں کے منتظمین، سیاسی جماعتوں کے کارکنوں، حتیٰ کہ ایڈمنسٹریشن کے بعض افراد کا بھی ہاتھ رہا ہے اور ایک محدود مدت کے اندر ایک وسیع علاقے میں یکساں ٹیکنک کے فسادات کا پھیل جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کے پیچھے ایک منظم سازش اور منصوبہ کارفرما رہا ہے اس لیے مجلسِ شوریٰ یہ ضروری سمجھتی ہے کہ حکومت ہند اعلیٰ سطح پر ان بلووں کی عدالتی تحقیقات کرائے اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دے حکومت کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ ان فسادات میں جن لوگوں کے مکانات اور کاروبار وغیرہ تباہ ہوئے ہیں۔ ان کو آباد کرنے اور ان کے کاروبار کو بحال کرنے کے لیے انھیں معقول امداد اور بلا سودی قرضے فراہم کرے۔ اس سلسلے میں ریاستی حکومتوں کی طرف سے جو کچھ ہوا ہے وہ ناکافی اور غیر اطمینان بخش ہے۔

قرار داد نمبر ۳

مسلمانان ہند نے حالیہ فرقہ وارانہ حملوں کے دوران جس کردار کا مظاہرہ کیا ہے وہ فی الجملہ ہمارے اس اعتماد میں اضافہ کرتا ہے کہ یہ ملت زندہ رہنے اور سخت ترین حالات سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ البتہ اس پہلو سے ہمیں شدید بے اطمینانی ہے کہ ایسے نازک موقع پر بھی ملت میں اسلامی نظم و اتحاد نہ پیدا ہو سکا۔ ملک وملت کی موجودہ صورت حال میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ملت اسلامیہ کے اصحابِ فکر اور نمائندے نیز ان کی مختلف جماعتوں

اوراداروں کے سربراہ جمع ہوکر موجودہ صورتِ حال کا جائزہ لیں اور ایسی تدابیر سوچیں جن کو زیرِ عمل لاکر ملت اپنے وجود اور تہذیب وثقافت کا تحفظ کر سکے اور ساتھ ہی انتشار و انارکی کی طرف بڑھتے ہوئے اس ملک میں صالح رجحانات اور تعمیری یک جہتی پیدا کرنے کا وہ فریضہ انجام دے سکے جو ایک خیرِ امت اور اصولی ملّت ہونے کی وجہ سے اس کی اولین ذمہ داری ہے۔ مجلسِ شوریٰ کے نزدیک یہ ایک تاریخی اہمیت رکھنے والا سانحہ ہے کہ مسلمانانِ ہند ناخود شناسی، مرعوبیت اور باہمی نااتفاقی کا شکار ہوکر اس فریضے سے غافل اور غیر مؤثر ہو رہے ہیں۔

قرارداد نمبر ۴

آسام، تری پورہ اور دوسری ریاستوں کی سرحدوں پر رہنے والے مسلمانوں کے سلسلے میں اس وقت ملک میں جو فضا پائی جارہی ہے، مجلسِ شوریٰ اس کو سخت تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے، آسام سے جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں پر مسلمانوں کے خلاف عام طور پر شبہات اور بدگمانی کا ماحول پیدا ہوتا جارہا ہے اور اس فضا کو پیدا کرنے میں اخباروں اور سیاست دانوں کا ہی نہیں بلکہ حکومت کے ذمہ داروں تک کا ہاتھ رہا ہے۔

یہ بات غلط اور قابلِ اعتراض نہیں ہوسکتی کہ ہندوستان کی حدود میں پاکستان کے جو شہری غیر قانونی طور پر آگئے ہوں انھیں پاکستان واپس کر دیا جائے لیکن یہ بات کسی طرح بھی صحیح قرار نہیں دی جاسکتی کہ ان کی آڑ میں ہندوستان کے شہریوں کو بھی ملک بدر کر دیا جائے۔

مجلسِ شوریٰ مسلمان اکابر اور ملک کے دوسرے انصاف پسند زعماء سے اپیل کرتی ہے کہ وہ ان سرحدی ریاستوں کے حالات کا خود جائزہ لیں اور مسلمانوں کو

وہاں جن پریشان کن حالات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے ان کے ازالے کے لیے مرکزی اور ریاستی حکومت کو متوجہ کریں۔

قرارداد نمبر ۵

پچھلے دنوں مشرقی پاکستان میں اقلیتوں پر جو مظالم ہوئے ہیں مجلسِ شوریٰ ان پر اپنے شدید غم و غصے کا اظہار کرتی ہے۔ اقلیتوں پر ظلم و ستم جہاں کہیں بھی ہو قابلِ مذمت ہی ہے لیکن ہمیں اس پر خاص طور سے اس لیے رنج و افسوس ہے کہ پاکستان ایک مسلم مملکت ہے اور اسلام کی رو سے اقلیتوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ہر حال میں مسلم مملکت کا ایک عام فریضہ ہے۔

مجلس شوریٰ پاکستان کے علما روز عما سے خاص طور پر اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے ملک میں ایسے حالات پیدا کریں کہ اقلیتیں امن و عزت کے ساتھ رہ سکیں۔

مجلس شوریٰ اس صورت حال کو نہایت تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے کہ ان فسادات کے بعد اقلیتی فرقوں کے افراد کثیر تعداد میں اپنا وطن ترک کر کے ہندوستان آرہے ہیں۔ اس کا نتیجہ بہرحال دونوں ملکوں میں سے کسی کے لیے بھی اچھا نہیں ہو سکتا۔ مجلسِ شوریٰ یہ رائے رکھتی ہے کہ ترک وطن کا یہ سلسلہ جلد از جلد مسدود ہونا چاہیئے۔ شوریٰ اس بات کو بہ نظرِ استحسان دیکھتی ہے کہ پچھلے دنوں دونوں ملکوں کے وزرائے داخلہ کی ملاقات میں اس مسئلے پر غور و خوض کیا گیا تھا اور توقع رکھتی ہے کہ دوبارہ گفتگو کا آغاز ہوگا اور اس مسئلے کو کسی بہتر شکل میں حل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

قرارداد نمبر ۶

پچھلے دنوں مختلف ریاستی حکومتوں نے جماعت اسلامی کے متعدد کارکنوں کو

ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت گرفتار کیا ہے ۔

جماعتِ اسلامی کے سلسلے میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ وہ فرقہ وارانہ امن و امان، انسانیت دوستی اور سماجی تعمیر کے لیے خاص طور سے کوششیں کرتی رہی ہے اور حکومت نے کبھی جماعت یا اس کے کارکنوں پر کبھی کوئی متعین الزام لگا کر اسے ثابت نہیں کیا ہے ۔

اس حقیقت کے پیش نظر بعض ریاستی حکومتوں کا موجودہ رویہ نہ صرف جماعت بلکہ عام مسلمانوں کے لیے بھی پریشانی اور تشویش کا باعث ہے۔ اس لیے مجلس شوریٰ حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ انھیں فوری طور پر رہا کیا جائے اور پرامن و بے گناہ شہریوں کو ڈی آئی آر کے تحت گرفتار کرنا اس کا بے جا استعمال اور حق و انصاف کے منافی ہے ۔

مجلس شوریٰ

منعقدہ ۴ ؍ جون تا ۱۱ ؍ جون ۱۹۶۵ء

الحمدللہ کہ مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس بہ صدارت مولانا ابواللیث صاحب ندوی اصلاحی امیر جماعت اسلامی ہند مورخہ ۴ ؍ جون ۶۵ء بروز جمعہ سہ پہر سے شروع ہوکر ۱۱ ؍ جون قبل نماز جمعہ بخیر و خوبی اختتام کو پہنچا۔ اس اجلاس میں جملہ ارکانِ شوریٰ شریک تھے۔ جن کے اسمار حسب ذیل ہیں۔

۱۔ جناب کے، سی عبداللہ صاحب (کیرلا)، ۲۔ جناب عبدالرزاق صاحب لطیفی (حیدرآباد) ۳۔ جناب شمس پیرزادہ صاحب (بمبئی) ۴۔ جناب انیس الدین احمد صاحب (بہار) ۵۔ مولانا نظام الدین صاحب (بھوپال) ۶۔ مولانا سید حامد علی صاحب (میرٹھ) ۷۔ جناب نجات اللہ صاحب صدیقی (علی گڈھ) ۸۔ جناب محمد شفیع صاحب مونس (میرٹھ) ۹۔ جناب محمد عبدالحی صاحب (رام پور) ۱۰۔ مولانا صدرالدین صاحب، مرکز (رام پور) ۱۱۔ مولانا سید احمد عروج قادری صاحب، مرکز (رام پور) ۱۲۔ جناب محمد مسلم صاحب، مرکز (دہلی)، ۱۳۔ جناب افضل حسین صاحب مرکز (دہلی) ۱۴۔ جناب سید حامد حسین صاحب مرکز (دہلی) ۱۵۔ محمد یوسف، قیم جماعت اسلامی ہند

ارکان شوریٰ کے علاوہ جناب محمد یوسف صاحب صدیقی کو بھی اجتماع میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی لیکن وہ خرابیٔ صحت کے باعث صرف چند ابتدائی نشستوں میں شریک ہو سکے۔

اجلاس کا آغاز مولانا سید احمد عروج قادری صاحب کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا جس کے بعد امیر جماعت نے اپنی افتتاحی تقریر میں جماعت اور بیرونِ جماعت کے قابل توجہ امور اور ان کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ وہ ہماری رہنمائی و مدد فرمائے۔

امیر جماعت کی افتتاحی تقریر کے بعد قیم جماعت نے گزشتہ اجلاسِ شوریٰ کی روداد پڑھ کر سنائی۔ اس کے بعد جماعت کی سالانہ رپورٹ پیش کی گئی۔ رپورٹ کی خواندگی کے بعد بعض ارکان شوریٰ نے رپورٹ میں مندرج امور کے سلسلے میں بعض معلومات طلب کیں، جو اُن کو مہیا کی گئیں۔

دعوت و تبلیغ اور تربیت

دعوت و تبلیغ اور رفقار کی تربیت کی اہمیت جماعت کی شائع شدہ پالیسی میں ایک نوٹ کے ذریعہ واضح کر دی گئی ہے لیکن جائزے سے اندازہ ہوا کہ گذشتہ سال اس طرف مطلوبہ توجہ نہیں دی گئی۔ اس لیے طے کیا گیا کہ رفقار کو آئندہ دعوت و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیئے۔

یہ بھی طے ہوا کہ خواتین میں دعوت و تبلیغ کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کے پیش نظر مرکز اور امرائے حلقہ جات کو بھی اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہیئے۔

جماعت اسلامی کی دعوت اور اس کے طریقۂ کار کو عوام و خواص تک مؤثر طریقے سے پہنچانے اور ان کو ذہن نشین کرانے کے لیے نقشہ جات، چارٹس گراف وغیرہ۔ جن کا تجربہ کل ہند اجتماع منعقدہ دہلی کے موقع پر کیا گیا تھا اب

ہمارے اجتماعات میں بہت مقبول ہو چکے ہیں۔ چنانچہ طے کیا گیا کہ اس ذریعہ کو زیادہ مؤثر اور مفید بنانے کی کوشش کی جائے تاکہ اجتماعات کے مواقع پر اس سے کام لیا جا سکے۔

سرکاری درسیات کی اصلاح

ملک کی مختلف ریاستوں کے سرکاری مدارس میں جو درسیات پڑھائی جاتی ہیں، وہ مختلف وجوہ سے قابل اعتراض اور قابل اصلاح ہیں۔ چنانچہ جماعت کے مختلف تنظیمی حلقوں نے ان درسیات کا جائزہ لیا ہے اور قابل اعتراض اجزاء کی نشان دہی کی ہے۔ اس ضمن میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ بعض امرائے حلقہ جات نے اپنی اپنی ریاستوں کے محکمۂ تعلیم کو اس طرف متوجہ کیا ہے لیکن کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اس لیے طے کیا گیا کہ جائزہ کمیٹیوں کی رپورٹیں شائع کر دی جائیں اور جن تنظیمی حلقوں نے ابھی تک یہ رپورٹیں تیار نہیں کی ہیں وہ ان کو جلد از جلد مرتب کر کے شائع کرائیں۔

یہ بھی طے ہوا کہ تحریر و تقریر کے ذریعہ عوام کو اس طرف متوجہ کیا جائے اور ان کو اس سے باخبر رکھا جائے۔

دینی لٹریچر کے تراجم کی اشاعت

جماعت کے تحت مندرجہ ذیل علاقائی زبانوں کی دارالاشاعتیں عرصہ سے مختلف ریاستوں میں قائم ہیں۔

۱۔ ملیالم (کیرلا) ۲۔ ٹامل (مدراس) ۳۔ تیلگو (آندھرا) ۴۔ کنڑی (میسور) ۵۔ گجراتی (بمبئی) ۶۔ مرہٹی (مہاراشٹر) ۷۔ بنگلہ (بنگال) ۸۔ آسامی (آسام)

ان دارالاشاعتوں سے مختلف موضوعات پر دینی نقطۂ نظر سے بحث کرتے ہوئے کتابوں کے تراجم شائع کیے جا رہے ہیں ان زبانوں کے علاوہ ہندی اور

انگریزی میں بھی متعدد کتابوں کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

دعوت و تبلیغ اور اشاعت اسلام کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے مندرجہ بالا دارالاشاعتوں کے سامنے ایک بڑا مسئلہ یہ بھی رہا ہے کہ قرآن مجید حدیث شریف اور سیرت طیبہ کو بھی مذکورہ بالا علاقائی زبانوں میں شائع کیا جائے لیکن ذرائع و وسائل کی کمی کے باعث اس سلسلے میں ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی ہے لہٰذا مجلس شوریٰ نے طے کیا ہے کہ مختلف دارالاشاعتیں اس کام کو بھی انجام دینے کی اس طرح کوشش کریں کہ مالی ذرائع و وسائل مہیا کرنے کے سلسلے میں اہل خیر حضرات سے تعاون کی اپیل کی جائے۔

ریلیف کا کام گزشتہ سال بنگال، بہار اور اڑیسہ کے فسادات کے موقع پر جماعت اسلامی ہند ریلیف کا جو کام انجام دے رہی تھی وہ تقریباً پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ طے ہوا کہ اس کے حسابات کو پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا جائے۔

کل ہند اجتماع کل ہند اجتماع کے انعقاد کا مسئلہ بھی زیر غور آیا۔ اس کی ضرورت و اہمیت و افادیت کو محسوس کرنے کے باوجود حالات کا جائزہ لینے کے بعد طے کیا گیا کہ کل ہند اجتماع اس سال منعقد کرنا نہیں ہے۔

شوریٰ کی سابقہ رودادوں وغیرہ کی اشاعت

طے ہوا کہ تقسیم ہند کے بعد سے آج تک مجلس شوریٰ کی شائع شدہ رودادوں، فیصلوں اور قراردادوں کو یکجا شائع کیا جائے تاکہ یہ تمام چیزیں جو اخبارات و رسائل میں منتشر ہیں رفقا کو یکجا دستیاب ہو سکیں اور حالات و

ضروریات کے لحاظ سے جماعت کی پالیسی و پروگرام وغیرہ میں ہونے والی تبدیلیاں اور ارتقاء ان کے سامنے رہے۔

امرائے حلقہ جات کے لئے قابل توجہ امور

تنظیمی حلقہ جات میں دعوتی و تربیتی کاموں کی رفتار اور بیت المال کی پوزیشن کا جائزہ لینے کے بعد طے کیا گیا کہ امرائے حلقہ جات کو توجہ دلائی جائے کہ وہ

- عوام (مسلمانوں اور غیر مسلموں) کو ہر سطح پر جماعت کی اصل دعوت سے آگاہ کرنے کی وسیع پیمانے پر کوشش کریں اور اس سلسلے میں رفقاء کو انفرادی و اجتماعی حیثیت سے بیش از بیش جد وجہد کرنے پر برابر متوجہ کرتے رہیں اور منصوبے کے مطابق پروگرام بنا کر ان سے کام لیتے رہیں۔
- مندرجہ بالا کے پیش نظر رفقاء کی انفرادی و اجتماعی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دیں اور تربیتی اجتماعات کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرتے رہیں۔
- بیت المالوں کے استحکام کے لیے امرائے حلقہ جات کے گزشتہ اجتماع میں جو مختلف تدابیر سامنے آئی تھیں حسب حال انھیں اختیار کر کے بیت المالوں کو مستحکم کرنے کی پوری فکر کریں اور رفقاء کو بھی اس طرف برابر متوجہ کرتے رہیں۔

قرار دادیں

مجلس شوریٰ نے مندرجہ ذیل موضوعات پر متفقہ طور سے قرار دادیں منظور کی ہیں جو دعوت مؤرخہ ۱۶ ارجون ۶۵ء میں شائع کی جا چکی ہیں۔

۱۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

۲۔ فرقہ وارانہ ہنگامے اور پولیس کا رویہ۔

۳۔ ڈی آئی آر کا بے جا استعمال

۴۔ اُردو زبان کو اس کا جائز حق دیا جائے۔

بجٹ

مرکزی بجٹ بابت اپریل ۶۵ء تا مارچ ۶۶ء پیش اور منظور ہوا۔

متوقع آمدنی ۶۴,۰۰۰/- روپیہ ہے

متوقع مصارف ۹۰,۸۰۰/- روپیہ ہے

اس طرح -/۲۶,۸۰۰ روپے کا متوقع خسارہ ہوتا ہے جو قرض لے کر پورا کیا جائے گا۔

اس کے بعد دعا پر اجتماع برخاست ہوا۔

محمد یوسف
قیم جماعت اسلامی ہند
(شائع شدہ زندگی ستمبر و اکتوبر ۶۵ء)

مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند کی اہم قراردادیں

مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

ملت اسلامیہ ہند کی تعلیمی اور تہذیبی زندگی میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو ایک اہم مقام حاصل رہا ہے۔ مسلمانانِ ہند نے اس ادارہ کو عرصۂ دراز کی جدوجہد کے بعد قائم کیا تھا اور اس سے ان کی بہت سی تمنائیں اور امنگیں وابستہ رہی ہیں۔ فطری امر ہے کہ اگر اس ادارے کو کوئی صدمہ پہنچے تو پورے ہندوستان کے مسلمان درد و کرب محسوس کریں اور ان میں اضطراب کی لہر دوڑ جائے۔

مجلسِ شوریٰ جماعتِ اسلامی ہند ضروری سمجھتی ہے کہ حالیہ واقعات پر کیے جانے والے تبصروں، وزیرِ تعلیم کے بیانات اور حکومت کے جاری کردہ آرڈی نینس کے پیشِ نظر چند ضروری باتیں سامنے لائے۔

یونیورسٹی کا مسلم کیرکٹر

مسلم یونیورسٹی کے مسلم کیرکٹر کو مسلمانانِ ہند کے نزدیک اتنی اہمیت حاصل ہے کہ وہ کسی قیمت پر اسے مجروح نہ ہونے دیں گے۔ انتہائی ضروری ہے کہ اعلیٰ ترین سطح سے مسلمانوں کو اس بات کی ضمانت دی جائے کہ :

ا۔ مسلم یونیورسٹی کے نام سے لفظ "مسلم" خارج نہیں کیا جائے گا۔

ب۔ اس امر کا اہتمام کیا جائے گا کہ مسلم یونیورسٹی میں طلبا، اساتذہ، انتظامی عملہ اور عہدیداران کی غالب اکثریت حسب سابق مسلمانوں پر مشتمل رہے۔

ج: حسب سابق مسلم یونیورسٹی میں دینی اور اخلاقی تعلیم و تربیت کا اور دینیات اسلامی

علوم، عربی، فارسی اور اُردو زبان وادب اور ہندوستان میں مسلم دور کی تاریخ کی تعلیم اور ان علوم میں ریسرچ کا خصوصی اہتمام کیا جاتا رہے گا۔

د۔ مسلم یونیورسٹی میں ان روایات کو قائم رکھا جائے گا اور ان کے نشو ونما کا اہتمام کیا جائے گا جو مسلم کلچر کی بقا و ترقی کے لیے ضروری ہیں اور ایسی سرگرمیوں کی ہمت افزائی نہ کی جائے گی جو مسلم کلچر کے منافی ہوں۔

ہمارے نزدیک یونیورسٹی کے مسلم کیرکٹر کے برقرار رہنے کا اس بات پر بہت کچھ انحصار ہے کہ وہاں اساتذہ، عہدے داران اور انتظامی عملہ میں ایسے افراد معتدبہ تعداد میں موجود ہوں جو اسلامی افکار وعقائد پر یقین رکھتے ہوں اور اسلامی اخلاق و کردار کے حامی ہوں۔ یونیورسٹی کے انتظامی عہدوں اور تعلیمی شعبوں پر ایسے عناصر کا چھا جانا جو اسلام سے برگشتہ اور مذہب و اخلاق سے منحرف ہوں۔ یونیورسٹی کے مسلم کیرکٹر کی جڑ کھودنے کے مترادف ہے۔

آرڈی ننس واپس لیا جائے

یونیورسٹیوں کی داخلی آزادی اور خود مختاری اعلیٰ تعلیم کا ایک مسلّمہ اصول ہے۔ ایک جمہوری ملک میں اقلیت کی قائم کی ہوئی یونیورسٹی کے لیے یہ آزادی صرف ایک تعلیمی مصلحت نہیں بلکہ ایک ناگزیر تہذیبی اور ثقافتی ضرورت بھی ہوتی ہے اس لیے مسلم یونیورسٹی کے نظم ونسق میں حکومت کی بے جا مداخلت کو مسلمان، بجا طور پر ایک تعلیمی مصلحت کی خلاف ورزی کے ساتھ ہی اپنی تہذیبی اور تعلیمی آزادی پر بھی حملہ تصور کریں گے۔

دستور ہند نے اقلیتوں کا یہ حق تسلیم کیا ہے کہ وہ اپنے تعلیمی اداروں کو سرکاری امداد لینے کے باوجود اپنی مرضی کے مطابق چلا سکیں۔ حکومت نے مسلم یونیورسٹی آرڈی ننس نافذ کرکے ایک ایسا اقدام کیا ہے جس سے اس بات کا قوی اندیشہ لاحق ہو گیا ہے کہ مسلم یونیورسٹی کو مسلمان اقلیت اپنے منشا کے مطابق نہ چلا سکے۔ آرڈی ننس نے یونیورسٹی ایکٹ اور

ایگزیکیٹو کونسل میں منتخب نمائندوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں باقی رکھی ہے۔ ان مجالس کے تمام ارکان کی نامزدگی کا حق حکومت کو دے کر آرڈی ننس نے مسلمان اقلیت کو اس کے ایک دستوری حق سے محروم کر دیا ہے۔

اس آرڈی ننس نے وائس چانسلر کو یونیورسٹی کے عہدہ داران، اساتذہ اور انتظامی عملہ کے ارکان کی برطرفی کے سلسلے میں غیر معمولی اختیارات دے دیئے ہیں، اور وزیر تعلیم کے حالیہ بیانات کے پیش نظر ان اختیارات کے بے جا استعمال کا قوی اندیشہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ یہ بات عدل و انصاف کے سراسر منافی اور ایک جمہوری ملک میں سخت ناپسندیدہ ہے۔

مسلمان عوام و خواص میں مسلم یونیورسٹی آرڈی ننس کے خلاف غم و غصہ کے جو جذبات پیدا ہو گئے ہیں وہ مذکورہ بالا حقائق کی بنا پر بالکل فطری ہیں۔ اس اضطراب کو دور کر کے ان کا اعتماد بحال کرنے اور عدل و انصاف کا تقاضا پورا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حکومت اس آرڈی ننس کو واپس لے۔

مسلم یونیورسٹی آرڈی ننس کو واپس لینا اس لیے بھی ضروری ہے کہ جن حالیہ واقعات کو اس اقدام کی بنیاد بنایا گیا وہ کسی طرح بھی اس کے لیے وجہ جواز نہیں بن سکتے۔

طلباء کا طرز عمل

جماعت اسلامی ہند کی مجلس شوریٰ ۲۵ اپریل ۶۵ء کے اس واقعہ کو انتہائی قابل رنج و افسوس قرار دیتی ہے جس میں مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر نواب علی یاور جنگ صاحب کے ساتھ کچھ غیر ذمہ دار اور ناعاقبت اندیش طلباء نے نہایت غیر اخلاقی، غیر انسانی اور مذموم سلوک کیا۔ ان کے اس طرز عمل کے پس منظر میں خواہ کتنے ہی قوی اور اشتعال انگیز اسباب کیوں نہ رہے ہوں مگر جن طلباء نے بھی ایسا کیا ان کے لیے یہ کسی طرح روا نہ تھا کہ وہ

قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور اپنے ادارے کے سب سے بزرگ فرد کے خلاف کسی طرح کا جارحانہ اقدام کر بیٹھتے۔ ایسی ناروا حرکت کر کے انھوں نے یونیورسٹی کی ممتاز روایات کو اس کے مصالح و مقاصد کو اور خود اپنے جائز مطالبات کو بڑا شدید نقصان پہنچایا ہے ہمیں امید ہے کہ وہ اپنی اس حرکت پر صدق دلی سے نادم ہوں گے اور اس کی تلافی کے لیے وہ سب کچھ کریں گے جس کا حق اور انسانیت تقاضا کرتے ہیں۔

پولیس فائرنگ

اسی طرح مجلس شوریٰ پولیس کے اس طرز عمل کو بھی انتہائی نامناسب اور قابل مذمت سمجھتی ہے جو اس نے اس موقع پر اختیار کیا۔ مختلف تحقیقاتی وفود نے اس سلسلے میں واقعات کی جو تفصیل بتائی ہے اس کے پیش نظر پولیس نے لاٹھی چارج اور پھر آنسو گیس چھوڑنے کے ابتدائی اقدامات کے بغیر ہی یکایک فائرنگ کر دی اس لیے یہ فائرنگ واضح طور پر بالکل نامناسب اور غیر ضروری تھی اور اس سے صورت حال کو بگاڑ دینے کے سوا اور کوئی فائدہ بھی نہیں ہوا۔

عدالتی تحقیقات کی ضرورت

مسلم یونیورسٹی میں ارباب اختیار اور اساتذہ اور طلبا کے درمیان ہمیشہ سے جو خوش گوار تعلقات اور اخلاق و اخلاص پر مبنی روابط قائم رہے ہیں ان کو اس افسوسناک حادثے سے جو دھکا لگا ہے وہ انتہائی رنج و افسوس کا باعث ہے۔ لیکن پارلیمنٹ اور یو، پی کی مجالس قانون ساز کے ممبران پر مشتمل مختلف وفود نے یونیورسٹی جا کر ان واقعات کی تحقیق کے بعد جو بیانات دیئے ہیں ان کے پیش نظر یہ بات بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کہ یہ حملہ طلبا اور اساتذہ کی کسی سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ تھا۔ جو کئی ماہ پہلے سے کی جا رہی تھی یا اس حملہ کا تعلق نواب صاحب موصوف کے سیاسی موقف، مذہبی مسلک یا ذاتی کردار سے تھا۔ یہ فتنہ انگیز نظریہ یونیورسٹی

کے دشمنوں نے یونیورسٹی اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے وضع کیا ہے۔ اسے یونیورسٹی کی داخلی آزادی پر حملہ کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ اگر حکومت کو اس بارے میں کوئی شک ہے تو اس کا حل یہی ہو سکتا ہے کہ اعلیٰ سطح کی عدالتی تحقیقات کرائی جائے تاکہ اس نظریے کا بے بنیاد ہونا واضح ہو سکے۔

وزیر تعلیم کو برطرف کیا جائے

ہمارے نزدیک یہ بات انتہائی رنج و افسوس، سخت تعجب اور بہت تشویش کی باعث ہے کہ مرکزی وزیر تعلیم بھی مسلم یونیورسٹی کے بدخواہوں کے مفسدانہ پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے۔ انھوں نے ۲۵ اپریل کے واقعہ سے متعلق پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں جو بیان دیا ان کی وزارت کی جانب سے آرڈیننس کا "پس منظر" بیان کرنے کے لیے جو اعلامیہ شائع کیا گیا اور ڈاکٹر سید محمود صاحب کے خط کے جواب میں انھوں نے جو باتیں لکھی ہیں وہ متعدد وجوہ سے قابل اعتراض اور باعث رنج و افسوس ہیں اور ہم ان کے خلاف پرزور احتجاج کرتے ہیں۔

ہمارے نزدیک مسٹر چھاگلہ کا یہ دعویٰ کوئی وزن نہیں رکھتا کہ ان کو ۲۵ اپریل کے واقعات اور ان کے اسباب سے متعلق "حقائق" کا علم ہے، انھیں اس بات کا کوئی حق نہیں کہ سنی سنائی باتوں اور بے بنیاد دعووں کو حقائق کا درجہ دے کر ایسے ناروا اقدامات کریں جن کے ملک و ملت پر گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔ انھوں نے کسی تحقیق کے بغیر یونیورسٹی کے عہدہ داران، اساتذہ اور طلبا پر سنگین الزامات لگا کر اور اس طرح یونیورسٹی کے بدخواہ فرقہ پرست عناصر کے ہاتھوں کو مضبوط کر کے انتہائی غیر دانشمندانہ اور مذموم حرکت کی ہے۔

ان واقعات کے ضمن میں وزیر تعلیم نے یہ اعلان بھی کیا تھا کہ اگر یو پی گورنمنٹ کی تحقیقات کے نتائج سے ان کی تشفی نہ ہوئی تو وہ مزید تحقیقات کرائیں گے۔ اس

سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ایسی تحقیقات چاہتے ہیں جو ان کی خواہش کے مطابق نتائج پیش کرے۔ یہ رویّہ آمرانہ اور غیر منصفانہ ہے اور ایک جمہوری ملک میں اُسے کسی طرح گوارا نہیں کیا جا سکتا۔

یہ بات اب بالکل واضح ہو کر سامنے آگئی ہے کہ مسٹر چھاگلہ مسلم یونیورسٹی کے مسلم کیرکٹر کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حالیہ واقعات سے پہلے بھی ایک موقع پر وہ پارلیمنٹ میں یہ کہہ چکے ہیں کہ اگر بنارس ہندو یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد اس یونیورسٹی کے نام سے لفظ "ہندو" نکالنے پر راضی ہو جائیں تو وہ مسلم یونیورسٹی کے نام سے لفظ "مسلم" خارج کر دیں گے۔ یہ کہتے وقت انھوں نے اس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا تھا کہ نام میں تبدیلی کی یہ تجویز مسلم یونیورسٹی کی متعلقہ مجالس میں منظور ہو سکے گی یا نہیں۔ ان کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مسلم یونیورسٹی کے معاملے میں خود کو مختار مطلق سمجھتے ہیں۔ اور ان اختیارات کو چند طے شدہ مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔

مسٹر چھاگلہ نے اس عزم کا بھی اظہار کیا ہے کہ مسلم یونیورسٹی کو ایسے عناصر سے پاک کیا جائے گا جو ان کے بقول "فرقہ پرست" "قدامت پسند اور رجعت پسند" ہیں۔ وزیر تعلیم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ فرقہ پرستی کا مفہوم نہ تو قانونی طور پر متعین ہے نہ سیاسی سطح پر ہی اس کی تعیین کی جا سکی ہے۔ اس لیے ان کے لیے یہ کسی طرح مناسب نہ تھا کہ وہ یونیورسٹی پر مبہم الزام اتنی بے پروائی سے عائد کر دیتے۔ ایسا کرتے وقت انھیں یہ بھی خیال نہ رہا کہ یونیورسٹی کو فرقہ پرستی کا ملزم ٹھہرا کر وہ غیر مسلموں کے ذہن میں اشتعال پیدا کر رہے ہیں اور اس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں میں منافرت کی آگ بھڑکا رہے ہیں۔ درانحالیکہ اس حقیقت کا خود مسٹر چھاگلہ کو بھی اعتراف ہے کہ طلباء کی یہ تحریک فرقہ وارانہ نہیں بلکہ اس میں ہندو اور مسلم سبھی

طلبا رشریک تھے۔

رہے قدامت پرستی اور رجعت پسندی کے الزامات تو جس کسی پر چاہا ایسے الزامات عائد کر کے اسے گردن زدنی ٹھہرا دینا غالبًا ہندوستان کے موجودہ اور سابق ارکان حکومت میں سے تنہا مسٹر چھاگلہ ہی کا کارنامہ ہے۔ اب انھوں نے آرڈی ننس کے ذریعہ اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے غیر معمولی اختیارات بھی حاصل کر لیے ہیں۔ ان باتوں سے یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ وہ مسلم یونیورسٹی میں ایک خاص طرح کے افراد کا وجود ناپسند کرتے ہیں اور ان کو برے نام دے کر غیر معمولی حالات کی آڑ لے کر غیر معمولی اختیارات استعمال کر کے یونیورسٹی سے نکالنا چاہتے ہیں۔

ہمارے نزدیک مسٹر چھاگلہ کو کسی صورت میں بھی اس کا حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ اپنی پسند اور ناپسند کو مسلم یونیورسٹی پر مسلط کرنے کی کوشش کریں۔ ان کے عزائم ملت اسلامیہ کی نظر میں مشکوک و مذموم اور تشویش ناک ہیں اور جب تک حکومتِ ہند ان کو ان عزائم کی تکمیل کے مواقع سے محروم نہ کر دے۔ ہندوستان کے مسلمان سخت اضطراب و بے چینی محسوس کرتے رہیں گے۔ اس اضطراب کے قدرتی نتیجے کے طور پر حکومت پر سے مسلمانوں کا اعتماد کم سے کم تر ہوتا جارہا ہے اور ضروری ہے کہ اس اعتماد کو بحال کرنے کے لیے حکومت مؤثر اقدامات کرے۔

بین الاقوامی دنیا میں ہندوستان کی وسیع النظری کی ساکھ بنانے میں مسلم یونیورسٹی نے اہم حصہ لیا ہے۔ اس کا اپنے مسلم کیرکٹر کے ساتھ باقی رہنا اور ترقی کرنا ہندوستان کے غیر فرقہ وارانہ طرز حکومت کا ایک بلند نشان رہا ہے۔ ایسے نازک مرحلے میں جب ملک میں آئے دن کے فرقہ وارانہ فسادات سے ساکھ خاصی متاثر ہو چکی ہے۔ مسلم یونیورسٹی کو صدمہ اس ساکھ کو اور زیادہ مجروح کر دے گا۔

مذکورہ بالا حقائق کی بنا پر ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ مسٹر چھاگلہ کو مرکزی وزارت

تعلیم کے عہدے سے جلد از جلد برطرف کیا جائے ۔ ان کے بیانات عزائم اور اقدامات سے ملت اسلامیہ کو جو زبردست صدمہ پہنچا ہے اور ان میں جو غم وغصہ پیدا ہو چکا ہے اس کے پیش نظر حکومت ہند کے لیے دانش مندی کی بات یہی ہو گی، اسی کے ذریعہ وہ مسلمانوں کے زائل ہوتے ہوئے اعتماد اور اپنے سیکولرزم کے دعوے کی ساکھ کو بحال کر سکتی ہے۔

حالات کو معمول پر لایا جائے

مجلس شوریٰ سمجھتی ہے کہ یونیورسٹی کے حالات کو جلد از جلد معمول پر لانے کا اہتمام کیا جائے۔ آئندہ تعلیمی سال یونیورسٹی میں حسب معمول داخلے ہونے، تعلیم وتدریس اور ریسرچ اور یونیورسٹی کی دوسری سرگرمیوں کے مقررہ اوقات پر شروع ہو جانے اور معمول کے مطابق جاری رہنے کا انحصار اس امر پر ہے کہ موجودہ اندیشہ ناک اور غیر یقینی فضا ختم ہو۔ یونیورسٹی اور اس سے متعلق افراد پر الزام تراشیوں کا سلسلہ بند ہو اور جب یونیورسٹی کھلے تو سزائیں دینے اور اخراج کی کارروائیوں سے فضا خراب نہ کی جائے۔

(۲)

فرقہ وارانہ ہنگامے اور پولیس کا رول

آزادی کے بعد سے لے کر اب تک ایک سال بھی ایسا نہیں گزرا جب کہ فرقہ وارانہ جارحیت نے مسلمانوں کو اپنا نشانہ نہ بنایا ہو۔ چنانچہ اس سال بھی جاکی نگر ہاٹ گورکھ پور، گودھرا اور ملک کے بعض دوسرے مقامات پر یہ حادثات رونما ہوئے اور سیکڑوں افراد کو مستقل مصیبت میں مبتلا کر گئے۔

مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند ان واقعات پر اپنی گہری تشویش ظاہر کرتے ہوئے ارباب حکومت اور ملکی تنظیموں کو حسب ذیل امور کی طرف توجہ دلاتی ہے:

ا۔ پچھلے متعدد واقعات سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ ایسے مواقع پر پولیس کا رول اکثر و بیشتر جانب دارانہ رہا ہے اور وہ خود فریق بن کر مسلمانوں کو اپنے ظلم و زیادتی کا نشانہ بناتی رہی ہے۔ بعض اوقات ذمہ داران حکومت نے بھی پولیس کی ان دھاندلیوں کا برملا اعتراف کیا ہے اور ملک کے متعدد لیڈروں نے اس طرف توجہ دلائی ہے۔

امن و قانون کے محافظین کی یہ قانون شکنی نہ صرف یہ کہ حکومت اور قانون پر سے عوام کا اعتماد زائل کر رہی ہے بلکہ انارکی کی راہیں بھی کھول رہی ہے۔ مجلس شوریٰ ریاستی حکومتوں اور مرکزی حکومت کو بالعموم اور مرکزی وزیر داخلہ کو بالخصوص اس صورت حال کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتی ہے اور یہ امید کرتی ہے کہ وہ اس کی اصلاح کے لیے مؤثر اقدامات کریں گے۔

ب۔ فرقہ وارانہ حادثات کا یہ پہلو کسی وضاحت کا محتاج نہیں کہ اس کا نشانہ بننے والے خاندان اقتصادی طور پر تباہ ہو جاتے ہیں اور پھر سے ان کا اپنے پیروں پر کھڑا ہو جانا ان کے لیے تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ پھر اس کے نتیجے میں تعلیمی اور اخلاقی حیثیت سے جو پس ماندگی ان خاندانوں میں آتی ہے اس کا اثر مدت دراز تک باقی رہنا یقینی ہے۔

اس لیے مجلس شوریٰ کی نگاہ میں حق و انصاف کا یہ بنیادی تقاضا ہے کہ جو بے گناہ شہری ان ہنگاموں کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ حکومت ان کی آبادکاری کا ذمہ لے۔

ج۔ اس بارے میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ فرقہ وارانہ امن وآشتی ہمارے ملک کی سب سے بڑی ضرورت ہے، ملک کی حقیقی قوت اس کے ۴۵ کروڑ عوام ہیں مسلمان اس آبادی کا ایک اہم حصہ ہیں۔ ان کی مسلسل بے اطمینانی اور پریشانی کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ صرف انہی کا نہیں بلکہ پورے ملک کا ارتقاء رک جائے اور اس کی قوتیں اور وسائل و ذرائع ضائع ہوتے رہیں۔

آخر میں مجلس شوریٰ مسلمانانِ ہند کو تلقین کرتی ہے کہ وہ حالات کی ناسازگاری کے باوجود اللہ پر بھروسہ رکھیں اور اس کی بندگی اور صالح کردار سے اپنی زندگیوں کو آراستہ کریں کیونکہ اللہ کی رضا اور صالح کردار ہی اس طرح کی تمام مشکلات کا مجرب اور کامیاب حل ہے اور اسی کے سہارے مسلمان پچھلے ادوار میں نازک ترین حالات کا مقابلہ کرسکے اور اپنے کٹر دشمنوں کو اپنا مخلص دوست بنا سکے ہیں۔

مجلس شوریٰ ان شہداء اور مظلومین کے حق میں دعائے خیر کرتی ہے جو حالیہ ہنگاموں کا نشانہ بنے۔ خدائے مقلب القلوب سے دعا کرتی ہے کہ وہ اس خونِ ناحق اور مظلومیت کو انسانی ضمیر کو جگا دینے کا ذریعہ بنادے۔ جس کے نتیجے میں ہمارا ملک فرقہ وارانہ جارحیت سے نجات پاسکے اور یہاں کے تمام باشندے ایک دوسرے سے انسانی ہمدردی اور خیرخواہی کا رویہ اختیار کرتے ہوئے ملک کی ترقی و تعمیر واصلاح میں حصہ لے سکیں۔

(۳۱)

ڈی آئی آر کا بے جا استعمال

آزادی انسان کا پیدائشی اور بنیادی حق ہے اور جرم ثابت کیے بغیر کسی

کی آزادی کو سلب کرنا انسانیت کا خون کرنے کے مترادف ہے لیکن ہماری حکومت کے منھ کو یہ خون لگ گیا ہے۔ وہ ہنگامی حالات کو بہانہ بنا کر ڈی آئی آر کی تلوار کو عوام کی گردنوں پر لٹکائے ہوئے ہے اور سی آئی ڈی کی بے بنیاد رپورٹوں، سیاسی رقابتوں اور مقامی حکام اور پولیس اور سی آئی ڈی کی ذاتی دشمنیوں کی بنیاد پر اس کا اندھا دھند استعمال کر رہی ہے۔ یہ صورت حال حق وانصاف، ملک کے سیاسی مستقبل اور جمہوریت کے لیے انتہائی خطرناک ہے اور اس لیے مجلس شوریٰ اس کی پرزور مذمت کرتی ہے۔

ڈی، آئی، آر کے ناروا اور اندھا دھند استعمال کی نمایاں مثالیں جماعت اسلامی ہند کے کارکنوں کی گرفتاریاں ہیں۔ جماعت اسلامی سے خواہ کسی کو کتنا ہی اختلاف ہو، یہ کسی طرح ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ جماعت نے کبھی تخریبی سرگرمیوں میں حصہ لیا ہو۔ ملک کے امن وامان کو غارت کرنے کی کبھی کوشش کی ہو، یا کبھی کوئی غیر آئینی رویہ اختیار کیا ہو۔ جماعت اسلامی اپنی تمام سرگرمیوں میں اخلاقی حدود کی پابند ہے اور اپنے نصب العین کے حصول کے لیے اخلاقی پرامن اور تعمیری طریقے ہی اختیار کرتی ہے۔ ایک ایسی جماعت کے کارکنوں کو عدالت سے جرم ثابت کیے بغیر سالہا سال تک گرفتار رکھنا، عدالتی فیصلوں سے مجبور ہو کر رہا کرنے کے فوراً بعد دوبارہ گرفتار کر لینا۔ گرفتار شدگان کو رہا کرنے کے بجائے مزید گرفتاریاں کرتے چلے جانا، اور پرامن اور تعمیر پسند شہریوں کی آزادی سلب کرنے کے لیے ڈی، آئی، آر کا حربہ استعمال کرنا کسی طرح بھی کسی جمہوری و دستوری حکومت کو زیب نہیں دیتا۔ حق وانصاف، جمہوریت اور ملک کی سلامتی کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ اس طرح کے تمام آمرانہ اور ظالمانہ اقدامات کو فوراً واپس لیا جائے۔

مجلس شوریٰ کو اس امر پر بھی تشویش ہے کہ نظر بند رفقار کے ساتھ جیلوں میں ناروا سلوک ہو رہا ہے۔ ان میں سے بعض رفقار کو بی کلاس بھی نہیں دی گئی ہے۔ حالانکہ وہ اپنی پوزیشن کے لحاظ سے اس کے مستحق تھے۔ اس صورت حال کا بعض کارکنوں پر تشویشناک اثر پڑا ہے اوران کی صحت تباہ ہو کر رہ گئی ہے۔ اگر حکومت نے ان کی آزادی سے انھیں محروم کیا ہے تو کیا انسانیت، جمہوریت اور حق و انصاف کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ان کی صحت کے ساتھ کھیلا جائے اور انھیں ذہنی و جسمانی اذیتوں میں بتلا کر دیا جائے۔

(۴)

اُردو کو اس کا جائز حق دیا جائے

اُردو کے جائز اور منصفانہ مطالبات کو جس طرح مسلسل نظر انداز کیا جاتا رہا ہے اس میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کی حالیہ لسانی قرارداد سے کوئی فرق واقع نہیں ہوا ہے اس لیے مجلس شوریٰ حکومت سے پر زور مطالبہ کرتی ہے کہ:

۱۔ اُردو کو یوپی۔ بہار۔ دہلی۔ پنجاب۔ ہماچل پردیش۔ راجستھان۔ مدھیہ پردیش۔ آندھرا۔ مہاراشٹرا اور میسور کی علاقائی زبان تسلیم کرے۔

۲۔ اگر حکومت سہ لسانی فارمولا نافذ کرنے پر مصر ہے تو مندرجہ بالا ریاستوں کی حد تک اُردو کو لازماً اس میں جگہ دے۔ کیونکہ وہ ان علاقوں کی زبان ہے۔

۳۔ ملک کی باقی تمام ریاستوں میں اُردو کی تعلیم کا مناسب بندوبست کرے خصوصاً اُردو کی تعلیم کے لیے اساتذہ کے تقرر، ان کی ٹریننگ، درسی کتب کی تیاری اور بر وقت فراہمی وغیرہ کے سلسلے میں۔

۴۔ اُردو رسم الخط کو برقرار رکھے۔

۵۔ دستور کی دوسری قومی زبانوں کی طرح اُردو کی توسیع و ترقی کا بھی اہتمام کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ اُردو نہ صرف ملک کی کثیر آبادی کی مادری زبان ہے بلکہ ملک کے گوشے گوشے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور ہر مذہب و ملت کے لوگ اسے بولتے اور سمجھتے ہیں۔ اس کے نشو و نما میں سب کا ہاتھ رہا ہے۔ یہ شمالی اور جنوبی ہند کے مابین رابطہ کی زبان ہے اور اس کے ساتھ نہایت ترقی یافتہ اور ادبی و علمی زبان ہے۔ انصاف اور ملک کے حقیقی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ اسے فروغ دینے اور اس کا جائز مقام دلانے میں بلا لحاظ مذہب و ملت سب لوگ تعاون کریں لیکن مسلمانوں پر خاص طور سے یہ ذمہ داری آتی ہے کیونکہ عربی کے بعد ان کا دینی و تہذیبی سرمایہ سب سے زیادہ اسی زبان میں ہے اس لیے مجلس شوریٰ مسلمانانِ ہند سے خاص طور پر اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے طور پر اُردو زبان اور اس کے رسم الخط کی تعلیم و ترویج کا پورا پورا اہتمام کریں۔ ایسا نہ ہو کہ حکومت کی دھاندلیوں کے نتیجے میں نئی نسل کا رشتہ اپنے دین و تہذیب اور دینی و تہذیبی لٹریچر سے منقطع ہو جائے۔

مجلس شوریٰ

منعقدہ مارچ ۱۹۶۶ء

جماعت اسلامی ہند کی مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس زیر صدارت مولانا ابواللیث صاحب امیر جماعت اسلامی ہند بتاریخ ۱۱ر مارچ ۱۹۶۶ء بعد نماز جمعہ ۳ بجے سہ پہر سے شروع ہوا اور ۱۷ر مارچ ۶۶ء کی شب میں بحمداللہ بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

اس اجلاس میں جملہ ارکانِ شوریٰ جن کے نام حسب ذیل ہیں، شریک رہے:

جناب کے، سی عبداللہ صاحب (کیرلا)، جناب عبدالرزاق لطیفی صاحب (حیدرآباد) جناب انیس الدین احمد صاحب (بہار) جناب نجات اللہ صدیقی صاحب (علی گڈھ) مولانا سید حامد علی صاحب (میرٹھ) جناب سید احمد عروج قادری صاحب (حلقہ مرکز، رام پور) جناب افضل حسین صاحب (مرکز، دہلی)، جناب شمس پیرزادہ صاحب (بمبئی)، مولانا نظام الدین صاحب (بھوپال) جناب محمد شفیع صاحب مونس (میرٹھ)، جناب محمد عبدالحی صاحب (رام پور) مولانا صدرالدین

صاحب (حلقہ مرکز، رام پور) جناب محمد مسلم صاحب (مرکز، دہلی)، جناب سید حامد حسین صاحب (مرکز، دہلی)، اور محمد یوسف (رفیق جماعت)

جناب محمد یوسف صاحب صدیقی خصوصی دعوت پر اجلاس کی اکثر نشستوں میں شریک رہے۔

کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوا اس کے بعد محترم امیر جماعت نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ اب ایجنڈے کے مطابق کارروائی کا آغاز ہو رہا ہے اور سالانہ اجلاس میں جو مسائل برائے غور و فیصلہ پیش کئے جاتے ہیں وہ سامنے آئیں گے، اللہ ہماری رہنمائی فرمائے۔ آمین۔

گذشتہ روداد شوریٰ کی خواندگی

سب سے پہلے شوریٰ منعقدہ جون ۶۵ء کی روداد پڑھ کر سنائی گئی۔ جس پر ارکان شوریٰ نے اپنے توثیقی دستخط ثبت کیے۔

سالانہ رپورٹ کی خواندگی

اس کے بعد جماعت کی سالانہ رپورٹ کی خواندگی ہوئی۔ یہ رپورٹ مرکزی شعبہ جات تنظیمی حلقوں اور علاقائی دار الاشاعتوں کی کارکردگی نیز گذشتہ شوریٰ کے فیصلوں کے عمل درآمد کی روداد پر مشتمل تھی۔

سالانہ رپورٹ میں ڈی آئی آر کے تحت رفقا کی گرفتاریوں اور جنگ کے دوران میں عام رفقائے جماعت کی حالت کا جو تذکرہ کیا گیا تھا اس کے سلسلہ میں ارکان شوریٰ نے بھی اپنے تاثرات بیان کیے اور آخر میں مجلس نے اس بات پر اظہار اطمینان کیا کہ ہندوستان و پاکستان کے تصادم کے دوران میں مسلمانوں کے لیے بالعموم اور رفقائے جماعت کے لیے بالخصوص جو ناموافق اور تکلیف دہ حالات پیدا کر دیئے گئے تھے ان میں بحمد اللہ رفقائے جماعت کا مورل خاصا اونچا رہا۔ انھوں

نے بے جا خوف و ہراس میں مبتلا ہوئے بغیر ایک طرف تو اپنی شہری ذمہ داریوں کو بھی جہاں تک ان کو موقع مل سکا پورا کرنے کی کوشش کی اور دوسری طرف جماعتی پروگرام کو بھی حسب معمول برقرار رکھا۔ البتہ مجلس نے محسوس کیا کہ اس مدت میں کہیں کہیں ان سے کچھ کوتاہیاں بھی سرزد ہوئیں جن کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً بعض مقامات پر کچھ بے وجہ طور پر ہفتہ وار یا ماہانہ اجتماعات باقاعدگی سے جاری نہیں رکھے جا سکے۔ یا پبلک کے موریل کو بلند رکھنے، شکوک و شبہات کی فضا کو صاف کرنے اور مسلمانوں میں جو خوف و ہراس وقتی طور پر طاری ہو گیا تھا اسے دور کرنے کے لیے بروقت ضروری اقدامات کرنے میں کوتاہی برتی گئی اور گرفتار شدگان کے متعلقین کی امداد کے سلسلہ میں بھی نسبتاً محفوظ مقامات کے رفقاء نے توقع کے مطابق سرگرمی نہیں دکھائی۔

مجلس نے اس بات پر بھی اظہار اطمینان کیا کہ ہمارے جو رفقاء اس موقع پر ڈی، آئی، آر کے تحت گرفتار کیے گئے تھے ان کا اور ان کے متعلقین کا طرز عمل بالعموم قابل تعریف رہا ہے جس پر مجلس نے انھیں مبارک باد پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور دین و دنیا میں ان کو بہتر اجر عطا فرمائے۔

مجلس نے مختلف تنظیمی حلقوں کی رپورٹوں اور ان علاقوں میں جماعت کی کارکردگی پر غور کیا اور اس سلسلہ میں اپنے مشورے نوٹ کرائے۔

علاقائی زبانوں میں دینی لٹریچر

شوریٰ میں پہلے یہ طے کیا جا چکا ہے کہ علاقائی زبانوں میں اسلامی لٹریچر بالخصوص قرآن، حدیث اور سیرت کے بارے میں جو کتابیں پہلے سے موجود ہیں ان کے بارے میں معلومات فراہم کی جائیں کہ ان کے

مصنفین کون ہیں، کب شائع ہوئی ہیں اور قابل حصول ہیں یا نہیں اور کس حد تک قابلِ اطمینان ہیں اور پھر ارباب خیر کے تعاون سے ان زبانوں میں اسلامی لٹریچر بالخصوص قرآن مجید کو منتقل کرنے کی کوشش کی جائے لیکن گزشتہ سال غیر معمولی حالات کی وجہ سے اس سلسلہ میں کوئی خاص پیش رفت نہیں ہو سکی، چونکہ یہ ہمارے ملک کی ایک بہت بڑی ضرورت اور مسلمانان ہند کی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اس لیے شوریٰ نے توجہ دلائی کہ اس کی خاص طور سے فکر کرنی چاہیئے اور یہ امید ظاہر کی کہ اس کارِ خیر میں اصحاب خیر سے پورا تعاون حاصل ہو سکے گا۔

حسابات اور آڈٹ رپورٹ

سال گزشتہ کے بجٹ کی روشنی میں مرکزی بیت المال کی آمد و صرف کی رپورٹ جس کے ساتھ آڈیٹر کی رپورٹ بھی منسلک تھی، پیش کی گئی جس کی ارکانِ شوریٰ نے توثیق کی۔

حالات حاضرہ پر غور

مجلس نے حالات حاضرہ پر بھی غور و فکر کیا اور حسب ذیل عنوانات پر قرار دادیں منظور کیں جو دعوت مورخہ ۱۹ر اور ۲۲ر مارچ ۶۶ء میں شائع کی جا چکی ہیں:

۱۔ اعلان تاشقند
۲۔ ایمرجنسی
۳۔ ڈی، آئی، آر
۴۔ غذائی صورت حال
۵۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۶۔ ملک میں حالیہ بے چینی
۷۔ ملک کی موجودہ صورت حال کا علاج

۸۔ اُردو کی علاقائی حیثیت۔

فسادات کے مسئلہ پر غور کرتے وقت یہ بات بھی طے کی گئی کہ حکومت کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی جائے کہ جہاں کہیں فسادات کی وجہ سے شہریوں کو جانی اور مالی نقصانات پہنچیں وہاں حکومت اس کا پورا پورا معاوضہ ادا کرے۔ نیز یہ بھی طے کیا گیا کہ اس سلسلہ کی کوششوں میں دوسری جماعتوں سے تعاون حاصل کیا جائے۔

مجلس نے یہ بھی طے کیا کہ ایمرجنسی اور ڈی آئی آر کے خاتمہ کے لیے دیگر سیاسی جماعتوں کے ساتھ اشتراک و تعاون کیا جائے۔

داخلی نظم کا استحکام اور تعارف دعوت

طے کیا گیا کہ تربیت و دعوت اور استحکام نظم کے سلسلے میں صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے آئندہ دو سال کے لیے مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کیا جائے۔

- ارکان شعبہ تنظیم مجموعی طور پر ملک کے کم از کم ۵، ایسے مقامات کا دورہ کریں گے جہاں جماعتیں قائم ہیں اور ہر مقام کا دورہ کم از کم دو دنوں پر مشتمل ہوگا۔ ہر مقام پر ایک ایسا تربیتی پروگرام رکھا جائے گا جو تربیت کے ان مقاصد و ذرائع کی روشنی میں مرتب کیا جائے۔ جن کی نشاندہی کی جا چکی ہے۔ اسی اجتماع میں دعوتی کام کی اہمیت اس کے طریقوں اور اس کے لیے ضروری تیاریوں کی طرف بھی توجہ دلائی جائے گی۔
- رفقاء کے تربیتی مطالعہ کے لیے اس عرصہ میں دو کتابیں تیار کی جائیں گی۔
- رپورٹوں کا نظم بہتر بنانے کی سعی کی جائے گی۔
- ہر تنظیمی حلقہ میں غیر مسلموں میں دعوتی کام کے لیے تیاری اور اس کی تدابیر پر

غور کرنے کے سلسلے میں سال میں ایک بار ایک دو روزہ اجتماع ہوگا جس میں مطالعہ اور مذاکرہ کا پروگرام رکھا جائے گا اور جو ارکان غیر مسلموں میں دعوتی کام کا تجربہ رکھتے ہیں وہ اپنے تجربات بیان کریں گے اور ان پر تبادلۂ خیال ہوگا۔ مذکورہ بالا مدت میں تمام تنظیمی حلقوں سے بہ حیثیت مجموعی کم از کم ۵۰ کارکنوں کا انتخاب کیا جائے گا جو اپنے حلقۂ کار اور معلومات کی مناسبت سے غیر مسلموں میں دعوتی کام کے لیے خاص طور سے موزوں ہوں۔

اخبار دعوت

اخبار دعوت کے نظم کو زیادہ بہتر بنانے اور اس کے معیار کو بلند کرنے کے سلسلے میں مجلس نے غور و خوض کیا اور اس ضمن میں ارکان مجلس کی جانب سے کئی ایک مفید مشورے آئے جن پر عمل درآمد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ امید ہے کہ انشاء اللہ اس سال اپنی اشاعت اور افادیت دونوں اعتبار سے اخبار دعوت بہت ترقی کرے گا۔

دعوت کا ہندی ایڈیشن

ہندی داں طبقے میں دعوت اسلامی کے تعارف کے سلسلے میں ایک ہندی ہفتہ وار کی ضرورت بہت پہلے سے محسوس کی جا رہی تھی اور اب اس ضرورت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

ہندی جاننے والے مسلمان اور غیر مسلم عوام تک ہماری باتیں نہ پہنچنے کا ایک بڑا اثر یہ ہے کہ اس حلقے میں آسانی سے اسلام اور مسلمانوں اور جماعت اسلامی کے سلسلے میں غلط فہمیاں پیدا کی جا سکتی ہیں۔

ہندی کے ہفتہ وار اخبار کی اشاعت کے سلسلے میں عام اندازہ یہ ہے کہ کم و بیش ۲½ ہزار روپے ماہوار کا خسارہ برداشت کرنا ہوگا اور شاید یہ خسارہ ۳۔۴ سال تک اٹھانا پڑے گا۔ بہر حال یہ طے کیا گیا کہ اس مسئلے میں عام لوگوں

کی رائے معلوم ہونے کے بعد ہی کوئی عملی قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔

مارگ دیپ

پونا کے گذشتہ فسادات کے دوران مرہٹی ہفت روزہ "مارگ دیپ" کے دفاتر کو نذرِ آتش کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے مرہٹی دارالاشاعت اور "مارگ دیپ" کو ہزاروں کا مالی خسارہ برداشت کرنا پڑا۔ اس لیے طے کیا گیا کہ "مارگ دیپ" کو سردست بند رکھا جائے اور آئندہ جب مالی حالات وغیرہ اجازت دیں تو اس کے اجرار کا اس موقع پر غور و فیصلہ کیا جائے۔

اعلیٰ تعلیم کی درس گاہ کا قیام

یہ ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی کہ جماعت اپنی مکمل تعلیمی اسکیم نافذ کرے تاکہ تکمیل کے بعد طلبار کالجوں اور دارالعلوموں کی تعلیم کی محتاج نہ رہیں اور تحریک وملت کی ضروریات کے لیے کارآمد بنائے جا سکیں۔ لیکن غیر معمولی مصارف کا بار، وسائل وذرائع کی کمی معتد بہ تعداد میں موزوں طلباء کی فراہمی میں دقتیں اور باصلاحیت اساتذہ کے حصول میں دشواریاں مانع رہیں اور اب تک مرکزی درس گاہ میں تعلیم کی تکمیل کا بندوبست نہ کیا جا سکا تھا۔ ادھر چند سال سے اس ضرورت کا احساس شدید تر ہوتا جا رہا تھا۔ چنانچہ شوریٰ نے فیصلہ کیا ہے کہ:

۱۔ ابتدائی درس گاہ کو پرائمری اور جونیر یعنی کل آٹھ درجات تک محدود رکھا جائے گا اور ان میں وہی نصاب تعلیم نافذ کیا جائے گا جو مرکزی درسگاہ کی آٹھویں جماعت تک کے لیے جماعت اسلامی کی طرف سے منظور شدہ ہے۔

۲۔ اعلیٰ تعلیم کی ایک درس گاہ قائم کی جائے گی جو نویں تا چودھویں، کل چھ

جماعتوں پر مشتمل ہوگی۔ اور جو درجہ بدرجہ چھ سال میں مکمل ہو جائے گا۔

معتدبہ تعداد میں موزوں طلبار کے حصول کے لیے ہر درجے میں کم و بیش دس وظائف کا بندوبست کرنا ہوگا تاکہ ایسے باصلاحیت اور علمی ذوق رکھنے والے طلبار بھی اعلیٰ تعلیم سے استفادہ کر سکیں جن کی تعلیم میں وسائل کی کمی مانع ہو۔

موزوں طلبار کے حصول اور وظائف کے لیے فنڈ کی فراہمی کے سلسلے میں تنظیمی حلقوں سے مدد لی جائے گی جو ان اہل خیر حضرات تک یہ بات پہنچائیں گے جو اس طرح کی اسکیم سے اتفاق اور دلچسپی رکھتے ہوں اور اس سلسلے میں کچھ خرچ کرنے کو تیار ہوں۔

توقع ہے کہ مقامی درس گاہیں بھی موزوں طلبار کے حصول اور ان کے یے وظائف کے بندوبست میں تعاون کر سکیں گی۔

کل ہند اجتماع

کل ہند اجتماع کے انعقاد کے مسئلہ پر بھی غور و خوض کیا گیا اور طے کیا گیا کہ اس مسئلہ پر آئندہ شوریٰ میں غور کیا جائے۔

یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ اگست میں مجلس شوریٰ کا ایک غیر معمولی اجلاس طلب کیا جائے جس میں کچھ ضروری بنیادی مسائل پر کتاب و سنت کی روشنی میں غور کیا جائے۔

جماعت کے داخلی امور

جماعت کے ہمہ وقتی کارکنوں کے مشاہروں اور ضوابط رخصت وغیرہ سے متعلق بعض تجاویز سامنے آئیں جن پر غور و خوض کے بعد مناسب فیصلے کیے گئے۔

بجٹ

آخر میں بجٹ پیش کیا گیا۔ متوقع آمدنی -/۷۱،۲۰۰ اور متوقع مصارف ایک لاکھ -/۱،۰۰،۰۰۰، اس طرح متوقع خسارہ -/۲۸،۸۰۰ ہوتا ہے جسے قرض لے کر پورا کرنا طے کیا گیا۔

دعا پر اجتماع برخاست ہوا۔

محمد یوسف
قیم جماعت اسلامی، ہند
(شائع شدہ دعوت ۱۰؍اپریل ۱۹۶۶ء)

قرار دادیں منظور کردہ

مجلس شوریٰ

منعقدہ مارچ ۱۹۶۶ء

۱۔ اعلان تاشقند

جماعت اسلامی ہند اس اصول پر یقین رکھتی ہے کہ قوموں اور ملکوں کے باہمی تعلقات کی بنیاد ایک دوسرے کے ساتھ مفاہمت اور خیرسگالی و انصاف پسندی پر قائم ہونے چاہئیں اور اگر ان کے درمیان کوئی اختلاف یا نزاع پیدا ہو جائے تو اسے پرامن ذرائع سے طے کرنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیئے اور حتی الوسع جنگ کی نوبت نہ آنے دینا چاہیئے۔ سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقیوں نے جنگ کو اتنا ہولناک اور تباہ کن بنادیا ہے کہ امن پسند دنیا اس کے نام سے بھی لرزہ براندام رہتی ہے اور اس سے جو تباہیاں رونما ہوتی ہیں ان سے فریقین میں سے کوئی بھی خواہ وہ فاتح ہی کیوں نہ ہو محفوظ نہیں رہ سکتا۔

جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ اپنے اسی احساس کے تحت اعلان تاشقند

کا خیر مقدم کرتی ہے اور توقع رکھتی ہے کہ دونوں حکومتیں صدق دلی سے اس پر عمل کریں گی۔

ہندوستان و پاکستان دونوں پڑوسی ملک ہیں جن کے مابین متعدد روابط ہیں۔ ان کے مفادات بھی بہت کچھ مشترک ہیں اور ان کے باہمی تعلقات کی خرابی دونوں ہی کے لیے تباہ کن ہو سکتی ہے۔ اعلان تاشقند نے اختلافی مسائل کو پرامن ذرائع سے طے کرنے کا فیصلہ کر کے تعلقات کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کا دروازہ کھول دیا ہے جس سے امید ہے دونوں ملک پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔

۲۔ ایمرجنسی کو ختم کیا جائے

ہمارے ملک میں ایک ایسا دستور نافذ ہے جس نے اپنے شہریوں کے لیے بلا امتیاز مذہب و نسل بنیادی حقوق کی ضمانت دی ہے۔ لیکن مجلس شوریٰ کو اس بات پر سخت تشویش ہے کہ ذمہ داران حکومت ان حقوق کا پورا احترام ملحوظ نہیں رکھتے اور معمولی معمولی باتوں کا سہارا لے کر شہریوں کو ان حقوق سے محروم کرتے رہتے ہیں۔ ملک میں ۱۹۶۲ء سے ایمرجنسی کا مسلسل نافذ رہنا اسی کا ایک بدترین مظاہرہ ہے۔ اگر اس کی ضرورت تھی تو وہ چین اور پاکستان کی چند روزہ جنگ تک کے لیے ہی ہو سکتی تھی لیکن مدت ہوئی دونوں کے ساتھ جنگ کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اور اب تو اعلان تاشقند نے دونوں ملکوں کے لیے پرامن طریقوں سے اپنے اختلافی مسائل طے کرنے کا راستہ کھول دیا ہے ایسی حالت میں ایمرجنسی کو بدستور شہریوں پر مسلط رکھنا جمہوریت کو پامال کر دینے کے مترادف ہے۔

مجلس اس بات پر اپنے اطمینان کا اظہار کرتی ہے کہ ملک کے ہر گوشہ اور ہر طبقہ کے لوگوں کی طرف سے امرِ جنسی کے غیر ضروری اور بے جا تسلسل پر شدید احتجاج کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک طرح سے جمہوری اقدار کے شعور و احترام کی علامت ہے لیکن حکومت کی طرف سے مسلسل گریز اور بے جا تاویلات سے کام لیا جا رہا ہے جسے کسی طرح سے صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مجلس شوریٰ اس بات کا پر زور مطالبہ کرتی ہے کہ امرِ جنسی کو فوراً ختم کیا جائے۔

۳۔ ڈی، آئی، آر کے نظر بند

مجلس شوریٰ نے اپنے گذشتہ اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی تھی۔ جس میں ڈی، آئی، آر کے اندھا دھند استعمال کی مذمت کرتے ہوئے اسے بے جا طور پر ملک کے سیاسی مستقبل اور جمہوریت کے لیے انتہائی خطرناک قرار دیا تھا۔

مجلس کو افسوس ہے کہ ہند پاک جنگ کے موقع پر پہلے سے بھی کہیں زیادہ بے احتیاطی و بیدردی کے ساتھ اس کا اندھا دھند استعمال کیا گیا ہے اور ہزاروں بے گناہ اور پر امن شہریوں کو بغیر کسی معقول وجہ کے قید و بند کی مصیبتوں میں مبتلا کر دیا گیا۔ ان کے بے سہارا اہل و عیال کو معمولی امداد سے بھی بالعموم محروم رکھا گیا اور زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ جنگ کے ختم ہونے کے اتنے دنوں بعد بھی ان میں سے کتنوں کو نہ اب تک رہا کیا گیا ہے اور نہ ان پر کسی عدالت میں کوئی مقدمہ قائم کر کے اس بات کا ثبوت فراہم کیا گیا ہے کہ واقعی ان کی سرگرمیاں کسی پہلو سے ملک کے لیے خطرناک تھیں۔ مجلس اس ضمن میں اس بات کی خاص طور سے مذمت کرتی ہے کہ یہ اعتراف کرتے ہوئے بھی کہ مسلمانوں نے ملکی دفاع میں پورا حصہ

لیا ہے، جنگ کے موقع پر ڈی آئی آر کا سب سے بڑا نشانہ مسلمانوں ہی کو بنایا گیا ہے۔

مجلس ڈی آئی آر کے اس اندھا دھند استعمال اور مسلمانوں کے ساتھ عام طور پر اور جماعت اسلامی کے ساتھ خاص طور پر اس بے جا اور ناروا سلوک کے خلاف شدید احتجاج کرتی ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ جن لوگوں کو اب تک رہا نہیں کیا گیا ہے انھیں فوراً رہا کر دے یا ان پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلائے اور جو لوگ رہا ہو چکے ہیں ان کی حیثیت عرفی اور معاش و کاروبار کو جو نقصانات پہنچے ہیں ان کی مناسب تلافی کا انتظام کرے۔

۴۔ غذائی محاذ پر حکومت اور عوام کی ناکامی

ہمارا ملک اس وقت جن غذائی دشواریوں سے دوچار ہے۔ مجلس شوریٰ ان پر گہری تشویش کا اظہار کرتی ہے۔ بارشوں سے محرومی، غذائی پیداوار کی کمی، انتظامیہ کی نااہلی اور کرپشن، تاجروں کی خود غرضی اور ذخیرہ اندوزی اور عوامی مزاج و کردار کی ناپختگی جیسے عوامل نے مل کر اس مسئلے کو کافی پیچیدہ بنا دیا ہے اور بسا اوقات یہ پیچیدگی نہ صرف امن و امان کے لیے خطرہ بن رہی ہے بلکہ وہ تمام قدریں بھی مجروح ہوتی جا رہی ہیں جن پر ہندوستانی سماج قائم تھا اور جن پر وہ فخر کرتا رہا ہے۔

جہاں تک غلے کے حصول اور تقسیم کا تعلق ہے مجلس ملکی انتظامیہ کو اس اعتبار سے ناکام سمجھ رہی ہے اور یہ ضروری خیال کرتی ہے کہ غذائی پیداوار، زرعی پالیسی اور تقسیم کے مسئلے پر از سر نو غور کیا جائے اور تمام ملکی جماعتوں کے مشورے اور تعاون سے کوئی معتدل، یکساں اور مؤثر پالیسی بنائے۔

یہ صحیح ہے کہ غذائی مشکلات کے سلسلے میں عوام کو اس وقت ایک سخت پریشانی سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے لیکن اس کا یہ دوسرا پہلو کم قابل تشویش نہیں ہے کہ ملکی عوام نے ذمہ داری، ایثار اور صبر و سکون سے مسائل پر غور کرنے اور ٹھنڈے دل سے کوئی حل نکالنے کی بجائے شہری نظم و ضبط کو توڑنے، قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے اور سنجیدہ قیادت کے ذریعہ معاملات حل کرانے کی بجائے انھیں تخریبی عوامل کے سپرد کر دینے کی روایتیں قائم کر دی ہیں۔

مجلس شوریٰ اس صورت حال کو گہری توجہ کی مستحق سمجھتی ہے اور ملک کی تمام جمہوریت پسند جماعتوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اس تخریبی مزاج کی اصلاح کو اپنا فرض اولین سمجھیں۔ مجلس شوریٰ مسلمانوں سے عموماً اور جماعتی کارکنوں سے خصوصیت سے توقع رکھتی ہے کہ وہ اس بگاڑ کو پھیلنے سے روکنے میں اپنی قوتیں اور صلاحیتیں صرف کریں گے۔

مجلس شوریٰ اسی کے ساتھ یہ بھی چاہتی ہے کہ موجودہ مشکلات پر قابو پانے کے لیے جہاں ہم دوسری عملی تدابیر اختیار کریں وہیں اپنے ذہنوں میں یہ بات بھی تازہ کر لیں کہ بارشوں کا نہ ہونا اور قحط سالی کے آثار کہیں اس بات کی علامت تو نہیں کہ ہمارا رشتہ اپنے مالک سے کمزور ہو گیا ہے۔ یہ خالق ارض و سما کی تنہا ذات ہے جس کے ہاتھ میں انسان کے رزق کی کنجیاں ہیں۔ اسی کے حکم سے کھیتیاں لہلہاتی ہیں اور بادل پانی برساتے ہیں۔ انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ ہر ایسی افتاد پر اپنی کوتاہیوں اور نافرمانیوں کا جائزہ لے اور رازق حقیقی سے اپنا رشتہ مضبوط کرے اور دعا کرے کہ وہ ہمیں اپنے فضل خاص سے نواز کر موجودہ پریشانیوں سے نجات دے۔

٭ ٭ ٭

۵۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

جماعت اسلامی ہند کی مجلس شوریٰ کا یہ اجلاس اس بات پر رنج وافسوس کا اظہار کرتا ہے کہ مسلمانان ہند کے متفقہ احتجاج اور مطالبوں کے باوجود حکومت ہند نے ان کی عظیم ملّی ادارہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے متعلق اپنے غیر جمہوری اقدامات کو واپس نہیں لیا۔ یونیورسٹی اٹانومی کے مسلمہ اصول اقلیتوں کے اس دستوری حق کے علی الرغم کہ وہ اپنے تعلیمی ادارہ کو اپنے نمائندہ اور معتمد علیہ افراد کے ذریعہ چلائیں آرڈی ننس نافذ کیا گیا اور اسی آرڈی ننس کو مسلم یونیورسٹی ایکٹ (۱۹۶۵ء) کی شکل دے دی گئی۔

ایک جمہوری ملک میں اقلیت کے لیے اپنے جمہوری اور دستوری حقوق کے تحفظ کی شکل یہی ہے کہ وہ دلائل کے ساتھ اپنے مطالبوں کو ذمہ داران حکومت کے سامنے نیز پریس اور پلیٹ فارم کے ذریعہ ملک کی رائے عامہ کے سامنے پیش کریں۔ ایسے مطالبوں سے بے اعتنائی ملک میں جمہوریت کے مستقبل کے لیے اندیشہ ناک ہے۔ اور اس سے اقلیتوں میں غلط قسم کے رجحانات پیدا ہوتے ہیں جن کا فروغ پانا ملک کے کسی بہی خواہ کے نزدیک بھی پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ اس صورت حال کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حکومت اپنے طرز عمل میں اصلاح کر کے اقلیتوں میں یہ اعتماد بحال کرے کہ وہ ان کے جائز مطالبات کو سننے اور تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے۔ مسلم یونیورسٹی کے لیے مستقل ایکٹ بناتے وقت حکومت کو ان مطالبوں کا پورا وزن محسوس کرنا چاہیے۔ جو دلائل کے ساتھ مسلسل پیش کیے جاتے رہے ہیں۔ ان مطالبوں کو مجلس شوریٰ اپنی قرارداد بابت جون ۱۹۶۵ء میں واضح کر چکی ہے اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کی یاد دہانی کے لیے بعض اہم امور کی دوبارہ صراحت کر دی جائے۔

۱۔ مستقل مسلم یونیورسٹی ایکٹ بنانے کے لیے نیا بل جلد از جلد پیش کیا جائے تاکہ یونیورسٹی پر موجودہ غیر جمہوری ایکٹ کی حکمرانی ختم ہو۔

۲۔ مستقل ایکٹ میں اس بات کی ضمانت دی جائے کہ یونیورسٹی میں مسلم کیریکٹر برقرار رکھا جائے گا اور اس کی رو سے حسب سابق مسلم یونیورسٹی میں دین اور اخلاقی تعلیم و تربیت کا اور دینیات، اسلامی علوم، عربی و فارسی، اردو زبان و ادب اور ہندوستان میں مسلم دور کی تاریخ کی تعلیم اور ان علوم یا ریسرچ کا خصوصی اہتمام کیا جائے گا۔

اس سلسلے میں دوسرے اہم امور کی نشاندہی قرارداد مجلس شوریٰ بابت ۱۹۶۵ء میں بہ تفصیل کی جاچکی ہے۔

۳۔ مسلم یونیورسٹی کے نام میں کسی طرح کی تبدیلی مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول ہے۔ ایک تاریخی ادارہ کا نام تبدیل کرنا خود ایک غیر دانشمندانہ اقدام ہے۔ مزید برآں یہی نام موجودہ حالات میں یونیورسٹی کے مسلم کردار کی علامت اور اس کی ضمانت بھی ہے۔ حکومت ہند بارہا اس امر کا اعلان کر چکی ہے کہ یونیورسٹی کا مسلم کردار باقی رکھا جائے گا۔ اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یونیورسٹی کے موجودہ نام کو علیٰ حالہٖ برقرار رکھا جائے۔

اس ضمن میں مجلس شوریٰ مسلم یونیورسٹی کی موجودہ نامزد کورٹ کی اس تجویز کو ناقابل اعتناء قرار دیتی ہے کہ یونیورسٹی کا نام نیشنل مسلم یونیورسٹی کر دیا جائے۔ نامزد کورٹ کسی نمائندہ حیثیت کی حامل نہیں اور اس کی رائے کو اس کے ممبروں کی ذاتی رائے سے زیادہ حیثیت نہیں دی جاسکتی۔ [illegible] مجوزہ ترمیم غیر ضروری ہے، مضر اور غلط فہمیاں پیدا کرنے کی موجب ہے۔ بلکہ [illegible] یونیورسٹیاں نیشنل ادارے ہیں اور کسی ایک [illegible] نام [illegible] اس کی صراحت

بے معنی ہے۔

۴۔ مجلس شوریٰ اس امر پر بھی رنج و افسوس کا اظہار کرتی ہے کہ ابھی تک یونیورسٹی کے احاطہ میں پولیس تعینات ہے جس سے یونیورسٹی کے اندر یا باہر غلط نفسیاتی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اب جبکہ ایک عرصہ سے یونیورسٹی کا نظم و نسق معمول کے مطابق چل رہا ہے اور طلباء میں نظم و ضبط کی کمی سے کوئی نیا مظاہرہ گزشتہ دس ماہ سے نہیں ہوا ہے پولیس کے تعینات رہنے کی کوئی وجہ جواز باقی نہیں رہی ہے۔

مجلس حکومت اتر پردیش سے مطالبہ کرتی ہے کہ یونیورسٹی کے احاطہ سے پولیس کو واپس بلالے۔

۵۔ یونیورسٹی میں رونما ہونے والے ناخوشگوار واقعہ کے نتیجہ میں یونیورسٹی کے طلباء کی ایک کثیر تعداد پر مقدمات قائم کیے گئے ہیں۔ یہ طلباء عرصہ تک جیل میں رہنے کے بعد ضمانت پر رہا ہوئے ہیں تقریباً ان طلباء کو یونیورسٹی سے خارج کرکے مزید تعلیم حاصل کرنے کے حق سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔

مجلس کی رائے میں گزشتہ دس ماہ میں ان طلباء کو جو پریشانیاں اٹھانی پڑی ہیں ان کے بعد اب مناسب یہی ہے کہ جس طرح اس قسم کے دوسرے مقدمات کو حکومت ایک عرصہ کے بعد واپس لیتی رہی ہے۔ اسی طرح ان کے خلاف مقدمات کو بھی واپس لے لے۔ حکومت سے ان طلباء کے خلاف مقدمات کے اٹھا لینے کے مطالبہ کے ساتھ مجلس یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد سے یہ بھی مطالبہ کرتی ہے کہ ان طلباء کو آئندہ تعلیمی سال میں یونیورسٹی میں داخلہ لینے کی اجازت دے دے۔

؛

۶۔ مصلحین آگے بڑھیں

ہمارے ملک میں مذہبی، تہذیبی، علاقائی، معاشی اور لسانی بنیادوں پر یا دوسرے اسباب کی بنا پر فتنہ و فساد کے شعلے جس تیزی سے بڑھتے چلے جارہے ہیں اور حال ہی میں بنگال، پنجاب، دہلی نیز بعض دیگر علاقوں میں جو صورت حال پیدا ہوگئی ہے اس پر مجلس شوریٰ نہایت غم و تشویش کا اظہار کرتی ہے اور اہل ملک کو اس صورت حال کے مستقل حل کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ملک کی موجودہ صورت حال آناً فاناً پیدا نہیں ہوئی ہے بلکہ اس کی جڑیں ماضی و حال میں خدا اور مذہب کے غلط تصور نیز خدا بیزار افکار و خیالات میں پائی جاتی ہیں، جنھوں نے ہماری پوری زندگی میں فساد برپا کر رکھا ہے، ان تصورات و خیالات کے بعض عملی مظاہر وہ ہیں جنھیں مختلف لوگ ہڑتال، اسٹرائک، بندھ، مرن برت، خود سوختنی، لیڈروں کے پتلے جلانے وغیرہ جیسی مختلف صورتوں میں اختیار کرتے رہتے ہیں اور نتیجۃً اتلاف جان و مال، آبروریزی لوٹ مار، آتشزدگی وغیرہ ہمارے عوام کی ایک خاصی تعداد حتیٰ کہ نوخیز طلبا کا بھی آئے دن کا محبوب مشغلہ بنتا چلا جارہا ہے۔ جس کو مفاد پرست لیڈران اور ممبران مجالس قانون ساز کی غیر حکیمانہ روش سے غذا ملتی رہتی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ایسی شرانگیز سرگرمیوں کو قانوناً بند کر دیا جاتا۔ لیکن چونکہ مروجہ قانون اس سلسلہ میں بے بسی کا اظہار کرتا ہے اس لیے مجلس اپنے ابنائے وطن بالخصوص سیاسی پارٹیوں سے اپیل کرتی ہے کہ چوں کہ ایسی سرگرمیاں ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوئی ہیں اس لیے وہ ان سے کلیتہً اجتناب برتیں اور اپنے اختلافات و مسائل کو پرامن طریقوں اور صلح و آشتی سے حل کرلیا کریں، ورنہ اندیشہ ہے کہ اتحاد و قومی

یک جہتی جیسے بلند بانگ نعروں کے علی الرغم ہمارا ملک پارہ پارہ ہو جائے گا اور ہمارا باہمی نفاق ہمیں تباہ و برباد کر دے گا۔

مجلس کو اس بات کا پورا احساس ہے کہ نظم و نسق کا قیام حکومت کی اہم ذمہ داری ہے لیکن اسی کے ساتھ اس کا یہ فریضہ بھی کم اہم نہیں ہے کہ وہ غیر متعصبانہ بے لاگ اور منصفانہ طور پر پارٹی بندی سے بلند ہو کر بر وقت نزاعی معاملات و مسائل یا مشکلات کو حل کر دیا کرے تاکہ لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ کم سے کم پیدا ہو سکے۔ ساتھ ہی حکومت کو اس حقیقت پر بھی یقین پیدا کرنا چاہیئے کہ ایک فلاحی ریاست دراصل وہی ہو سکتی ہے جو بالکل ہی ناگزیر حالات میں کم از کم قوت کا استعمال کرے۔ کیوں کہ جبر و تشدد اہل ملک کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوا کرتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام میں وہ شعور بیدار کیا جائے جس سے وہ اپنے بھلے اور برے میں تمیز کر سکیں اور برائی کو چھوڑ کر بھلائی کی طرف پیش قدمی کر سکیں۔ مجلس کا یقین ہے کہ انسان اپنی فطرت میں خیر پسند اور صلح پسند واقع ہوا ہے اور اگر سوسائٹی اور اسٹیٹ اس کی صحیح رہنمائی کا انتظام کر سکیں تو وہ نہ صرف ملک بلکہ پوری انسانیت کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اس پس منظر میں بالخصوص طلبا کی بے راہ روی دور کرنے کے سلسلے میں ایسے نظام تعلیم و تربیت کی ضرورت بالکل واضح ہے جو اعلیٰ کردار کے حامل، خدا ترس شہری فراہم کر سکے۔ اگر ایک دانا اور بینا ہستی کے سامنے اپنے کارناموں کی جوابدہی کا احساس اور اولاد آدم کا جذبہ عمومی طور پر پیدا کر دیا جائے تو یقیناً صورت حال بہتر بن سکتی ہے۔ اس احساس اور جذبہ کے نشو و نما کے سلسلے میں، نیز موجودہ صورت حال کو بدلنے میں ان لوگوں کی ذمہ داری کم نہیں ہے جو اس ضمن میں صحیح مذہبی و اخلاقی اقدار کی افادیت کے قائل

ہیں اور ان لوگوں کی ذمہ داری تو یقیناً نہایت اہم ہے جو خدا اور آخرت دونوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ایک مصلح گروہ کی حیثیت سے سامنے آنا چاہیئے اور عوام کو یہ حقیقت یاد دلاکر کہ خدا اور بندے اور انسان اور انسان کے تعلق کو منقطع کرنے یا بگاڑنے ہی سے دنیا میں فساد پھیلا کرتا ہے۔ ملک کو اس تباہی سے بچانے کی فکر کرنی چاہیئے جس کی طرف وہ بڑی تیزی کے ساتھ لپکا جا رہا ہے۔

آخر میں مجلس بنگال، پنجاب، دہلی وغیرہ کے ان مقتولین کے پسماندگان سے نیز ان لوگوں سے جن کو مالی نقصان پہنچا ہے اظہار ہمدردی کرتی ہے، اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ملک کو حقیقی فلاح کے راستے پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

۷۔ اُردو کی علاقائی حیثیت

مجلس شوریٰ نے گزشتہ اجلاس کے موقع پر اُردو کے سلسلہ میں اپنی قرارداد میں بہار، دہلی، پنجاب، ہماچل پردیش، راجستھان، مدھیہ پردیش، آندھرا، مہاراشٹر اور میسور کی ریاستوں میں اُردو کو علاقائی زبان تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔

اس سلسلے میں مجلس شوریٰ ریاست آندھرا پردیش میں اُردو کو علاقائی زبان قرار دیئے جانے سے متعلق ریاست آندھرا کے مختلف وزراء بالخصوص چیف منسٹر آندھرا پردیش کے وعدوں اور تیقنات سے توقع رکھتی ہے کہ ۲۷ر مارچ کو آندھرا اسمبلی میں سرکاری زبان بل کو پیش کرتے وقت وہ آندھرا پردیش کے لاکھوں اُردو بولنے والے عوام کی متفقہ خواہش اور ضرورت کے پیش نظر

اُردو کو علاقائی زبان تسلیم کرکے جمہوریت کے تقاضے پورے کرے گی۔

مجلسِ شوریٰ ریاست آندھرا میں اُردو کو علاقائی زبان قرار دینے کے سلسلہ میں ساری اُردو تنظیموں نیز بلالحاظ مذہب و ملت سارے عوام کی متفقہ کوششوں کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور توقع رکھتی ہے کہ دوسری ریاستوں میں بھی اسی طرح کی مؤثر کوششیں کی جائیں گی۔

۸۔ ملک میں حالیہ بے چینی

ملک میں امن وامان کی موجودہ صورت حال اور فرقہ وارانہ کشیدگی اور علاقائی عصبیتوں نے جو جارحانہ رخ اختیار کر لیا ہے، مجلس شوریٰ اس پر انتہائی تشویش کا اظہار کرتی ہے۔

ہمارا ملک ایک نوخیز جمہوری ملک ہے۔ جس کی بنیاد ملکی باشندوں کی محبت اور مروت، باہمی اعتماد اور خیر خواہی اور احترام وحسن سلوک کی بلند قدروں پر استوار کرنا ہمیشہ ملکی معماروں کے پیش نظر رہا ہے۔ ان قدروں کے تحفظ کے بغیر مختلف تہذیبی اکائیوں کا ایک دوسرے کے شانہ بشانہ چلنا اور اجتماعیت کا قائم رہنا بہت دشوار ہے۔ زبان، علاقہ یا فرقہ واریت کی بنا پر مختلف تہذیبی اکائیوں کا آپس میں لڑنا یا ان میں بے اعتمادی کا احساس ابھرنا دراصل اس بات کی علامت ہے کہ ابھی ہم ان صفات کو نہیں اپنا سکے ہیں جو جمہوریت کو پروان چڑھانے کے لیے ضروری ہیں۔

آسام کے پہاڑی قبائل کی بے چینی اور تصادم، پنجاب اور دہلی میں

ہندو اور سکھ آبادیوں کا اضطراب وکش مکش، فرقہ وارانہ جارحیت جس کا ظہور ملک میں وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔ سب اجتماعیت کی روح نیز انسانیت اور انسانی جان کے اور انسانیت کے احترام کے فقدان کی کھلی نشانیاں ہیں۔

آزادی کے انیس سال کے بعد بھی ملکی عوام میں اس طرح کی بداعتمادی کی فضا قائم رہنا تمام ارباب دانش کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ اس مسئلے پر پھر سے غور کریں اور یہ سوچیں کہ ملکی دستور اس کے عمل درآمد ملکی جماعتوں کے مزاج اور طریقہ کار اور ملکی عوام کے کردار و اخلاق میں ایسی کون سی خامیاں اور خرابیاں ہیں جن سے یہ بداعتمادی پیدا ہوتی رہتی ہے۔

جہاں تک ملکی امن و امان کا تعلق ہے مجلس شوریٰ اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ عوام کا نظم وضبط کو توڑنا اور معمولی معمولی باتوں پر قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لینا جمہوریت کے لیے بہت خطرناک علامت ہے جس کی اگر پورے شدومد، حکمت وتدبر اور علو ظرفی سے اصلاح نہ کی گئی تو بہت ہی نازک حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔

مجلس شوریٰ

منعقدہ ۱۵ر جولائی تا ۲۲ر جولائی ۶۶ء

مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند کا اجلاس حسب اعلان ۱۵ر جولائی بعد نماز جمعہ ۳ بجے سہ پہر سے شروع ہوا اور ۲۲ر جولائی کو ایک مختصر نشست کے بعد دعا پر ختم ہو گیا۔ اجلاس کی صدارت محترم امیر جماعت مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی ندوی نے فرمائی۔ ارکان شوریٰ میں سے مولانا صدرالدین صاحب، مولانا سید احمد عروج قادری صاحب، مولانا سید حامد علی صاحب، جناب انیس الدین احمد صاحب، جناب کے سی عبداللہ صاحب، جناب عبدالرزاق لطیفی صاحب، جناب شمس پیرزادہ صاحب مولانا نظام الدین صاحب، جناب محمد شفیع مونس صاحب، جناب نجات اللہ صدیقی صاحب، جناب محمد عبدالحیٔ صاحب اور افضل حسین معاون قیم جماعت نے شرکت کی۔

جناب محمد یوسف صدیقی صاحب اور جناب انعام الرحمٰن خاں صاحب خصوصی دعوت پر شریک اجلاس رہے۔ جناب محمد یوسف صاحب قیم جماعت اپنی

علالت اور جناب محمد مسلم صاحب مدیر دعوت اپنے چچا جان کی شدید علالت کے باعث شرکت نہ کر سکے۔ مولانا سید احمد صاحب عروج قادری کی تلاوت قرآن پاک سے کارروائی کا آغاز ہوا۔ محترم امیر جماعت نے اپنی افتتاحی تقریر میں اس اجلاس کے انعقاد کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہماری صحیح رہنمائی فرمائے۔

امیر جماعت کی افتتاحی تقریر کے بعد اوقات کی تعیین اور ایجنڈے کی ترتیب کا کام مکمل کیا گیا اور ایجنڈے کے مطابق کارروائی شروع ہوئی۔

گذشتہ روداد شوریٰ کی خواندگی

گذشتہ روداد شوریٰ منعقدہ مارچ ۱۹٦٦ء کی خواندگی ہوئی۔ روداد کو سننے کے بعد بعض ارکان شوریٰ نے کچھ وضاحتی سوالات کیے جن کے جوابات امیر محترم نے دیئے۔ اس کے بعد ارکان شوریٰ نے روداد کے رجسٹر پر اپنے دستخط ثبت کیے۔

کل ہند اجتماع

میقات رواں کے لیے جماعت نے جو پالیسی اور پروگرام نافذ کیا ہے۔ اس میں میقات میں ایک مرتبہ کل ہند اجتماع کا انعقاد بھی طے کیا گیا ہے۔ اس مجلس میں کل ہند اجتماع کے انعقاد پر مزید غور و خوض ہوا اور طے کیا گیا کہ:

۱۔ کل ہند اجتماع اواخر مارچ یا اپریل ٦۷ء میں بمقام حیدرآباد منعقد کیا جائے۔

۲۔ حلقہ ہائے حیدرآباد، اورنگ آباد، بمبئی، میسور، مدراس اور آندھرا کے تمام ارکان کے لیے اجتماع میں شرکت لازمی ہوگی اِلّا یہ کہ عذر شرعی لاحق ہو۔

۳۔ حلقہ ہائے کیرلا، بھوپال اور بقیہ حلقہ ہائے شمالی ہند کے تمام ارکان کی شرکت لازمی نہیں ہوگی، البتہ امرائے حلقہ جات اور امرائے مقامی کے علاوہ جہاں دس یا زیادہ ارکان ہوں، ان میں سے ایک نمائندے کی شرکت بھی لازمی ہوگی۔ الّا یہ کہ عذر شرعی لاحق ہو۔

۴۔ جن ارکان کی شرکت لازمی نہیں ہے ان کو بھی حتی الوسع شرکت کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۵۔ ارکان شوریٰ کی شرکت بھی ضروری ہے امید ہے اس موقع پر انشاء اللہ مجلس شوریٰ کا اجلاس بھی منعقد ہوگا۔

اجتماع کے مصارف کا سرسری تخمینہ بیس ہزار روپیہ کیا گیا ہے اور طے کیا گیا کہ امرائے حلقہ جات اپنے اپنے حلقوں سے حسب حیثیت و تناسب اپنا حصّہ جلد از جلد مرکز روانہ کر دیں۔

مرکز جماعت اسلامی کے لیے نئی عمارت کی خریداری

مرکز جماعت اسلامی ہند کی موجودہ عمارت جس میں چند مرکزی شعبوں کے دفاتر رکھے گئے ہیں، جماعت کی موجودہ ضروریات کے لیے بہت ناکافی ہے۔ چنانچہ جماعت کی مجلس شوریٰ نے ایک مکان جو مرکز کی موجودہ عمارت سے زیادہ وسیع ہے، سوا لاکھ (۱٫۲۵٫۰۰۰) میں خرید لینے کا فیصلہ کیا ہے۔

مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ رفقائے جماعت سے اعانت اور قرض کی اپیل کی جائے اور ضرورت محسوس ہو تو مرکز کی موجودہ عمارت فروخت بھی کی جا سکتی ہے۔

اس عمارت کا باقاعدہ بیعانہ ہو چکا ہے اور ۱۸ اکتوبر ۶۶ء رقم ادا کرنے کی آخری تاریخ ہے۔

اعلیٰ تعلیم کی درس گاہ

اعلیٰ تعلیم کی درس گاہ کے قیام کا جو فیصلہ مجلس شوریٰ منعقدہ مارچ ۶۶ء میں کیا گیا تھا اس کے نفاذ کے سلسلے کی عملی دشواریوں کے پیش نظر یہ طے کیا گیا کہ بردست اس کا نفاذ ملتوی کر دیا جائے اور آئندہ اجلاس شوریٰ میں جو چند ماہ بعد منعقد ہونے والا ہے اس پر تفصیل سے غور ہو۔ اس مدت میں ابتدائی تعلیم کا پورا نظام حسب سابق برقرار رہے گا۔

قراردادیں

مجلس نے اپنے اجلاس میں ملک کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لیا۔ نیز پریس میں شائع شدہ اطلاعات کے مطابق مرکزی وزارت داخلہ کی طرف سے جماعت اسلامی کے متعلق جو سرکلر جاری کیا گیا ہے اور جس کی اب تک حکومت کی طرف سے کوئی تردید بھی شائع نہیں ہوئی ہے، اس پر غور و فکر کر کے درج ذیل قراردادیں منظور کیں :

ملک کی صورت حال پر تشویش

۱۔ مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس میں ملک کی موجودہ صورت حال پر غور و فکر کیا۔ مجلس کو اس صورت پر سخت تشویش ہے کہ ایک طرف عوام میں یہ رجحان بڑھتا جا رہا ہے کہ وہ اپنے مطالبات کے حصول کے لیے لاقانونیت

کا سہارا لیں۔ جس کا نتیجہ امن وامان کی بربادی اور نظم ونسق کی ابتری وتعطل کی شکل میں بھی نمایاں ہونے لگا ہے اور دوسری طرف حکومت کے طرزِ عمل سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ عوام کے جائز مطالبات پر بھی ہمدردانہ غور کرنے اور اپنی کسی غلطی کی تلافی کرنے کے بجائے اس کے نزدیک صحیح تدبیر یہ ہے کہ وہ اپنے حاصل شدہ قانونی اختیارات کو جا و بے جا استعمال کرے اور ہنگامی حالات کو عذر بنا کر مزید ہنگامی اختیارات بھی حاصل کرے۔

مجلس کے نزدیک عوام کا رجحان بہر صورت قابلِ اصلاح ہے لیکن حکومت کا یہ طرزِ عمل اس اصلاح میں ہرگز معاون نہیں بن سکتا۔ اس صورتِ حال کی اصلاح کی اصل تدبیر یہ ہے کہ عوام اور اربابِ حکومت دونوں میں اخلاقی اقدار کا صحیح شعور پیدا ہو اور اپنی ذمہ داریوں کا صحیح احساس بیدار ہو۔

جماعت اسلامی کے خلاف خفیہ سرکلر کی مذمّت

۲۔ پریس میں شائع شدہ اطلاعات کے مطابق مرکزی وزارت داخلہ کی طرف سے جماعت اسلامی کے متعلق جو سرکلر جاری کیا گیا ہے اور جس کی اب تک حکومت کی طرف سے کوئی تردید بھی شائع نہیں ہوئی ہے۔ جماعت کی مجلس شوریٰ اسے قابل مذمت سمجھتی ہے اور اس پر رنج وافسوس کا اظہار کرتی ہے۔

تعجب ہے کہ اس سرکلر میں جماعت پر وہ الزامات لگائے گئے ہیں جن کی تردید ذمہ داران جماعت کے اعلانات اور جماعت کا عملی رویہ کر رہا ہے۔ اگر حکومت کی نظر میں حق وانصاف کی قدر وقیمت ہے تو اس کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اس سرکلر کو فوراً واپس لے لے یا پھر وہ جماعت کے خلاف اپنے سرکلر میں لگائے گئے سنگین الزامات کو ثابت کرے اور بتائے کہ جماعت نے دستور ہند کو کب ماننے سے

انکار کیا ہے ؟ اور یہ ثابت کرے کہ جماعت نے کب اس اصول سے اختلاف کیا ہے کہ ملک کے مختلف اہل مذاہب کے ساتھ حکومت کا رویہ یکساں اور غیر جانب دارانہ ہو! اور جماعت نے کب ملک کے مختلف فرقوں کے مابین تلخی پیدا کرنے یا فرقہ وارانہ جذبات کو ابھارنے کی کوشش کی ؟

اگر حکومت مذکورہ بالا دونوں باتوں کو روبہ کار لانے میں ناکام رہی تو اس کے صاف وصریح معنی یہ ہوں گے کہ حکومت اپنے طرز عمل سے دستور کے تسلیم شدہ جمہوری اقدار اور باشندگان ملک کے مختلف طبقوں کے مابین مساوات کے اصول کو مجروح کر رہی ہے جو خود دستور ہند کی صریح خلاف ورزی ہے۔

مجلس کو حکومت کے عائد کردہ الزامات پر اس بنا پر اور زیادہ رنج وافسوس ہے کہ جماعت کے ذمہ داروں نے مرکزی وزیر داخلہ اور ہوم منسٹری کے ذمہ دار افسروں سے یہ معلوم کرنے کے لیے متعدد ملاقاتیں کیں کہ حکومت کو جماعت سے کیا شکایت ہے اور ان کی کیا بنیاد ہے ؟ لیکن نہ ان ملاقاتوں میں ان الزامات کا کوئی ذکر کیا گیا اور نہ وعدوں کے باوجود اپنے شکوک واعتراضات متعین شکل میں اب تک دیئے گئے اور پھر بھی اسی مدت میں اس طرح کا سرکلر جاری کر دیا گیا۔

الیکشن کا مسئلہ

مجلس شوریٰ میں ۶۷ء کے الیکشن کے سلسلہ میں جماعت کے موقف اور رویہ کا مسئلہ بھی تفصیل کے ساتھ زیر بحث آیا۔ اس ضمن میں جو باتیں طے ہوئیں ان کے خاص نکات حسب ذیل ہیں :

۱۔ جماعت اسلامی اپنے اس موقف پر قائم ہے کہ موجودہ نظام حکومت کو غیر اسلامی اور خلاف حق سمجھتے ہوئے اس کو اسلامی نظام میں تبدیل کرنے کے لیے الیکشن میں حصہ لینا جائز ہے۔

۲۔ موجودہ نظام حکومت کو غیر اسلامی اور خلاف حق سمجھتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں

کے اہم مفادات کے لیے الیکشن میں حصّہ لینا جائز ہے۔

۳۔ لیکن چونکہ ۱ اور ۲ کے تحت الیکشن میں عملاً حصّہ لینے کے لیے:

(۱) ابھی تک مطلوبہ رائے عامہ ہموار نہیں کی جا سکی ہے۔

(۲) جماعت اور اس کی دعوت سے ملک کا بہت محدود حلقہ ہی متعارف ہو سکا ہے اور بہت بڑی تعداد یا تو متعارف نہیں ہے یا غلط فہمیوں کا شکار ہے۔ جس کی بنا پر اس کا اندیشہ ہے کہ الیکشن میں حصہ لینے سے جماعت کی دعوت اور مقصد کے بارے میں مزید غلط فہمیاں پیدا ہو جائیں گی اور ان سے ہمارے اصل مقصد کو غیر معمولی نقصان پہنچے گا اور

(۳) بحالات موجودہ ہمارے وسائل و ذرائع اور افرادی قوت (MAN POWER) بھی اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اس الیکشن میں ان دونوں مقصدوں میں سے کسی کے لیے جماعت اپنا امیدوار کھڑا نہیں کرے گی۔

۴۔ اگر کوئی دوسرا فرد یا جماعت ۱ کے تحت ۱۹۶۷ء کے الیکشن میں بہ حیثیت امیدوار اپنے طور سے حصّہ لینے کا فیصلہ کرتی ہے تو اصولاً اس کی تائید صحیح ہو سکتی ہے لیکن چونکہ ۱ کے تحت کسی فرد یا جماعت کا ۱۹۶۷ء کے الیکشن میں حصّہ لینا مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر تحریک اسلامی کے مصالح کے لیے مضر ہو سکتا ہے۔ اس لیے ہم اس کی تائید نہیں کریں گے۔

۵۔ عام انتخابات ۱۹۶۷ء کے انعقاد سے پہلے جبکہ مختلف حلقہائے انتخاب سے کھڑے ہونے والے امیدواروں کے نام سامنے آ چکے ہوں۔ مجلس شوریٰ کا اجلاس بلایا جائے گا جو یہ فیصلہ کرے گا کہ کسی حلقہ انتخاب میں ارکان جماعت پر سے وہ پابندی ہٹائی جائے یا نہ ہٹائی جائے جو ووٹ دینے کے سلسلے میں ان پر اب بھی عائد ہے۔

۶۔ الیکشن میں جماعت کے عملاً حصہ نہ لینے کے وجوہ مذکورہ بالا کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے اس پر آئندہ غور کیا جائے گا۔

۷۔ اگرچہ جماعت اسلامی کا اصولی موقف اب بھی یہی ہے کہ موجودہ نظام حکومت کو صحیح سمجھتے ہوئے اس کو چلانے کے لیے الیکشن میں حصہ لینا ناجائز ہے لیکن جماعت کسی فرد یا پارٹی کے خلاف مخالفت کی کوئی مہم نہیں چلائے گی۔ البتہ بوقت ضرورت سوال و جواب کے موقع پر یا تحریر و تقریر میں جماعتی موقف کی وضاحت کے لیے جماعتی نقطۂ نظر کا اظہار کیا جاسکتا ہے۔

(نوٹ) اس ضمن میں رفقاء کو یہ یاد دلانا بھی مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ۲۳ء کے الیکشن کے موقع پر مجلس شوریٰ میں یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا تھا کہ الیکشن میں حصہ لینے والی پارٹیاں اور رائے دہندگان بالعموم کچھ ایسے طریقے بھی اختیار کرتے ہیں جو اخلاقی نقطۂ نظر سے سخت معیوب اور ملک و معاشرے کے وسیع مفاد کے لیے سخت مضر ہیں۔ مثلاً:

- فرقہ وارانہ اور طبقاتی، صوبائی اور لسانی عصبیتوں کو برانگیختہ کرنا۔
- ووٹ حاصل کرنے کے لیے تفہیم واستدلال سے کام لینے کی بجائے دھن، دھونس دھاندلی سے کام لینا۔
- جھوٹ، افترا پردازی، تہمت، دشنام طرازی اور فریب دہی وغیرہ۔

اس لیے ضرورت سمجھی گئی تھی کہ رفقاء کو اس طرف توجہ دلائی جائے کہ وہ اپنے اپنے دائرہ میں جس حد تک بھی لوگوں کو ان باتوں سے روک سکتے ہیں، روکنے کی کوشش کریں۔

آئندہ الیکشن کے ذیل میں بھی رفقائے جماعت ان ہدایات کو پیش نظر رکھیں۔

۸۔ الیکشن کے سلسلے میں مسلمانوں کا رویہ کیا ہونا چاہیے۔ اس مسئلہ پر بھی شوریٰ میں غور ہوا۔ اس ضمن میں مجلس کے بنیادی مشورے درج ذیل ہیں:

(۱) بہ حیثیت مسلمان جب ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ ہی ان کا معبود اور حاکم علی الاطلاق ہے اور اس کا بھیجا ہوا دین ہی صحیح نظام زندگی ہے تو انھیں اس کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے اور تمام بندگان خدا کو اس کی طرف دعوت دینے کی کوشش کرنی چاہیے اور الیکشن کو بھی حتی الوسع اسی مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ بنانا چاہیے۔

(۲) اس ملک میں دین کا قیام اس بات پر موقوف ہے کہ باشندگانِ ملک کی معتد بہ تعداد کے دلوں میں ایمان اور اپنے رب سے وابستگی پیدا ہو۔ اور ان کو اپنی فلاح اس ملک میں دین کے قیام پر موقوف نظر آنے لگے اور اس مقصد کا حصول اس بات پر موقوف ہے کہ ان کے سامنے اسلام کی دعوت قولی و عملی شہادت کے ساتھ مؤثر طور پر پیش کی جائے جو امت مسلمہ کا اصل فریضہ بھی ہے۔ اس لیے انھیں الیکشن کے موقع پر کوئی ایسا طرزِ عمل اختیار نہیں کرنا چاہیے کہ ان کی یہ اصل حیثیت مجروح ہو یا اس کے بارے میں خواہ مخواہ کی غلط فہمیاں پیدا ہوں

(۳) مسلمانوں کے لیے ایک اہم اور مقدم کام یہ ہے کہ وہ اپنے دیگر مسائل کی طرح الیکشن کے مسئلہ میں بھی قرآن و سنت کی روشنی میں اپنا بنیادی موقف طے کرانے کے لئے کسی اجتماعی فیصلہ پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ اور اسلام اور مسلمانوں کے اہم مفادات کے تحفظ کی خاطر بھی اپنا رویہ زیادہ سے زیادہ اصولی اور غیر فرقہ وارانہ بنانے کی کوشش کریں۔

مجلس نے جماعت کے نصب العین اور اس کے فطری اصول و مقتضیات پر بھی گفتگو کی اور اس کے ذیل میں طے پایا کہ ملک میں دین کے قیام کے لیے مسلمانوں

کو ایک داعی گروہ کے موقف میں لانے کی جو اہمیت ہے اس کے پیش نظر ایمان کی تجدید، عمل کی اصلاح اور معاشرے کی تطہیر کے ساتھ ان ملی مسائل سے بھی تعرض کرنا چاہیے جن سے تعرض اس مقصد کے لیے ضروری نظر آئے۔

نیز یہ بھی طے کیا گیا کہ وہ کوششیں جو امت مسلمہ کی بقا و تحفظ اور اس کی ملی خصوصیت کو قائم و برقرار رکھنے نیز مستحکم کرنے کے لیے انجام دی جائیں۔ وہ اقامت دین کے مفہوم میں شامل ہیں۔ البتہ ان کاموں کی اہمیت دعوتی کاموں کے مقابلہ میں ثانوی ہوگی بجز استثنائی حالات کے۔

آئندہ شوریٰ

اس اجلاس کے لیے جو ایجنڈا ترتیب دیا گیا تھا اس کا ایک خاص جزء پچھلے ملتوی شدہ مسائل تھے جن پر غور کرنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ لیکن وقت کی کمی کی بناء پر ان مسائل میں سے کچھ اب بھی باقی رہ گئے جن کو آئندہ اجلاس شوریٰ کے لیے جو غالباً قبل رمضان منعقد ہو سکے گا، ملتوی کر دیا گیا۔

جدید عمارت کے لیے حلقوں سے اعانت

اجلاس شوریٰ میں متعدد امرائے حلقہ جات بھی شریک تھے۔ ان کے مشوروں سے طے پایا کہ حسب ذیل حلقے آئندہ دو ماہ کے اندر حلقوں سے مرکز کے عمارت فنڈ میں حسب تصریح اعانت کی رقوم فراہم کریں گے۔

۱۔ حلقہ جنوبی بہار	بارہ ہزار
۲۔ حلقہ بمبئی	دس ہزار
۳۔ حلقہ بھوپال	پانچ ہزار

۴۔ حلقہ حیدرآباد — پانچ ہزار

۵۔ حلقہ مغربی یو، پی — پانچ ہزار
(۶ ماہ کے اندر)

۶۔ حلقہ کیرلا — تین ہزار

طے کیا گیا کہ بقیہ حلقے بھی اس فنڈ میں حسب حیثیت پورا حصہ لیں۔
اس کے بعد ۲۲ر جولائی کی صبح کو دعا پر اجلاس برخاست ہوا۔

افضل حسین
منجانب قیم جماعت اسلامی ہند
۲۶ر جولائی ۱۹۶۶ء۔
(شائع شدہ دعوت ۲۸ر جولائی ۱۹۶۶ء)